مکتوباتِ ماجدی
جلد دوم

مکتوباتِ ماجدی

جلد دوم

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی

مرتّب

ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی

نظرثانی

حکیم عبدالقوی دریابادی

ناشر

ادارہ انشائے ماجدی، کلکتہ

جلد دوم

۱۴۰۷ھ ۱۹۸۷ء

تعداد ــــــــــــ ۷۵۰

کتابت ــــــــــــ اسرائیل کریم، کلکتہ-۱۴

طباعت ــــــــــــ گیرو آفسیٹ پرنٹرس، کلکتہ-۱۶

صفحات ــــــــــــ ۳۸۸

قیمت ــــــــــــ ۵۰ روپے

باہتمام

منظور علی لکھنوی

ادارہ انشائے ماجدی

نمبر ۱۴۷، رابندرا سرانی، کلکتہ نمبر ۷۳

پیش لفظ

از: حکیم عبدالقوی دریابادی مدیر "صدق جدید"

عم محترم مولانا عبدالماجد دریابادی کے مکتوبات کی پہلی جلد کئی سال ہوئے برادر عزیز ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی "حال ممبر پارلیمنٹ" کی مرتب کردہ، ادارہ انشائے ماجدی کلکتہ کے زیر اہتمام کتابت و طباعت کی نفاست کے ساتھ شائع ہو چکی تھی۔ اب اس کی دوسری جلد جو مولانا کے تیرہ مخلصین کے نام کے خطوط پر مشتمل ہے توضیحی حاشیوں کے ساتھ انہیں مرتب کی مرتب کردہ اور اسی ادارہ کی شائع کردہ پیش کی جا رہی ہے۔

مولانا کی ادیبانہ شان ان کے خطوط میں جن میں بہت سے خانگی نوعیت کے ہیں بخوبی ہویدا ہے۔ اور مرتب کے دیے ہوئے بکثرت حواشی سے خطوط میں درج امور کی بہت کچھ وضاحت ہوتی ہے۔

ان تیرہ مخلصین مکتوب الیہ حضرات میں اس وقت صرف تین زندہ سلامت ہیں یعنی مولانا مرحوم کے اسکولی رفیق سید آل عبا اورہ مارہروی، پاکستان میں مقیم ڈاکٹر رضی الدین اور جنوبی افریقہ کی یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر ڈاکٹر سید سلمان ندوی بقیہ حضرات اس جہان فانی سے اس جلد کی اشاعت سے قبل ہی رخصت ہو چکے ہیں۔

امید ہے کہ انشائے ماجدی کے قدرداں حضرات ان مکتوبات کی قدر فرمائیں گے۔

نوٹ:۔ مسودہ کی نظر ثالث کے وقت سید آل عبا آوارہ مارہروی صاحب جولائی ۱۹۸۶ء میں رحلت فرما گئے۔

حکیم عبدالقوی دریابادی
۱۳ر جولائی ۱۹۸۶ء

حضرت عم مرحوم مولانا عبدالماجد دریابادی کے مکتوبات کی دوسری جلد پیش خدمت ہے۔ اس جلد میں خطوط کی تعداد ۳۸۸ ہے اور مکتوب الیہ حضرات کی تعداد تیرہ ہے۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت مخصوصی کا ذکر بڑی خوشی سے کرتے رہتے تھے کہ اس نے انھیں مخلصوں سے نوازا ہے۔ اس جلد میں انھیں مخلصین بلکہ اخص مخلصین کے نام کے خطوط درج کئے گئے ہیں۔

جو ان حضرات سے مرحوم کے رشتۂ اخلاص کا پتہ حواشی سے چلے گا جو ان مکتوب الیہم کے تعارف کے سلسلہ میں مرتب نے دیے ہیں۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر برادر محترم حکیم عبدالقوی اور ناشر جناب حاجی منظور علی مالک ادارہ انشائے ماجدی کلکتہ کا شکریہ نہ ادا کیا جائے۔ برادر محترم نے تصحیح میں بڑی محنت کی اور اس سلسلہ میں متعدد بار سفر کلکتہ کی زحمت برداشت کی اور حاجی صاحب نے کتابت وطباعت کے سارے انتظامات بڑی توجہ وانہماک سے کیے اور اس سلسلہ میں صرف کثیر کیا۔

مکتوب کی اس جلد میں اگر کوئی خامی پائی جائے تو اس کی ذمہ داری مرتب ہی پر ہے۔

خاکسار

ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی

۱۵/اپریل ۱۹۹۰ء

سیّد آلِ عبا آوارہ مارہروی[1] آل انڈیا ریڈیو۔ دہلی

بسم اللہ

دریاباد

۱۷ جولائی ۵۳ء

برادرم! وعلیکم السلام

آوارگی کے پردے میں "یہ ردائے آلِ عبا" خوب نکلی۔ سبحان اللہ۔

ہماری کم نگاہی تم کہاں تھے ہم کہاں سمجھے۔

دل نے کہا "فرقِ علامتیہ" ابھی زندہ ہے۔

کل اٹھارہ جولائی کی شب میں وقت نکال کر ضرور آپ کی پیش کردہ "بی بھٹیاری[3]" سے دل بہلاؤں گا اور جی میں آئی تو پھر آپ کے اسٹیشن ڈائرکٹر کو اپنے تاثرات بھی لکھ بھیجوں گا۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ مولانا مرحوم کے اسکول فیلو تھے۔ مولانا مرحوم ان کی زبان دانی خاص کر لکھنوی زبان رعایت لفظی اور انشا پردازی کے قائل تھے۔

(۲) اس وقت مکتوب الیہ آل انڈیا ریڈیو سے منسلک تھے۔

(۳) مکتوب الیہ کا پیش کردہ فیچر پروگرام۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۰ر جولائی سنہ ۵۴ء　　　برادرم!　　　السلام علیکم

آپ کی فرمائش[۱] مجال ہے ٹال سکوں پہونچی بُرے وقت اور یک بیک بھی یعنی جب کام میں گھرا ہوا تھا۔ (عموماً ہر کام کے لیے دو دو ہفتے قبل وقت نکال رکھنے کا دستور ہے!)۔

یہ سب کچھ سہی لیکن حرمت آل عبا سب پر غالب ہے جس طرح بھی ہوگا کل انشاء اللہ دو چار سطریں ٹیڑھی سیدھی لکھ لکھا پرسوں دوشنبہ کو صبح ڈاک کے حوالے کر دوں گا۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

(۱) مکتوب الیہ نے اپنی کتاب "اپنی موج میں" کا مسودہ نہ صرف مولانا کو دیکھنے بھیجا بلکہ اس پر پیش لفظ لکھنے کی فرمائش بھی کی تھی۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۰ر جنوری سنہ ۶۶ء　　　برادرم!　　　وعلیکم السلام

تعزیت نامہ مل گیا تھا۔ مرحوم سے دوستی فقیر عالم مرحوم ہی سے تھی اور یوں تعلقات تو سارے خاندان صادق سے تھے۔ دعائے مغفرت فرماکر خود بھی اجر یاب ہوجئے۔

کچھ روز ہوئے دہلی ریڈیو کی فرمائش پر احتشام صاحب نے ایک ادبی انٹرویو لیا۔ میں نے ایک موقع پر آج کل کے 'تخلیقی ادب' والوں کی اکثریت کی ہجو کی۔ یہ کہا کہ ان میں کوئی دوسنی بھی ڈھنگ سے لکھنے والے ہیں۔ نمونہ کے طور پر نام دو پیش کیے ایک نواب شفیع دہلوی ثم لاہوری دوسرے حضرت آوارہ ——— لکھنؤ ریڈیو والے ریکارڈنگ کرتے وقت اس جزو کے قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ عجب دنیا ہے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کے برادر بزرگ مولوی عبدالمجید ڈپٹی کلکٹر کے سانحۂ ارتحال پر۔

(۲) مرحوم سے مراد مولوی عبدالمجید صاحب ہیں۔

(۳) مراد پروفیسر احتشام حسین صاحب صدر شعبۂ اردو الٰہ آباد یونیورسٹی جو اس وقت لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں ریڈر تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۱ جولائی ۶۴ء برادرم! وعلیکم السلام

شاہ عبدالقادر کے ترجمے کا سال ۱۲۰۵ھ ہے۔ شاہ رفیع الدین کا ترجمہ اس سے چند سال قبل کا ہے۔

شاہ حقانی کے ترجمے کا نمونہ (مثلاً سورۃ فاتحہ و سورۃ اخلاص کا ترجمہ) اگر عنایت ہو مع مترجم کے حالات اور ترجمہ کے خصوصیات کے تو صدق اس کی اشاعت باعثِ سعادت سمجھے گا۔ میرے علم میں تو یہ ترجمہ پہلی بار آرہا ہے۔

بچوں دریچوں کا حال بہت اچھا، آیا جو نکہ بھیجا ہے۔

اگر آئندہ کبھی خط لکھنے کی نوبت آئے تو ذرا سیتاپوری اعزہ کے مختصر حالات لکھ بھیجئے گا۔ اب بھی کوئی دیا ست ہے؟ مارہرہ سے وہاں آنا کب اور کیسے ہوا تھا؟ سید محمد صادق مرحوم و مغفور اور فقیر عالم مرحوم اور ان کے چھوٹے بھائی (نام اس وقت خیال میں نہیں آرہا ہے) اور مولوی شاہ اسمٰعیل حسن مرحوم اور ارتضیٰ میاں مرحوم یہ سب آپ کے کیا کیا ہوتے تھے؟

شاہ ابوالحسن مرحوم بھی آپ ہی کے خاندان کے ہوں گے۔ میری خوش دامن ان کی بڑی مرید اور معتقد تھیں۔ دو اور مارہرویوں کے نام بھی یاد پڑ گئے ایک سید افتخار عالم ان سے اچھے خاصے تعلقات تھے دوسرے مشیر حسین اُن سے محض شناسائی تھی۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ نے اپنے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کے بارے میں لکھا تھا۔
(۲) مصنف حیات النذیر یعنی ڈپٹی نذیر احمد کی سوانح حیات۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۲ جولائی ۱۹۶۲ء

برادرم! وعلیکم السلام

محبت نامے سے خیریت تو معلوم ہی ہو گئی۔ یہی بڑی چیز ہے۔ کتاب کا اردو نسخہ آپ نے وہی دیکھا ہوگا جو نامی پریس لکھنؤ کا چھپا ہوا ہے۔ میرے پاس بھی وہی تھا، ممکن ہے اب بھی کہیں پڑا ہو لیکن اس کا ڈھونڈنا کار سے دارد ہے۔ ہندی نسخہ انگریزی خط میں (قلمی) ایک زمانے میں میرے پاس آگیا تھا۔ وہ بس ان چیزوں کی قدر کا نہ تھا۔ اپنی حماقت سے کچھ دن رہ کر اور ضائع ہو جانے دیا۔ کئی برس بعد ڈھونڈھا نہ ملا۔

مصنف کے خاندان کا اب کوئی نہیں۔ کتاب میں اپنے آپ کو ذات کا شیخ لکھا ہے۔ زبانی یہ روایت سننے میں آئی کہ مومن یا انصاری برادری کے تھے۔ میرے بچپن تک کتاب اتنی گمنام نہ تھی۔ ایک خوش آواز حافظ صاحب مثنوی روم کی طرح اسے بھی ترنم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ آپ کی تلاش کا ذکر صدق میں کردوں گا شاید کوئی اللہ کا بندہ پتا لگا دے۔

تاریخ دریاباد میں لالہ برج کھوکن لال دریابادی نے جس جواہر کا ایک نام رموز الفقرا بھی دیا ہے اور سال تصنیف ۱۲۴۹ ہجری دیا ہے جو مطابق ۱۸۳۰ء کے پڑتا ہے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) کتاب سے مراد دریاباد کے ایک پرانے درویش قاسم شاہ کی منظوم تصنیف جس جواہر ہے۔
(۲) اس لیے کہ مولانا مرحوم کی ہزاروں کتابیں کوٹھے میں اور نیچے کی پچاسوں الماریوں میں

رکھی ہوئی تھیں۔

(۳) یہ تاریخ دریاباد کے مصنف اور شاعر تھے اور اردو کلچر کا نمونہ تھے۔ منشی نوبت رائے نظر کے شاگرد انکی تاریخ دریاباد ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی تھی۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۹ جنوری ۱۹۲۷ء

برادرم! وعلیکم السلام

وی پی کی فرمائش خوب رہی[۱]

میرے بس میں ہوتا تو پرچہ مستقلاً نذر خدمت ہوتا رہتا۔ دونوں نمبر انشاء اللہ حاضر خدمت ہونگے مگر دو چار دن کے بعد۔ دفتر لکھنؤ میں ہے اور اب ڈاک خانے کی خوش نظمی ۲۴ میل کو ۱۰۰ میل بنائے ہوئے ہے[۲]

آپ کی یہ عینی شہادت ارشد مسعود صاحب[۳] کو آپکا بندہ بے دام بنائے ہوئے ہے۔ اللہ آپ کی اور میری دونوں کی عاقبت محمود بنائے[۴]۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) صدق بھیجنے کی

(۲) دریاباد سے لکھنؤ خط اس خوش نظمی کی وجہ سے کئی کئی دن میں پہنچتا تھا۔

(۳) لکچرار و ریڈر شعبۂ قانون مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ جو جسٹس محمود کے حالات لکھ رہے تھے جسٹس موصوف کا انتقال سیتاپور میں ہوا تھا جب مولانا مرحوم اسکول کے طالب علم تھے۔

(۴) ذکر جسٹس محمود کا ہے اس سے مولانا نے رعایت لفظی کا فائدہ اٹھایا۔

بنام محمد احمد غریب صاحب تاجر کٹلری بازار بمبئی

بسم اللہ

دریاباد

۷؍جولائی ۱۹۵۳ء

برادرم! السلام علیکم

اس خط کے حامل سید علی احمد مجھ سے بڑے خصوصی تعلق رکھنے والے ہیں۔ یہ تفسیری مسودات اور کئی دوسرے مسودات سب انہیں کے ہاتھ کے صاف کئے ہوئے ہیں۔ صدق کے بھی گویا اسسٹنٹ منیجر ہیں۔ اپنی ایک عزیزہ کو پاکستان بھیجنے بمبئی تک جا رہے ہیں۔ بمبئی ان کے لئے بالکل اجنبی ہے۔ میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ خانۂ غریب (غریب خانہ نہیں) تک پہنچ کر کبھی اجنبی نہ رہے گا۔

یہ کچھ زیادہ خدمت نہیں صرف ٹک جانے کی جگہ چاہتے ہیں۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

مکتوب الیہ جو مولانا سے پہلے راہی جناں ہو چکے تھے مولانا مرحوم کے بڑے قدیم مخلص بلکہ اخص مخلصوں میں تھے اور مولانا ان کے اخلاص، فہم اور کارگزاری کے بہت معترف تھے مناجات مقبول کے پہلے ایڈیشن کی طباعت کے سارے مصارف انہوں نے اپنے نام کی ولمت کے بغیر برداشت کئے۔ مولانا کے ذاتی معاملوں میں بہت دلچسپی لیتے تھے چنانچہ تاج کمپنی سے مولانا کو رائلٹی دلوانے میں ان کی کوششیں بڑی حد تک کامیاب رہیں۔ مولانا سے انکے بالکل قریبی عزیزوں کے سے تعلقات تھے۔

(۲) موصوف بھی مولانا مرحوم کے بڑے مخلص فعال اور کارگزار معاون تھے۔ انگریزی کی ساری تفسیر

انہوں ہی نے ٹائپ کی اور زیادہ تر ارد و مسودوں کو صاف کیا۔ اردو خط بہت پاکیزہ اور اچھا تھا۔ صدق کے عملی انتظامات میں بھی ان کو بڑا دخل تھا۔ مولانا ان کے اخلاص اور فہم دونوں کے بڑے قائل تھے اور اُن سے بڑے خوش تھے۔ جنوری ۱۹۸۳ء میں وفات پائی۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۳ ستمبر ۱۹۵۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

ایسے صاحب تمہم خاص کی طرف سے بھی ایسی سخت فرمائش سن کر جی چاہا کہ سر پیٹ لوں۔ جس غریب کو یہ روز ۲۵۔۳۰ اخبار دیکھنے پڑتے ہوں اور دو ایک رسالے بھی اور ہر مہینے دف ریویو ہی کی غرض سے ۱۵۔۲۰ کتابیں پڑھنی پڑتی ہوں اور روزانہ خط و کتابت کا سارا کام بغیر اسسٹنٹ کے اپنے ہاتھ سے کرنا پڑتا ہو اور خدا معلوم کتنے پیام اور دیباچے اور پیش لفظ ہر ہفتے لکھنے پڑتے ہوں اور دوسروں کے مسودات پر نظر ثانی اور انہیں بعض مشورے دیتے رہنے ہوتے ہوں اور ہفتہ وار کی ایڈیٹری اور مستقل شغل تصنیف و تالیف ان سب کے علاوہ! اور پھر یہ سارا کام بعد فجر سے قبل غروب آفتاب ختم کر دینا ہوتا ہو اس لئے کہ بعد غروب آفتاب آنکھ پر زور پڑنے کے باعث لکھنا پڑھنا سالہا سال سے ترک ہے۔ ایسے شخص سے جو ساتھ ہی خانہ داری اور گھر بار کے سارے قضیے اور جھگڑے بھی رکھتا ہو اس سے یہ فرمائش کرنا خصوصًا اس سے اتنے لمبے سفر کی توقع رکھنا ظلم ہے یا نہیں!

ایکسپریس ٹکٹ کی ضرورت نہ تھی۔ ڈاک خانہ گھر سے چند قدم پر ہے اور ڈاک وہاں آتے ہی مل جاتی ہے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) اس تفصیل سے قارئین کو مولانا مرحوم کی روزانہ مشغولیت کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔ اور اس کا بھی کہ سارا کام وہ تن تنہا اور کسی سکریٹری یا پرسنل اسسٹنٹ کی مدد کے خود ہی کرتے تھے۔
(۲) مکتوب الیہ نے یہ خط بذریعہ ایکسپریس ڈلیوری بھیجا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۳ ستمبر ۱۹۵۴ء

برادرم سلمہ! وعلیکم السلام

(۱) تازہ حج پر مخلصانہ مبارکباد۔
(۲) اپنی اس خوش نصیبی پر کہ یاد اس ارض پاک پر آتی رہی۔ خود اپنے سے رشک پیدا ہوا۔ جزاک اللہ۔
(۳) مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی۔ گیلانی بر بیگھا مونگیر۔
(۴) محمد علی ذاتی ڈائری اور تفسیر جلد دوم خدا خدا کر کے دونوں شائع ہو گئیں۔
(۵) صدق کی اشاعت دو ہفتے کے لیے بند کرنا پڑی تھی۔ خریداروں اور ایجنٹوں کی ناوہندگی کا کرشمہ تھا

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ نے لکھا کہ سفر حج میں برابر مولانا یاد آتے رہے اسی کی طرف اشارہ ہے۔
(۲) مکتوب الیہ نے حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کا پتہ دریافت کیا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۹ مارچ ۱۹۵۵ء

برادرم! السلام علیکم

آپ سے سخت شرمندگی ہے کہ براہ بمبئی آنے کی کوئی صورت نہیں نکل رہی ہے۔ اس لیے آپ کو مطلع کیے دیتا ہوں کہ اب انتظار نہ فرمایا جائے۔

تاسف جتنا آپ کو ہوگا شاید اتنا ہی مجھے بھی ہو رہا ہے۔ جی یہ چاہتا ہے کہ تلافی کی کوئی صورت جلد نکال سکوں۔

معذرت خواہ

عبدالماجد

(۱) ا اپریل ۱۹۵۵ء میں ملک غلام محمد صاحب گورنر جنرل پاکستان کی دعوت پر مولانا مرحوم مع اپنی بیگم، خاکسار اور محمد معین کارکن صدق پاکستان گئے تھے۔ پہلے خیال تھا کہ بحری جہاز سے براہ بمبئی کراچی جائیں۔

بسم اللہ

دریاباد
۴ نومبر ۱۹۵۵ء

برادرم! وعلیکم السلام

تازہ معاودت با سعادت اللہ ہر طرح سے مبارک کرے۔ لندن کا پروگرام کب سے کب تک کے لیے ہے۔ تجارت و سیاحت کے ساتھ دین کی خدمت کے موقعے بھی ظاہر ہے آپ نے نکال ہی رکھے ہوں گے۔

خدا کے گھر کی زیارت کے بعد خدا کی شان کا مشاہدہ بھی دلچسپ بہ زبان اکبر

وہ دیکھیں گھر خدا کا ہم خدا کی شان دیکھیں گے

کوئی چھوٹی پونجی والا ہزار ڈیڑھ ہزار کی رقم سے اگر آپ کی تجارت میں شرکت کرنا چاہے تو آپ کے ہاں بہ سہولت و بلا زحمت اس صورت کے نکلنے کا امکان ہے؟ ہر تاجر کے ہاں اس کی گنجائش نہیں نکلتی۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

مکتوب الیہ تازہ سفر حج سے واپس ہوآنے کے بعد لندن جانے والے تھے۔
اس سے مولانا مرحوم کے مذاق طبیعت کا اندازہ ہوتا ہے کہ کسی معاملے میں بھی کسی پر دباؤ ڈالنا گوارا نہ تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۲ دسمبر ۱۹۵۵ء

برادرم! وعلیکم السلام

البلاغ کا یہ ملک سعودیہ نمبر خوب نکلا۔ اور مولانا گیلانی کے مضمون کا تو کہنا ہی کیا! اس نمبر کے لیے کچھ نہ لکھ سکا اسے اپنی محرومی پر محمول کرتا ہوں۔

محبت نامے کی چند سطریں سلطان سے متعلق صدق تمبر میں دے رہا ہوں۔
بمبئی کی زیارت خود آپ کی زیارت بہ سبب سامان کشش کے ہیں۔ موانع بھی کم نہیں۔ کم فرصتی تو مستقل ظاہری ہے۔ باقی آج کل تو موسم بھی سفر کے لیے زیادہ مناسب نہیں
کلکتہ جن لوگوں نے بلایا تھا وہ قدیم مخلصوں میں تھے اور ماشاءاللہ بڑے خوش حال ہیں۔

انھوں نے مصارف سفر پیش کیے تو زیادہ عذر نہ کرسکا۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) بمبئی کا دینی ماہنامہ اور انجمن خدام النبی کا ترجمان۔ مرحوم اس پرچے کے نکالنے والوں میں تھے۔

(۲) شاہ سعود کے ہندستان آنے کے موقع پر۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۰ جنوری ۱۹۵۶ء

برادرم! وعلیکم السلام
سہل سمجھی میری شفا تو نے
کی بس اپنے چارہ گر دوا تو نے

آپ کے سے مخلص کی کسی فرمائش کو رد کرتے تکلیف دل کو ہوتی ہے لیکن بات جب ایسی آپڑے تو یہ تکلیف بھی گوارا ہی کرنی ہوتی ہے۔

پبلک جلسوں میں شرکت مدت سے ترک کر چکا ہوں خواہ وہ مذہبی ہوں یا سیاسی یا ادبی کسی نوعیت کے بھی اور صدارت وغیرہ کے لیے گنجائش اتنی بھی نہیں۔ اس عہد کو اگر ایک آدھ بار کسی کے مروت یا دباؤ میں آکر توڑا تو بس پھر پناہ نہیں ملنے کی، فرمائشوں کا وہ تانتا بندھے گا کہ اچھا بھلا آدمی بدحواس ہو کر رہ جائے۔

کلکتہ اور کراچی دونوں کے سفر بعض مخلص افراد کی طلب پر اور محض اُن سے ملنے ملانے کے لیے قبول کیے تھے۔ کسی قسم کے پبلک جلسے میں مطلق شرکت نہیں کی اور اس پر لاہو

کے بعض احباب کی سخت ناخوشی مول لی۔

کرایہ وغیرہ کی رقم مخلص افراد سے تو قبول کرلیتا ہوں جن کا اخلاص جنچا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن پبلک اداروں میں سب ہی طرح کے لوگ شامل ہوتے ہیں اس لیے ان کا کسی قسم کا عطیہ قبول کرنے میں بڑا تامل رہتا ہے۔ انجمن سے اگر رقم آئی تو انشاءاللہ معذرت کے ساتھ واپس ہو جائے گی

ڈائری کا اشتیاق رہے گا۔ پیشگی شکریہ۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ نے مولانا مرحوم کو بمبئی یوم حسرت جو ۲۰ ؍ اور ۲۱ جنوری کو منایا جانے والا تھا کی صدارت کے لیے مدعو کیا تھا۔

(۲) اس سے مولانا کے ایک بڑے خاص معمول کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۳) جون ۱۹۵۵ء میں بعض مخلص اور خوشحال تجارت پیشہ ہم وطنوں کی دعوت پر کلکتہ کا سفر بیگم صاحبہ، خاکسار، ، ربڑی نواسی کے ساتھ کیا تھا۔

(۴) کراچی ملک غلام محمد صاحب کی دعوت پر۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۲؍ فروری ۱۹۵۶ء

برادرم السلام علیکم

میرا پچھلا خط تو عزیزی صدیقی کے نام تھا۔ بجائے ان کے جواب آپ نے دیا۔ جون میں موسم خراب ہونا شروع ہو جاتا ہے تو ہفتہ عشرہ قبل وسط مئی کے بعد مثلاً ۱۹ مئی سے تقریباً ایک ہفتے کا پروگرام ہو سکتا ہے۔ انشاءاللہ تین دن تو آمد و رفت میں لگ جاتے ہیں۔

شرف الدین مرحوم کے تیسرے لڑکے کا نام یاد پڑگیا۔ خلیل ندوی ثم جامعی معلوم نہیں اب کہاں ہیں؟ میں نے پوچھا تھا کہ عربی سیکنڈ ہینڈ کتابیں بمبئی میں مل سکیں گی؟ یہ معلوم ہو جائے تو کتابوں کے نام لکھ کر بھیجوں۔

جمعیۃ تمدن اسلامی کا دفتر آج سے دس بارہ سال قبل سنٹرل بینک کی عمارت ... Road پر تھا خدا معلوم جمعیۃ اب بھی قائم ہے۔

سیٹھ دادابھائی داؤجی کو مدت ہوئے ملایا چلے گئے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کے چھوٹے بھائی جوان ہی کی طرح مولانا کے خاص مخلصوں میں تھے۔

(۲) مکتوب الیہ بہت دنوں سے مولانا مرحوم کو بمبئی بلا رہے تھے موسم سے مراد بمبئی کا موسم ہے جہاں زبردست بارش جون میں شروع ہو جاتی ہے۔

(۳) عربی کتابوں کے مشہور کتاب فروش۔

(۴) یہ انجمن مولانا مرحوم کے خاص مخلص سیٹھ داداؤ بھائی نے قائم کیا تھا۔

(۵) مولانا کے ایک مخلص خصوصی۔

(۶) موجودہ ملیشیا۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۱ فروری ۱۹۵۶ء

برادرم! وعلیکم السلام

بمبئی کا پروگرام تو اصلاً آپ ہی کے دعوت پر بنا رہا تھا جب آپ کی موجودگی مشتبہ ہے تو ظاہر ہے کہ اپنا ۱۱، ۱۲ دن کا وقت کیوں ضائع کروں اس لیے اب پروگرام کو فسخ ہی سمجھئے۔

خطبۂ نکاح پر نظرثانی کا اس وقت وقت نکلنا ذرا مشکل ہی ہے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ نے لکھا کہ مئی میں آپ کی آمد کے موقع پر میری موجودگی مشتبہ ہے اس پر مولانا نے اپنا بمبئی کا پروگرام فسخ کر دیا۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۹ اپریل ۱۹۵۸ء

برادرم! وعلیکم السلام

تحریر کے لیے تو تعمیل ارشاد میرے لیے باعث فخر و سعادت ہے۔ لیکن اتنے تنگ وقت پر ایسی فرمائش کرنا اس دعاگو کے اخلاص و نیاز کا ذرا کڑا امتحان لینا ہے۔

مکتوب گرامی کل شام کو ملا اور آج ہی صبح بمبئی ڈاک سے یہ لفافہ روانہ ہو رہا ہے۔

مقدس لکڑی کا تبرک[۲] بھی پہنچ گیا۔ وجہ شکریہ سے بالاتر ہے۔ اس وقت آنکھوں سے لگانے کے بعد ایک الگ لفافے میں بند کر کے رکھ دیا ہے اور اوپر ہدایت لکھ دی ہے کہ ہم میاں بیوی کے کفن کے اندر رکھنے کے لیے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مراد مکتوب الیہ کی کتاب پر پیش لفظ ہے۔

(۲) خانۂ کعبہ کی چھت کی لکڑی کا ٹکڑا۔

بسم اللہ

دریاباد

۹ ستمبر ۱۹۵۵ء

برادرم! وعلیکم السلام

مسرت نامہ کئی دن ہوئے مل گیا تھا اور دل پوری طرح شکر گزار ممنون ہو چکا تھا۔[1]

ریلوے رسید پارسل کی کل وصول ہوئی۔ اس نے اس مسرت بے پایاں میں ایک خلش پیدا کر دی۔ ریلوے اسٹیشن بجائے دریاباد کے بارہ بنکی درج تھا۔ اناللہ۔ یہ ذرا سی غلطی کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔ دریاباد ریلوے اسٹیشن خود ہے۔ بارہ بنکی یہاں سے ۲۴ میل کے فاصلے پر ایک دوسرا اسٹیشن ہے۔

ایک آدمی وہاں پارسل لانے کو بھیجوں گا لیکن دیکھئے جو وہاں اس وقت تک پارسل پہنچ گیا ہو۔ ورنہ آدمی دوبارہ بھیجنا پڑے گا بلکہ شاید بار بار بھی کہ اس کا کچھ ٹھیک نہیں کہ پارسل کب پہنچے۔

بہرحال آپ دونوں کی انتہائی محبت اور اخلاص میں تو کوئی شبہ ہے ہی نہیں۔ اور اجر سارا اسی کا ہے۔ پارسل بھی دیر سویر انشاء اللہ مل ہی جائے گا۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ اور اُن کے چھوٹے بھائی نے مولانا مرحوم کے لئے ایک قیمتی جانماز بذریعہ پارسل بھیجی تھی۔ اسی جانماز کو مکتوب الیہ نے شریف میں بچھا کر ۲ مہینے نماز پڑھتے رہے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۱ ستمبر ۱۹۵۸ء

برادرم! وعلیکم السلام

وہی ہوا جس کا ڈر تھا کل آدمی بارہ بنکی جاکر ناکام واپس آیا۔ پارسل سہ کا چلا ہوا اب تک بارہ بنکی پہنچا ہی نہ تھا۔ اور خدا علوم کب پہنچے۔

بار بار آدمی بارہ بنکی بھیجنے کی بہت مشکل ہی سے ہوگی۔ ایک صورت ابھی خیال میں آئی کہ آپ اسٹیشن ماسٹر بارہ بنکی کو تار دے دیں کہ پارسل دریاباد Redirect کر دیا جائے ریلوے رسید کا نمبر 50 - P 7851 ہے۔

میں تو کچھ مایوس ہو چلا ہوں اور اپنے معاملات میں بار ہمت بھی بہت واقع ہوا ہوں۔ طبیعت ہر معاملے میں سکون ڈھونڈتی ہے۔ جہاں ذرا گڑبڑ ہوئی یا اینچ پینچ پڑا فوراً ہی منقبض و منتشر ہو جاتی ہے۔[1]

اگر تار مجھے بھی دینا چاہیں تو نوٹ کر لیجئے کہ دریاباد تار گھر ہے بارہ بنکی اگر اس کے ساتھ لکھا گیا تو تار بارہ بنکی چلا جائے گا۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) مولانا مرحوم کا اصل مذاق یہی تھا لیکن وہ جائز سعی و تدبیر ہر معاملے میں کرتے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۳ ستمبر ۱۹۵۸ء

برادرم! السلام علیکم

ابھی ابھی پارسل ایک صاحب بارہ بنکی سے وصول کر لائے(۱) ابھی کھولا بھی نہیں — ڈاک کا وقت نکلا جا رہا ہے۔ الحمدللہ بڑا اطمینان ہوا۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) وہی جانماز کا پارسل۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۵ ستمبر ۱۹۵۸ء

عزیز مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

پارسل کی محض رسید پرسوں لکھ چکا ہوں۔

کھولنے کے بعد سب چیزیں اس میں صحیح و سالم پائیں۔ جانماز اور السی مطہر اور مقدس جانماز کا شکریہ کس زبان سے ادا کیا جائے۔ اسے آنکھوں سے لگایا اور سر پہ رکھا — جزائے خیر اللہ پاک عطا فرمائے۔

ہاں صاحب کتابوں کے لئے شکریے کے ساتھ شکوہ بھی۔

میں نے تو صرف یہ چاہا تھا کہ کتابیں سیکنڈ ہینڈ آپ کے ذریعہ سے ایک تو مل جائیں اور پھر ارزاں رہیں۔ آپ کی وہی مہربانی کیا کم تھی لیکن آپ نے غضب یہ کیا کہ(۱) جدید نوی قیمت نئی اور اب اقرب الموارد کی بھی قیمت کا کوئی ذکر نہ کیا!

یہ تو ذرا زیادتی ہی ہے اور ان تجربوں کے بعد ہمت نہیں پڑتی کہ بقیہ فرمائشوں (البدایہ والنہایۃ) کی یاد دہانی آپ سے کروں۔ اسے ذرا سوچ لیجئے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) عربی کی مشہور لغت جو طالب علموں کے لیے بڑے کام کی ہے۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۳ جنوری ۱۹۵۹ء

برادرم! السلام علیکم

سیٹھ دادا بھائی کا پر زور خط ملایا سے آیا ہے کہ انگریزی تفسیر میں یا ہندوستان میں چھپوانے پر تیار ہوں۔ آپ مسودہ تاج کمپنی سے منگوا کر مجھے بھیج دیں۔

اب چونکہ تاج کمپنی سے بالکل مایوس ہو چکا ہوں اس لیے انھیں مسودہ واپس کرنے کو لکھ دیا ہے۔

وہ ایسا کرنے کیوں لگے۔ لیکن بالفرض انھوں نے مسودہ واپس کر دیا تو کیا بمبئی میں اچھی انگریزی چھپائی کا انتظام ہو سکے گا؟

سیٹھ صاحب نے لکھا ہے کہ وہ سوا لاکھ کی رقم اس پر خرچ کرنے کے لیے تیار ہیں۔

اردو تفسیر کی نظر ثانی بہت کچھ کر چکا ہوں کوئی بڑا پبلشر اگر اس کے لیے آمادہ ہو جائے تو طبع ثانی کے لیے مسودہ انشاء اللہ تھوڑے ہی دن میں تیار ہو سکتا ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مولانا مرحوم کے ایک بڑے مخلص۔

(۲) اس لیے کہ ناشر نے بہت ہی زیادہ دیر لگائی ۱۹۴۰ء میں اشاعت کے لیے گریمنٹ پر دستخط کرائے اور تفسیر جاکر کہیں کوئی ۱۸/۱۷ برس کے بعد مکمل شائع ہوئی۔

(۳) افسوس ہے کہ کوئی پبلشر نہ مل سکا اور مولانا کی زندگی میں اردو تفسیر کے دوسرے ایڈیشن کی دو جلدیں دسویں پارہ تک شائع ہوئیں اور انتقال سے کچھ پہلے گیارہواں پارہ علیحدہ شائع ہوا۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۹ مئی ۱۹۵۹ء

کرم گستر! السلام علیکم

جی ہاں ان سیٹھ صاحب[1] کی دماغی حالت کی طرف سے میں مطمئن نہیں ہوں لیکن باوجود اس کے یہ نام حرف سے دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ وہ کبھی نہ چھاپیں گے تو وہ تو یوں بھی نہیں چھپ رہا ہے۔

بہرحال تاج کمپنی نے تو منظوری تو دے دی اور لکھا کہ مسودہ ہم آپ کے بھیجے ہوئے پتے پر بھیج دینے کے لیے تیار ہیں لیکن جو مطبوعہ جلدیں[2] ہمارے پاس ہیں ان کا کیا ہوگا کیا وہ صاحب ہم سے خرید لیں گے؟ میں نے یہ لکھ دیا ہے کہ یہ کاروباری معاملہ آپ براہ راست انھیں سے طے کرلیں۔

جمعیۃ تمدن اسلامی والے[3] اگر چالیس پچاس ہزار کی رقم اس تفسیر کے کام میں لگا دیں تو یہ تو سیٹھ صاحب کی مرضی کے عین مطابق ہوگا۔

ہاں صاحب کیا جمعیۃ والے اپنے حصہ داروں[4] کو کچھ نہیں دے رہے ہیں۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) سیٹھ احمد داد ابھائی۔

(۲) انگریزی تفسیر اس وقت تک مکمل شائع نہیں ہوئی تھی۔ صرف دو یا تین جلدیں شائع ہوئی تھیں۔

(۳) اس انجمن سے سیٹھ صاحب کا بھی گہرا تعلق تھا۔

(۴) مولانا مرحوم بھی اس انجمن کے حصہ دار تھے یہ انجمن ایک لیمٹیڈ کمپنی کی حیثیت بھی رکھتی تھی۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۶ اپریل ۱۹۵۹ء

برادرم! السلام علیکم

سیٹھ داد ابھائی کی ایک تازہ تحریر ٹائپ شدہ کی نقل ملفوف ہے۔
مجھے تو یقین نہیں آتا کہ کمپنی والے اس کی تعمیل کریں گے۔

ہاں یہ فرمائیے کہ کراچی سے روپیہ آنے کی کوئی سبیل ہے۔ بڑی دنوں کے بعد اب خدا خدا کر کے تاج کمپنی نے ایک رقم (تخمینۂ ایک ہزار ہوگی) ارسال کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔

میں نے فنانس سکریٹری حکومت پاکستان کو لکھ کر اجازت چاہی کچھ جواب ہی نہ آیا۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) یہ سلسلہ طباعت تفسیر ماجدی انگریزی۔

(۲) تاج کمپنی نے رائلٹی بھی بہت دیر میں ادا کی اور اس سلسلہ میں مولانا مرحوم کو خاص زحمت اٹھانی پڑی۔ خاص کر مولانا جمال میاں فرنگی محلی اور چودھری محمد علی سابق وزیر اعظم پاکستان سے

کی کوششوں سے یہ رقم مولانا کو وصول ہو پائی۔

بسم اللہ

دریاباد

۹ مئی ۱۹۵۹ء

برادرم! السلام علیکم

میرے عزیز مخصوص خان بہادر حاجی مسعود الزماں بیرسٹر باندا سے آپ واقف ہوں گے۔ انتقال کو ابھی ۱/۲ سال ہی ہوا ہے ان کی بیوی حج کی تمنائیں مدت سے تھیں۔ اب مشتاق تر ہو گئی ہیں۔

ادھر ان کے لڑکے ڈاکٹر اشرف الزماں ایم۔ بی۔ بی۔ ایس جو باندا ہی کے قریب اسسٹنٹ سرجن تھے کی دفعتہً ڈیوٹی انھیں کی خواہش اور درخواست پر اب کی حج میں لگ گئی۔ ۲۷ راپریل کو انھیں تار ملا کہ ۲۹ کو ہی پہنچ جاؤ اور ۳۰ راپریل کے جہاز میں روانہ ہو جاؤ۔ بے چارے کو فوراً روانہ ہو جانا پڑا۔ ماں تک سے نہ مل سکے بمبئی پہنچ کر اس جہاز میں جگہ نہ ملی اب ۸ رمئی کو روانہ ہوئے ہونگے۔

اب وہ بے چاری جانے کو بہت بیقرار ہو رہی ہیں آخری جہاز شاید ۳ رجون کو روانہ ہو رہا ہے جانتا ہوں کہ دیر بہت ہو چکی ہے اور اب سفر کا کیا امکان ہے۔ پھر بھی اپنی والی پوری کوشش تو آخری وقت تک کر لینا ہے۔ اگر آپ کے ذریعے کوئی بھی صورت نکل سکے تو کسی جہاز پر ایک فرسٹ کلاس اور ایک تھرڈ کلاس ریزرو کرا کر ان کے بڑے صاحب زادے کو تار سے مطلع کر دیں شیخ انور الزماں ایڈووکیٹ، باندا۔

ظاہر ہے کہ آپ اپنی والی کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے گو سمجھتا ہوں کہ کامیابی اس کے بعد بھی موہوم ہے۔ اتنی قلیل مدت میں سارے مرحلے طے ہو جانا قریب بہ محال ہی ہے۔

والسلام دُعاگو

عبدالماجد

(۱) مولانا مرحوم کے سالے۔

(۲) جنوری ۱۹۵۸ء میں۔

(۳) ان محترمہ کا نام بھی مشتاق النساء ہے۔

(۴) مراد بیگم شیخ مسعود الزماں۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۱ مئی ۱۹۵۹ء

برادرم! السلام علیکم

پرسوں جس ضرورت سے خط لکھا ہے اتفاق سے ویسی ہی ضرورت آج پھر پیش آگئی۔ اُس کے پورے ہونے کی توقع کب تھی چہ جائیکہ اس کی، لیکن ان کا معاملہ شاید آسان تر ہے۔ مولانا محمد ہاشم فرنگی محل لکھنؤ عمر ۷۴ سال مسافر ڈک کلاس ان کا نام ویٹنگ لسٹ میں داخل ہے حسب جواب مغل لائن کپنی نمبر 2 ـ W1190 چاہتے یہ ہیں کہ انھیں جگہ ۳ جون والے جہاز پر مل جائے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۳ اگست ۱۹۵۹ء برادرم! السلام علیکم

انشاء اللہ آپ مع الخیر وطن واپس آگئے ہوں گے۔ آگے پڑھنے سے قبل دعائے خیر اس عاصی کے حق میں کر دیجئے۔

جمیعۃ التمدن اسلامی کا خط مہینوں کے بعد اب کل موصول ہوا (انگریزی میں) اصل خط
تو شاید آپ کو دیکھنے کو مل جائے۔ میں جو جواب اس ڈاک سے روانہ کر رہا ہوں، اس کی
نقل دوسرے صفحہ پر حاضر ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

(۱) یہ خط انگریزی تفسیر کے بارے میں تھا۔ جمیعۃ کے بانی سیٹھ احمد دادا بھائی یہ چاہتے تھے
کہ جمیعۃ مولانا مرحوم کے اس عظیم الشان دینی خدمت کے صلے میں ایک گرانقدر رقم
پیش کرے۔

بسم اللہ

دریاباد
۸ ستمبر ۱۹۵۸ء

برادرم! وعلیکم السلام

خیریت نامہ بڑے انتظار کے بعد کل شام کو ملا۔ بخیریت معاودت وطن پر مبارک باد
قبول ہو۔ یہ سال تازہ حج کی سعادت پر مبارک باد میں کہاں تک پیش کروں۔ جی ہاں سیٹھ دادا
بھائی کے متعلق اور بھی دو ایک اطلاعیں اسی قسم کی آچکی ہیں لیکن اس میں میرا آخر کیا قصور ہے؟
ورنہ میں اگر یہ نہ کرتا تو اور کیا ہوتا؟ یہ تاج کمپنی سے ۱۹-۲۰ سال کے بعد بھی مایوس نہ
ہوتا؟ جب ادھر سے یاس کامل تھی تو ایک نئے تجربے میں آخر نقصان ہی کیا ہو سکتا ہے؟ ـــــ
بس یہی ہوگا کہ نہ چھپے گا تو وہ تو یوں بھی نہ چھپ رہا تھا۔ تاج صاحب ـــــ نے جنوری میں مسودہ
بھی واپسی کا صریح وعدہ کر کے آج تک مسودہ واپس نہ کیا۔

رائلٹی کا نام ہی نہ لیجیے۔ اسی کم بخت چیز نے تو تاج صاحب سے یہ وعدہ خلافیاں کرائی
ہیں نہ چھاپنے اور ڈال رکھنے سے وہ اپنا تو ظاہر ہی ہے نقصان کر رہے ہیں بدگمانی اگر نہ

سمجھیے تو مجھے یقین ہے کہ وہ میری موت ہی کا راستہ دیکھ رہے ہیں کہ رائلٹی طلب کرنے والا زندہ ہی نہ رہے جب اطمینان سے چھاپیں۔ دو جلدیں جو چھاپی ہیں انھیں سے دریافت فرمائیے کہ ایک حبہ بھی ان کی رائلٹی کا بھیجا ہے۔

دادا بھائی خود کہاں سے دیں گے اور نہ میں نے ایک حرف از خود زبان سے نکالا۔ انھوں ہی نے لکھا ہے کہ وہ ایک گرانقدر رقم جمعیۃ التمدن الاسلامی سے دلوا دیں گے۔

آپ تو خود بھی اس ساری مراسلت سے واقف ہیں نہ واقف ہوں تو ان کے دفتر سے دیکھ سکتے ہیں۔ کسی نہ کسی طرح چھپ جانے ہی کے لالے پڑے ہوئے ہیں اور اب یہ رائلٹی کا سوال پیدا کر کے کیا میں اور خطرے اس کے لیے پیدا کر دوں؟

۲۰ ستمبر کو میرا ایک دستی خط لے کر ایک مصیبت زدہ عزیز بمبئی روانہ ہوئے ہیں۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) ۲۰ سنہ ء میں تاج کمپنی سے انگریزی تفسیر قرآن کی طباعت اور اشاعت کا معاہدہ ہوا تھا لیکن ۱۹۵۹ء تک صرف ایک ہی جلد تاج کمپنی نے شائع کی۔ انتہائی روح فرسا اور تلخ تجربہ!

(۲) مراد شیخ عنایت اللہ صاحب تاج کمپنی لاہور

(۳) مولانا کے ایک عزیز قریب شیخ ولی احمد رئیس قصبہ اچھولی (دریاباد کے قریب) کینسر کے مرض میں مبتلا ہو کر بغرض علاج بمبئی گئے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۴؍اکتوبر ۱۹۵۹ء

برادرم! السلام علیکم

وہ عزیز بمبئی سے برابر خط میں آپکا ذکر خیر بڑی ہی ممنونیت سے کرتے ہیں۔ جزاک اللہ اور سنئے۔ تاج کمپنی والے برابر میرے انگریزی مسودے پر قبضہ کیے ہوئے چھپائی کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ تازہ جلد کل موصول ہوئی حالانکہ مسودہ میں جنوری میں واپس مانگ چکا تھا اور وہ حضرات اس کا وعدہ بھی کر چکے تھے۔

خیر اس قبضہ غاصبانہ کے اور جو پہلو ہیں تو وہ ہیں ہی لیکن شرافت اور دیانت کا ایک کھلا ہوا تقاضا یہ تو شاید تھا ہی کہ جس مصنف کے مسودے سے سراسر منافع اٹھایا جا رہا ہے اسے کم سے کم اس کی رائلٹی تو دے ہی دی جاتی اس کے Terms پر نہیں اپنے ہی Terms پر۔ معاہدہ کے وقت ۱۹۴۰ء میں رائلٹی کی شرح بیس فی صدی خود انہی حضرت نے رکھی تھی بعد تکمیل معاہدہ کے خط آیا کہ ہم دوران جنگ صرف ۱۲½ فی صدد دے سکیں گے منظور نہ کرتا تو کیا کرتا۔ اتنا غنیمت ہوا کہ اس کے چھپے ہوئے دو پاروں کی رقم اسی شرح سے ادا بھی کر دی۔

لیکن اب جب ۱۹۵۶ء میں از سر نو چھپائی شروع کی تو خط آیا کہ ہم اب صرف دس فی صدی دے سکیں گے۔ ایک بڑی فرم کے لیے ایسی بدعہدیاں کس حد تک زیبا ہیں۔ لیکن اب میں کرتا تو کیا کرتا۔ یہی لکھ بھیجا کہ جو آپ کی مرضی لیکن حسب دستور سابق اس رقم کو اسی وقت ادا کر دیں جواب آیا کہ ابھی کیسے ہم تو کاپیوں کے فروخت ہونے پر کریں گے۔ انا اللہ۔

کل تفسیر کی قیمت ساٹھ روپیہ ہے اور کاپیاں تین ہزار تو بہر حال چھاپ رہے ہیں اس حساب سے کل آمدنی ایک لاکھ اسی ہزار کی رائلٹی اٹھارہ ہزار ہوئی اور اگر پانچ ہزار کا ہو وہ والی

روایت صحیح ہے تو تین لاکھ کی آمدنی ترپن ہزار ــــ صبر و قناعت کے فضائل بزرگوں سے سُنتے ہوئے کچھ کان میں پڑے ہوئے ہیں اس لیے مطالبہ ہرگز نہیں پیش کرتا۔

آپ کو مخلص اور صاحب اثر سمجھ کر صورت حال سے صرف اطلاع دے رہا ہوں۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) سلسلہ مکتوب نمبر ۲۱۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۲ر نومبر ۵۹ سنہ

برادرم! السلام علیکم

کاغذ مع دستخط واپس ہے [1]

آپ ہی کی طرح ایک مخلص خصوصی اور ہیں مولانا جمال میاں فرنگی محلی لکھنوی ثم پاکستانی [2]۔ انھوں نے بھی اس معاملے میں پوری دلچسپی اور کوشش کا اظہار کیا ہے اور ان شاء اللہ آپ سے ہر ممکن تعاون کریں گے۔ اب آپ اور وہ دونوں مل کر جو بھی ذریعہ منتخب فرمائیں۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ نے مرحوم کی رائلٹی کی رقم دلانے کی امید اپنے خط میں دلائی اور تحریر دستخط کے لیے بھیجی۔

(۲) موصوف نے تاج کمپنی سے رائلٹی دلوانے کی بڑی کوشش کی اور بالآخر طویل جد و جہد کے بعد کامیابی ہوئی۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۱ نومبر ۱۹۵۹ء

برادرم! وعلیکم السلام

عجیب بے خیالی ہوئی۔ آپ کے مکتوب کا دوسرا جز دجواب لکھتے ہوئے بالکل خیال ہی میں نہ آیا۔

اب آپ کا دوسرا خط آنے پر اسے پڑھا۔

تاج کمپنی سے اب کوئی معاملہ کرنے پر میں توتوبہ کرچکا تھا(۱) لیکن اب اس میں آپ کا توسط ہے اس لیے کچھ زیادہ عذر نہیں۔

ترجمہ پر نظر ثانی کی ضرورت یقیناً ہوگی۔ بیس برس کی مدت بہت بڑی ہوئی۔ اس میں مصنف کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔

رائلٹی وغیرہ جو کچھ آپ ہی طے فرمادیں قبول کرلونگا۔ اپنی زبان سے کچھ نہ کہوں گا۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) اس کی بدعہدی کی وجہ سے۔

بسم اللہ

دریاباد

یکم دسمبر ۱۹۵۹ء

برادرم! السلام علیکم

بمبئی سے وہ نئیل عزیز واپس آگئے آپ کی مدح و تشکر میں رطب اللسان۔

ہال میاں کا خط کئی روز ہوئے آیا تھا آپ کے لیے لکھا تھا کہ اس معاملہ میں بڑی احتیاط

سے کام لیں یعنی کوئی بات حکومت کے قانون مالیات کے خلاف نہ ہونے پائے میں نے جواب لکھ دیا کہ غریب صاحب ماشاء اللہ خود ہی بڑے محتاط ہیں۔ احتیاط مزید کے خیال سے آپ کا پیغام بھی پہنچا دوں گا۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) اس لیے کہ بغیر دونوں حکومتوں کی اجازت کے روپیہ منتقل نہیں ہو سکتا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

۳۰ دسمبر ۱۹۵۹ء

برادرم! وعلیکم السلام

۱ - تاج کمپنی کا خط واپس ملفوف ہے۔

۲ - دونوں نمونے مجھے منظور ہیں۔ البتہ فارسی میں مختصر تفسیری حاشیوں کے لیے کام ظاہر ہے کچھ بڑھ ہی جائے گا۔

۳ - یہ منظوری بڑی پس و پیش کے بعد دے رہا ہوں۔ آج کل وقت کا بہت بڑا حصہ اردو تفسیر کی مفصل و مکمل نظر ثانی میں لگ رہا ہے، بعض جگہ صفحے کے صفحے بالکل نئے ہو گئے ہیں۔ اس وقت گیر مشغولی کے ساتھ انگریزی کام کے لیے وقت نکالنا آسان نہیں خصوصاً جب کہ کارکردگی کی وہ صلاحیت و ہمت باقی نہ رہی جو آج سے ۲۰۔۲۵ سال قبل تھی۔ تذبذب و تامل اس لیے بالکل قدرتی ہے۔

۴ - جب انگریزی کام ۱۹۳۳ء میں شروع کیا تو کبھی تجارتی نفع کا خیال تک نہ تھا۔ سارا سہارا بس اجر آخرت ہی کا تھا۔ رائلٹی وغیرہ کا خیال تو کئی سال بعد لوگوں نے، جعفری نے تاج کمپنی کے حوالے سے دلایا۔ اب بھی بحمد اللہ رقم کی کمی و بیشی کی طرف ذہن کو مطلق التفات

نہیں بس شرط صرف یہ ہے کہ اس کے لیے طویل انتظار نہ کرنا پڑے۔ اور یہ بھی سب اس صورت میں کہ جب وہ کچھ دینا منظور کریں ورنہ اس کا سرے سے کوئی سوال ہی نہیں۔ تاج کمپنی کی طرف سے اصل گرانی جو طبیعت میں پیدا ہوئی اس طویل انتظار ہی سے ہوئی۔

آگے آپ جو کچھ بھی فرمائیں ایسا صاحب فہم مخلص مجھے اور کون ملے گا۔ صاحب فہم کی خوبی بڑی قدر کی ہے۔ زندگی میں صاحب فہم مخلص چند ہی ملے، انھیں میں مرحوم ڈاکٹر عبدالحق مدراسی تھے جنھیں آج تک یاد کرتا ہوں۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) جب مولانا مرحوم نے قرآن مجید کا کام شروع کیا اس وقت عمر چالیس برس تھی اور اس خط کے لکھتے وقت وہ ۷۶ برس کے ہو چکے تھے۔

(۲) یہ مولانا کے مخصوص مخلصوں میں تھے۔ ان کا تفصیلی ذکر آگے چل کر آئے گا۔

(۳) یہی مولانا مرحوم کا مذاق طبیعت تھا۔

(۴) ڈاکٹر صاحب مرحوم کے صاحب فہم ہونے کے مولانا بہت قائل تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۲ جنوری ۱۹۶۰ء

برادرم! السلام علیکم

یہ [illegible] لفافہ بھیجا یہ اس کا ضمیمہ ہے

دو تفسیر کے سلسلے میں بجائے رائلٹی کے نقد معاوضہ پانچ سو روپیہ تاج کمپنی نے [illegible] میں نے منظور کر لیا تھا۔ ادھر مسودہ دہ پہنچا تھا ادھر وہ رقم روانہ کر دیتے تھے۔

آخر کے ۴۰۲ پاروں کے لیے البتہ مدتوں انتظار کرنا پڑا تھا۔

انھیں کی پیش کردہ ایک صورت آپ کے علم میں لے آیا اس سے زیادہ اور کچھ مقصود نہیں۔

۲۔ انگریزی کام میں ایک خرچ ٹائپ کرانے کا اچھا خاصا بڑھ جاتا ہے بس اس کا بھی خیال رکھ لیا جائے۔

روپے پیسے کا ذکر ان معاملات میں طبیعت پر خواہ کیسا ہی گراں گذرے بہرحال لے آنا ہی پڑتا ہے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۲ جنوری ۱۹۶۰ء

برادرم! السلام علیکم

اس خط کے حامل میرے ہم نام ہی نہیں ہم ضلع بھی ہیں اور اپنی کم سنی ہی سے مجھ سے ملتے رہے ہیں۔ بہرائچ کے نارمل اسکول میں ٹیچر ہیں اور محض اپنے ذاتی شوق سے اس مرتبے تک پہونچے ہیں۔

اس سال جہاز محمدی (۹ فروری) سے حج بیت اللہ کی توفیق پا رہے ہیں۔ زیادہ خرچ کرنے کی حیثیت نہیں رکھتے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں قیام [illegible] میں [illegible] متردد ہو رہے ہیں۔ حیدرآباد بھوپال کی رباطیں اب باقی ہی کہاں ہوں گی ورنہ وہاں بھیج دیتا۔

بہرحال آپ دونوں صاحبان کے امکان میں جو ہو گا اس سے تو ان کی رہنمائی فرما دیں گے۔

حاجی محمد اصطفا خاں لکھنوی ثم کراچوی (کارخانہ اصغر علی محمد علی عطر والے) میرے خاص مخلص ہیں۔ ان کا ایک مکان مدینہ میں اس غرض کے لیے ہے۔ وہ خود اگر وہاں ہوئے جب تو ٹھیک ہے ورنہ وہاں کے انچارج خدا معلوم کون صاحب ہوں ہیں اُن سے واقف نہیں۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مراد مکتوب الیہ اور ان کے چھوٹے بھائی محمد صدیق میمن ہیں۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۹ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

برادرم! السلام علیکم

یہ مراسلہ[1] کل موصول ہوا۔ اس سے اتنا اندازہ تو ہوا کہ کارروائی بہرحال جاری ہے کسی رفتار سے سہی۔ سرکاری دفتری چکر تو اپنی سست رفتاری کے لیے مشہور ہی ہیں لیکن اس میں تو سستی تاج کمپنی کی نظر آرہی ہے

میری بڑی لڑکی[2] (اہلیہ حکیم عبدالقوی) حج کے لیے بیقرار ہے اس کے لیے سفر ۱۰ مئی ہی کے جہاز سے ممکن ہے۔ اس سے عزیزوں کا ایک قافلہ جارہا ہے جس میں اس کی حقیقی ممانی بیوہ خان بہادر شیخ مسعود الزماں (والدۂ ڈاکٹر اشرف الزماں شامل ہیں) خدا کرے اب بھی ٹکٹ کی کوئی صورت نکل آئے۔ عزیزہ سخت بے حال ہو رہی ہے۔ نہ جا سکی تو انتہائی مایوسی ہوگی۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) اسٹیٹ بینک پاکستان کا خط مولانا مرحوم کے نام آیا اس میں انہوں نے تاج کمپنی کے نام خط کی نقل بھیجی تھی رائلٹی کے سلسلے میں۔

(۲) موصوفہ عبادات سے والہانہ شغف بچپن ہی سے رکھتی ہیں اور بڑی ہی عابدہ ہیں۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۸ جنوری ۱۹۶۰ء

برادرم! السلام علیکم
دونوں خط مل گئے تھے۔

اصل سہولت تو مجھے قسطوار ہی میں رہے گی[۱]۔ یہ نہ ہو سکے تو یک مشت رقم آپ کی پیش کی ہوئی منظور ہے۔ البتہ اس صورت میں ٹائپ کا بل بھی تاج کمپنی کے ذمے رہے گا۔

لڑکی کو سیٹ تو مل گئی لیکن بمبئی والے جہاز سے۔ ان کا قافلہ، ۱۷ مئی کے جہاز سے روانہ ہو رہا ہے۔ خدا کرے کوئی صورت اس جہاز کے لیے نکل آئے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) ترجمہ قرآن مجید انگریزی کی رائلٹی مراد ہے۔
(۲) مولانا مرحوم کی سب سے بڑی صاحب زادی، اہلیہ حکیم عبدالقوی صاحب۔

بسم اللہ

دریاباد
۲ فروری ۱۹۶۰ء

برادرم! السلام علیکم
ابھی مکتوب ملا۔ یہ فرور لکھ بھیجئے گا کہ مکہ معظمہ جانے اور واپسی کا تخمینی پروگرام کیا ہے؟ جانا کس جہاز سے ہے[۱]۔

انگریزی ترجمہ کا کام اللہ کا نام لے کر شروع کر دیا ہے۔

والسلام دعاگو
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ سفر حج کو جا رہے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد
یکم مارچ ۱۹۶۰ء

برادرم! السلام علیکم

عرصے سے خیریت نامہ نہ ملنے سے دل لگا ہوا تھا۔ حکیم عبدالقوی سلمہٗ کے نام کا خط مورخہ ۲۲ فروری مجھے کل وصول ہو گیا اس سے خیریت تو معلوم ہی ہو گئی اب معاملات کی سنئے!

ا۔ شیخ صاحب کو اردو تفسیر کے معاوضے کی جو آخری رسید میں نے بھیجی تھی اس میں یہ لکھ دیا تھا کہ کل اتنی رقم پہلے ایڈیشن کی بابت وصول پائی اس پر خط آیا کہ یہ رقم تو دائمی حق تالیف کی تھی میں۔ نے جواب میں یہ لکھ دیا کہ

(الف) جب معاہدہ میں کوئی تصریح نہیں تو کاپی رائٹ قانون میں مراد ہمیشہ پہلے ہی ایڈیشن سے ہوتی ہے۔ اگر میں غلط فہمی میں ہوں تو آپ کسی قانون کا حوالہ اپنے موافق لکھ بھیجئے میں تسلیم کر لوں گا۔

(ب) قانون کو جانے دیجئے۔ آپ نے خود اتنے طویل عرصے میں کبھی اپنی کسی تحریر میں اس کا اظہار کیا ہو تو وہی مجھے لکھ بھیجئے۔

(ج) یہ دونوں چیزیں بھی نہیں تو لاہور یا کراچی کے چند معتمد اہل قلم و اہل پریس سے اپنی تائید کرا دیجئے اس پر بھی میں قائل ہو جاؤں گا۔

شیخ صاحب ان تینوں میں کسی ایک شرط کو بھی نہ پورا کر پائے۔

اردو چھپائی میں اتنی تاخیر کی کہ اس ۱۰-۱۵ برس کے عرصے میں تفسیر بہت کچھ out of date ہو گئی

معلومات کا اضافہ بہت کچھ ہوگیا۔ بعض بعض حصّے تو گویا نئے ہو گئے اس لیے دوسرا ایڈیشن نکالنا ناگزیر ہوگیا ہے۔

۲ - پہلے ایڈیشن کی کھائی چھپائی بھی میری مرضی کے مطابق نہ ہوئی میں نے ایک کتاب تفسیر لکھی تھی اور اسے مستقل کتابی حیثیت دینا چاہتا تھا۔ شیخ صاحب نے اسے مصحف محشیٰ کی صورت میں طبع کر دیا۔ پڑھنے والے پر نفسیاتی اثر دونوں صورتوں کا بہت مختلف ہوتا ہے۔

۳ - مدت ہوئی میں نے شیخ صاحب کو لکھا ایک بار نہیں تین بار کہ اردو مسودہ کا ایک ایک پارہ مجھے بھیجتے جائیں تاکہ میں ترمیم و اضافے کے بعد انھیں چھپنے کو واپس بھیج دیا کروں اسے قبول فرمایا لیکن عمل ایک بار بھی نہیں کیا۔ یہ سراسر انھیں کے نفع کی چیز تھی اس کے بعد نئے ایڈیشن کی ضرورت اتنی شدید باقی نہ رہ جاتی۔

۴ - نئے انگریزی ترجمے کی شرح آپ نے زائد ہی رکھ دی ہے اور خصوصًا ٹائپ کی تو بہت ہی زیادہ رکھ دی اس سے کم میں ٹائپ اور مقابلہ دونوں کرالوں گا اس لیے اس رقم کو آپ کم کرا سکتے ہیں۔

یہ کاروباری سودے کرتے وقت میرے دل کو سخت تکلیف بھی ہوتی ہے اور شرمندگی بھی خصوصًا قرآن مجید کے سلسلے میں۔

رقم کی تعداد کے بارے میں بحمداللہ اپنے دل کو غنی پاتا ہوں۔ زیادہ کی ہوس ہرگز نہیں رکھتا۔ اس پر دعا کرتا رہتا ہوں کہ کہیں اس سے وہاں کا اجر نہ کٹ جائے اور اتنا ہی ملے جو میرے ظرف کے اندر ہو۔ مال بھی اپنے صرف کے حقوق رکھتا ہے ایسا نہ ہو کہ میں کم ظرف زیادہ مال پا کر بدراہ و بدعمل ہو جاؤں۔

ہاں بس اس کی فکر رہتی ہے کہ جو کچھ بھی طے ہو جائے انگریز پبلشر کی طرح مشین کی پابندی اور باقاعدگی سے وصول بھی ہو جائے گھِس گھِس کر کے اور بار بار کے تقاضوں سے بڑی ہی کوفت ہوتی ہے۔

یہ آپ نے بالکل صحیح لکھا کہ مثلاً جب دو پارے تیار ہو جائیں تو اس کا معاوضہ ادھر سے وصول ہو جائے لیکن اس کی عملی شکل کیا ہوگی وی۔ پی کھلا ہوا تو ہے نہیں جو ادھر بھیج دیا جایا کرے جیسا کہ اردو تفسیر کے زمانے میں تھا۔

۵۔ ہاں صاحب یہ تو مستقبل کے متعلق ہوا۔ باقی جو رقم رائلٹی کی انگریزی تفسیر جلد اوّل پر مدت سے واجب الادا چلی آرہی ہے اور جس کے لیے مختار نامہ محامد اللہ صاحب انصاری کے پاس موجود ہے اس کی بابت معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہ ہو سکا۔

یہ نہ معلوم ہوا کہ آپ کا پروگرام حجاز کا کب سے کب تک کا ہے۔

عزیزی صدیق سلمہ کا مفصل محبت نامہ عرصہ ہوا مل گیا تھا ایک حصہ صدق میں بھی دے دیا ہے۔

والسلام دُعاگو
عبدالماجد

(۱) تاج کمپنی کے معاملات تفسیر کی اشاعت و طباعت کے بارے میں۔

بسم اللہ

دریاباد
۹ مارچ سنہ ۱۹۶۰ء

برادرم! وعلیکم السلام

دو سطریں قلم برداشتہ حاضر خدمت کیے دیتا ہوں[1]

تاج کمپنی سے وہ پچھلی رقم (انگریزی رائلٹی والی) وصول کرنے میں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی کوششیں ابھی تک ناکام ہی رہیں ورنہ آپ ذکر ضرور کرتے۔

والسلام دُعاگو
عبدالماجد

یہ سطریں مکتوب الیہ کی کتاب "غریب کا حج" پر لکھی گئیں۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۰ مارچ ۱۹۶۰ء

برادرم وعلیکم السلام

کل صبح "غریب کالج" پر دو چار لفظ لکھ کر بھیج چکا تھا کہ شام کو محبت نامہ مل گیا۔
اب جب تک تاج صاحب وہ پچھلا حساب صاف نہ فرمائیں کسی نئی معاملت کی ہمت کیوں کر ہو سکتی ہے۔ میرے خیال میں آپ انھیں یہی صاف تحریر فرما دیں۔ بنک کے خط سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اب تاخیر بنک کی طرف سے نہیں خود انھیں حضرت کی طرف سے ہو رہی ہے۔
جی ہاں مصلح صاحب[1] کے کام پر نظرِ ثانی کی بات پوری طرح میری سمجھ میں بھی نہیں آئی ایک پارہ نمونہ کا بھیجیں اور یہ تصریح کر دیں کہ کس قسم کی خدمت وہ مجھ سے لینا چاہتے ہیں۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مراد مولوی ابو محمد مصلح صاحب جو قرآن مجید اور اس کی تعلیمات کی اشاعت کے لیے بہت ساعی رہتے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۴ اپریل ۱۹۶۰ء

برادرم! السلام علیکم

وہ کینسر کے مریض عزیز شیخ ولی احمد ساکن ایچولی آپ کے بہایت درجہ ممنون کرم اب پھر ڈاکٹر کی حسب ہدایت شروع مئی میں بمبئی کا ارادہ کرتے ہیں اور فکرمند ہیں کہ اب کی قیام کا انتظام کیا رہے گا اس بار تو آپ نے مسافر خانے میں جگہ دلوا دی تھی اب کی مسافر خانہ

حاشیوں سے کچھا کھچ بھرا ہوگا ۔

حکیم عبدالقوی مع اپنی اہلیہ[1] کے غالباً ۱۱ مئی کو بمبئی پہنچ جائیں ۔

شرف علی کا مرسلہ پارہ اول میں نے دیکھ لیا تھا اور لکھ دیا تھا کہ باقی پارے بھی بھیج سکتے ہیں جواب نہ آیا ۔

تاج کمپنی کی طرف سے حسب معمول خاموشی ہے اس پچھلی رائلٹی سے متعلق ۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) حکیم صاحب کی اہلیہ حج کرنے جارہی تھیں حکیم صاحب انھیں پہنچانے بمبئی تک گئے تھے ۔

بسم اللہ

دریاباد

۸ اپریل ۱۹۶۰ء

برادرم ! وعلیکم السلام

جی ہاں اس کی نظر ثانی بہت زیادہ وقت نہ لے گی ۔ رقم میں اپنے قلم سے کچھ نہ لکھوں گا ۔ آپ جو چاہیں ان سے کہہ دیں ۔ خدمت قرآن مجید کے سلسلے میں کچھ بھی قبول کرتے دل سے ندامت رہتی ہے ۔

اہمیت میرے یہاں جو کچھ بھی ہے رقم کی کمی و بیشی کی نہیں بر وقت وصولی کی ہے یعنی نوبت سلسلے انتظار کی نہ آئے ۔ اگر باقی انیسوں پارے آجائیں تو میں دس دس پارے بھیجتا جاؤں ۔

صاحب تاج کمپنی کا تازہ تجربہ تو آپکو خود ہوگیا ۔ انگریزی ترجمے کی فرمائش کو کتنا عرصہ ہوگیا اور آج تک شرائط کو لیت ولعل میں ڈالے ہوئے ہیں اور پرانی رائلٹی کو واجب ہوئے تو برسوں گزرتے جارہے ہیں ۔

والسلام دُعاگو

عبدالماجد

(۱) قرآن مجید سے متعلق یہ خدمت شرف علی اینڈ سنز بمبئی لینا چاہتے تھے۔

دریاباد
۷؍مئی ۶۰ء

برادرم! وعلیکم السلام

عنایت نامہ عین انتظار میں ملا۔ بس اب جوں ہی شرف علی کا مسلسلہ مسودہ مل جائے گا انشاء اللہ کام شروع کردوں گا اور جلد ہی ختم بھی کردوں گا ______ آئندہ یہ ارسال کرنے کا جو طریقہ بھی آپ مناسب خیال فرمائیں۔

حج سے آپ کی واپسی کا اندازہ کب تک ہے؟ وہاں آپ کا پتہ کیا رہے گا؟ حکیم عبدالقوی سلمہ مع قافلے کے بمبئی انشاء اللہ ۱۱؍مئی (چہارشنبہ) کی شام کو کاشی ایکسپریس سے پہنچیں گے ان کا قافلہ ۵ آدمیوں کا ہوگا۔ (۳ خواتین ۲ مرد)۔ بمبئی میں قیام کی جگہ کا مسئلہ ہے۔ خدا کرے اس کا کوئی معقول انتظام ہو جائے۔

نیا انگریزی ترجمہ تو میں نے شروع کر دیا تھا لیکن جب تاج کمپنی کی طرف سے سکوت کامل دیکھا تو پھر قدرتاً اسے چھوڑ دیا۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۴ر مئی ۱۹۶۰ء

برادرم! السلام علیکم

تاج صاحب کے خط میں اب کہیں اشارۃً اس تازہ فرمائش (نئے انگریزی ترجمے) کا ذکر نہیں حالانکہ میں نے اپنے خط میں ذکر کر دیا تھا۔

اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اب وہ یہ کام نہیں چاہتے اس لیے کام شروع کر کے میں نے چھوڑ دیا ہے۔

حکیم عبدالقوی سلمہ اس وقت تک پہنچ چکے ہوں گے۔

والسلام دُعاگو
عبدالماجد

دریاباد
۱۸ر مئی ۶۰ء

برادرم! السلام علیکم

خدا کرے آپ کو روانگی جہاز سے قبل یہ کارڈ مل جائے۔ میں نے یہ دریافت کیا تھا کہ روانگی کب اور واپسی تخمیناً کب تک ہوگی؟ وہاں کا پتہ تو حکیم عبدالقوی سلمہ کو معلوم ہی ہوگا اور وہ پرسوں ترسوں تک لکھنؤ پہنچ جائیں گے۔ ہمارے ہاں کا قافلہ تو ان شاء اللہ کل روانہ ہو جائے گا۔

وہ مریض عزیز شیخ ولی احمد ساکن قصبہ اکچولی ۳۰ر مئی کو بمبئی پہنچنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ ۳۰ر مئی کے آخری جہاز کے بعد مسافر خانے میں جگہ بہ آسانی مل جائے گی۔

وہ اپنے کمرے کا نمبر جان لینا چاہتے ہیں۔ آپ تو اس وقت بہت ہی مصروف ہو نگے۔ ممکن ہے منیری صاحب یہ اطلاع دے سکیں۔

شرف علی صاحب کے ہاں سے مسودے کا اب تک انتظار ہے۔ تاج کمپنی کی تازہ مراسلت کی نقل کئی دن ہوئے روانہ کر چکا ہوں۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۳۰ مئی سنہ ۶۰ء

برادرم! السلام علیکم

آپ تو ان شاءاللہ ۲۰ کو روانہ ہو گئے ہیں۔

بسلامت روی و باز آئی

حیدرآباد دکن کے ایک صاحب مولانا فضل اللہ بہاری ہیں۔ ان کی کتاب شرح ادب المفرد ابھی مصر میں چھپی ہے۔ اس کے کچھ نسخے جدہ کے شیخ صاحب کے ذریعہ ڈاکٹر خواجہ محمد شعیب صاحب سول سرجن حیدرآباد کو حاصل ہو گئے ہیں وہ ایک نسخہ مجھے عنایت کرنا چاہتے ہیں اور دو نسخے میرے واسطے سے لکھنؤ کے دو اور صاحبوں کو۔ آپ کو زحمت دینا ہے کہ میرا نسخہ تو کارڈ لکھ کر آپ ہی ڈاکٹر صاحب سے ضرور حاصل کر لیں اور اگر بہ آسانی ممکن ہو تو وہ دو نسخے بھی۔ ڈاکٹر صاحب اس سال دوبارہ حج کو گئے ہیں ان کی جائے قیام ہے۔ رباط حیدرآباد ہوٹل شیران۔

اس چھوٹے سے لکھنوی قافلے کی خیر تو آپ اپنے امکان بھر جدہ اور حرمین میں

دکھیں گے ہی۔ لکھ کر جی میں آیا کہ اس فقرے کو کاٹ دوں پھر رہنے ہی دیا۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) استاد جامعہ عثمانیہ حیدرآباد۔ مولانا مرحوم سے ان کے خصوصی تعلقات تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۳۰ جون ۱۹۶۰ء

برادرم! وعلیکم السلام

۱۸ جون کا لکھا ہوا خیریت نامہ آج غیر معمولی بڑے وقت سے مل گیا۔ لڑکی کے ہاں[۱] سے کوئی خط نہ آیا اس سے خاصی تشویش تھی خصوصاً لڑکی کی اختلاج زدہ والدہ کو۔ آپ کے خط سے ضمناً یہ خیریت بھی معلوم ہوگئی۔

اب تک معلوم آپ کب مع الخیر بمبئی پہنچ رہے ہیں۔

توضیحی ترجمہ قرآن پر نظر ثانی آج ختم ہوگئی۔ الگ پرچیوں پر یادداشتیں نوٹ کرلی ہیں۔ آپ کے بمبئی پہنچنے پر پیکٹ ارسال کردونگا۔

آپ لوگوں[۲] کے حج اب ماشاء اللہ اتنے ہوچکے ہیں کہ ہر دفعہ تازہ مبارکباد کہاں تک دی جائے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مراد مولانا کی بڑی صاحبزادی۔

(۲) مراد مکتوب الیہ اور اُن کے بھائی صاحبان۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۸ر جولائی ۱۹۶۰ء

برادرم! وعلیکم السلام

۱۴ر جولائی کا خیریت نامہ بڑے وقت سے اور عین عالم انتظار میں ملا۔ اس حساب سے تو ان شاء اللہ اس وقت تک مراجعت وطن ہو گئی ہو گی۔

اس خط کا بڑا حصہ صدق کے کام کا تھا۔ ۲۵ء میں ان شاء اللہ دے دوں گا۔ لڑکی جس جہاز پر ہے وہ تو ۱۶ر اگست کو بمبئی پہنچنے والا ہے نہ؟

شرف علی کے ہاں کے کام کا پارسل بنا ہوا آپ ہی کے انتظار میں رکھا ہوا ہے۔

کینسر والے عزیز مریض اب کی بھی آپ لوگوں کے بڑے شکر گذار اور مزید افاقے کے ساتھ واپس آئے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۴ر اگست ۱۹۶۰ء

برادرم! وعلیکم السلام

ایک اور عزیز سے جو حج سے واپس ہو کر ۳۰ر جولائی کو لکھنؤ پہنچ گئے تھے آپ کی خیریت اور سہ مصری کی خبر معلوم ہو چکی تھی۔

لڑکی کے جہاز کی خبر ابھی تک تو ۱۶ر اگست کے لیے۔ حکیم عبدالقوی سلمہ لینے بمبئی ۱۴ر اگست کو پہنچ جائیں گے اور ۱۸ کی شام کو لکھنؤ روانگی کا پروگرام ہے۔

دکن کے کسی غیر معروف قصبے سے ایک مسلمان وکیل صاحب نے صدق کو رجسٹرڈ نوٹس بھیجا ہے کہ اس نے فلاں مضمون کے ذریعے تمام وکیلوں اور بیرسٹروں کی توہین کی ہے اس لیے فوراً معافی مانگے اور ۵ ہزار کی رقم بطور ہرجانہ دے ورنہ فوجداری اور دیوانی دونوں عدالتوں میں چارہ جوئی کی جائے گی۔

پارسل اسی ڈاک سے رجسٹرڈ شرف علی بھائی کے نام روانہ ہو رہا ہے رقم بیمہ سے یا منی آرڈر سے آجائے تو بہتر ہے ورنہ چک یا ڈرافٹ سے[۲]

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) مولانا کی بڑی صاحب زادی۔
(۲) رائلٹی کی رقم۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۹ اگست ۱۹۶۰ء

برادرم! السلام علیکم

رافت[۱] بہ خیریت لکھنؤ پہنچ گئیں آپ لوگوں کی مدح و ثنا میں رطب اللسان عین توقع کے مطابق علی بھائی والوں کو اگر تقریظ ہی لکھوانی تھی[۲] تو شروع ہی میں اس کی تصریح کر دی جاتی اتنی ضخیم کتاب کی پوری ذمہ داری لینے کے معنی یہ تھے کہ اسے از سر نو لکھتا اور یہ کام ظاہر ہے ہفتوں، مہینوں کا نہیں تھا بلکہ ایک آدھ سال کا۔

آخر یہ تو بتائیے رقم کتنی ہے، کچھ پروا نہیں ہوتی لیکن کب ملتی ہے، کچھ پروا رہتی ہے[۳]۔ سارے انتظامات اسی کی بنیاد پر کرنے ہوتے ہیں۔ اب مجھے اس خیال سے شرمندگی ہو رہی ہے کہ خود آپ بار بار ندامت محسوس کر رہے ہوں گے۔

انگریزی فرم اس طرز معاملت کے قریب بھی نہیں جاتے یہ خاصہ تو بس ہمارے

بھی بھائی بندوں کا ہے۔

دریاباد کے عوام کا ایک قافلہ ۲۰ر اگست کے جہاز سے کل بمبئی پہنچے گا۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

(۱) مراد اہلیہ حکیم عبدالقوی صاحب۔

(۲) بسلسلۂ ترجمہ توضیح قرآن۔

(۳) یہی مولانا کا مذاق طبیعت تھا۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۴ر اگست سنہ

برادرم! السلام علیکم

علی بھائی شرف علی کے ہاں سے کل ڈرافٹ وصول ہوگیا[۱]۔ رسیدی ٹکٹ لگاکر روانہ کر رہا ہوں۔ آپ کو توزحمت اس سلسلے میں ہوگی دل اس سے شرمندہ ہو رہا ہے۔

اُردو کی تفسیر کی نظرثانی اب تقریباً ختم ہے۔ ترمیم واضافہ اندازہ ہے کہ چالیس فیصد ہوا ہوگا۔

اب دیکھئے اللہ اس کی طبع واشاعت کی کیا صورت نکالتا ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

(۱) یہ ڈرافٹ توضیحی ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۵ اگست ۱۹۶۰ء

برادرم! السلام علیکم

اس عبارت کی نقل موجود نہیں، اور زیادہ یاد نہیں۔ ذمہ داری عموماً دو قسم کی ہوتی ہے
ایک اجمالی، عمومی، سرسری اور دوسری تفصیلی لفظ بہ لفظ۔
ایک مہینہ کا وقت صرف پہلی قسم کے لیے رہا اور اب کوئی موٹی، فاحش، کھلی ہوئی
غلطی ان شاءاللہ نہیں ملے گی۔
باقی اگر ایک ایک لفظ کی ذمہ داری اپنے سر لیتا تو اس کے لئے کم از کم ایک سال کی مدت
درکار تھی۔
بس عبارت ایسی رہے جس سے پڑھنے والے کو دھوکا دوسری قسم کی ذمہ داری
کا نہ ہو جائے اور آپ جیسی چاہیں ترمیم کر دیں۔
ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ دیباچہ حذف کر دیا جائے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

(۱) یہ خط توضیحی ترجمہ قرآن سے متعلق ہے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۳ اکتوبر

برادرم سلمہ! وعلیکم السلام

بچی کا عقد اللہ تعالیٰ ہر طرح مبارک کرے! ہونے والے شوہر کون ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟
عجب اتفاق ہے کہ اتنے تعلق یگانگت کے باوجود آج تک خانگی زندگی کے متعلق دریافت

کرنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا۔ ماشاءاللہ کے بچے بچیاں ہیں؟

آپ کی فرمائش کی تعمیل سے انکار جس قدر میرے دل کو گراں گزر سکتا ہے کسی بیان و تصریح کا محتاج نہیں لیکن دوسری طرف تعمیل آسان بے نہیں خود اپنی سب سے چھوٹی لڑکی کے واسطے بھی خطبہ نہ تیار کر سکا تھا۔ بہرحال ایک درمیانی راہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ آج شب میں حکیم عبدالقوی لکھنؤ سے آئیں گے ان سے کہہ دونگا اور وہ مسودہ تیار کر کے مجھے دکھا لیں گے اس سے ان شاءاللہ ایک گونہ تعمیل ارشاد ہو جائے۔ ایک ہفتہ کا وقت بہرحال اس میں لگے گا۔ انشاءاللہ ۲۷، ۲۸ اکتوبر کو لفافہ آپ کے نام روانہ ہو جائے گا۔

اپنی تفسیر اردو کے نئے ایڈیشن کے لیے پبلشر کی فکر و تلاش میں ہوں۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کی صاحبزادی۔

(۲) مکتوب الیہ نے مولانا سے خطبہ نکاح لکھنے کے لیے فرمائش کی تھی۔ حکیم عبدالقوی نے ایک خطبۂ نکاح مرتب کر کے مولانا کی اصلاح کے بعد روانہ کیا۔

بسم اللہ

دریاباد

۴ نومبر ۱۹۶۰ء

برادرم! وعلیکم السلام

بہت اچھا کیا جو اپنی زندگی کی تفصیل لکھ بھیجی۔ میرے ساتھ لڑکپن ہی سے بڑے شوق اور دلچسپی سے بڑھا تعلقات مخلصانہ نیز شروع سے تھے اب رفتہ رفتہ ان کا دائرہ پبلک زندگی سے گزر کر خانگی زندگیوں تک بھی وسیع ہو گیا الحمدللہ۔

لکھنؤ سے حکیم عبدالقوی کا مرسلہ خطبہ نکاح انشاء اللہ پہنچ گیا ہوگا۔ لڑکی کا عقد اللہ تعالیٰ ہر طرح مبارک و مسعود کرے۔

کل تفسیر کی ضخامت دو تین ہزار صفحات سے کیا کم ہوگی۔ کوئی بڑا ہی پبلشر اس کو لینے کی ہمت کر سکتا ہے۔ اگر علی بھائی شرف علی تاج آفس یا ادارہ الیساہی کوئی نیم آمادہ ہو تو میں ایک پارہ کا مسودہ آپ کے پاس بھیج دوں۔ اسے دیکھ کر وہ کل کی ضخامت کا اندازہ خود قائم کرنے۔

اس وقت تو آپ تقریب کے انتظام میں مشغول ہوں گے۔ اس لیے اس کے جواب کی کوئی جلدی نہیں۔ اطمینان سے بعد فراغت انشاء اللہ لکھیے گا۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مولانا مرحوم کے صاحبزادیوں نے۔

(۲) مراد اردو تفسیر۔

(۳) تاج آفس سے مراد تاج آفس بمبئی ہے۔ یہ تاج کمپنی لاہور سے بالکل الگ اور مختلف ہے۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۹ جنوری ۱۹۶۱ء

برادرم السلام علیکم

یہ کارڈ دو ضرورتوں سے ہے:

۱۔ ان عزیز بے چارے کی تکلیف کا پھر بہت زور ہوا ہے۔ لکھنؤ کے ڈاکٹر فوراً بمبئی جانے کو کہہ رہے ہیں۔ بڑا مسئلہ ان غریب کے وہاں قیام کا ہے۔ ابھی تو شاید عازمِ

حج کا بڑا مجمع نہ ہو۔ اگر اس وقت آپ کی عنایت سے انھیں مسافر خانہ میں جگہ مل سکے تو سبحان اللہ۔

۲ - دوسری بات چھوٹی سی ہے ۔ کہتے ہی ہوئے حجاب آتا ہے ۔ وہ آپ کی مرسلہ ڈائری ایک لڑکی کو نذر کرچکا اب اس کے بعد وہ ایک لڑکی کے شوہر کو بہت ہی زیادہ پسند آگئی ہے اگر کہیں سے قیمتہً مل سکتی تو فوراً منگا کر انھیں دے دیتا ۔ اب سوائے اس کے کہ آپ ہی کو زحمت دوں کوئی اور صورت نظر نہیں آتی ۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مراد شیخ ولی احمد صاحب ۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۷ جنوری ۱۹۶۱ء

برادرم! السلام علیکم

بمبئی کے اردو اخبارات کھولنے کی بھی نوبت نہیں آتی ۔ اس لیے اب تک بے خبر ہی رہا ۔ آج جو حکیم عبدالقوی سلمہ لکھنؤ سے آئے تو انھوں نے انقلاب کے حوالے سے وہ خبر صاعقہ اثر سنائی ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔

مرحوم سے ذاتی شناسائی ۱۹۲۹ء میں ہوئی تھی ۔ اور بالواسطہ تو ان کے الطاف اور عنایات کا مداح تھا ہی ۔ اور آپ کے تو خیر وہ حقیقی بھائی ہی تھے ۔ خوب جانتا ہوں کہ بھائی کی محبت کے کیا معنی ہوتے ہیں اور تازہ تجربہ رکھتا ہوں کہ اس نعمت کا زوال زندگی کو کیسا تلخ بنا دیتا ہے ۔ اس لیے ہمدردی آپ لوگوں سے رسمی نہیں قلبی اور گہری رکھتا ہوں ۔ خانگی نظم اور کاروباری انتظام میں خلل کیا کچھ پڑ کے رہا ہوگا اور ماں غریب

کی حالت کا پوچھنا ہی کیا؟ کیا کچھ دل پر گزر رہی ہوگی۔ لیکن انھیں بشارت دے دیجئے کہ ان کے مرتبے بھی کیا کیا بڑھنے والے ہیں اور درجے بھی کیا کچھ ملنے والے ہیں!

اتنا سخت امتحان ہر ایک کا نہیں ہوتا۔ ہر ایک کا ظرف اس کے قابل نہیں سمجھا جاتا

مے دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر۔

یقین رکھیے کہ جس درجہ کی آزمائش اسی نسبت سے ثمرہ واجر بھی۔ اس میں شبہ بھی نہ کیا جائے مسلمان جو بھی اُٹھ جاتا ہے بہر حال اپنے شفیق مولا و پروردگار کے پاس پہنچتا ہے ہر طرح کا انعام واکرام وصول کرنے کے لیے اس میں غم و حزن یا خوف و اندیشہ کی کیا بات ہے ـــ یہ موقع تو تبریک و تہنیت کا ہونا چاہئے ـــ اور پھر جب کہ وہ بندہ اہل اللہ بھی ہو۔ حج پر حج کرتا چلا جاتا ہو ـــ اور اسے بلاوا بھی پہنچے تو خاص ارض حرم میں۔ ایسی موت ہم ایسوں کے لیے سراسر قابل رشک! اب ملاقات ان شاء اللہ جنت ہی میں ہوگی۔ ایسی ملاقات جس کے بعد کوئی جدائی نہیں۔

اس نامہ سیاہ کو بھی اپنا شریک غم سمجھئے اور ہم لوگوں کی طرف سے تعزیت اپنے بڑوں۔ چھوٹوں سب کو پہنچا دیجئے۔

تعزیت کا تار کل خبر پاتے ہی دے دیا تھا۔

والسلام دُعاگو

عبدالماجد

(۱) دریاباد میں ڈاک سہ پہر کو آتی تھی۔ سردیوں میں بالکل شام ہو جاتی تھی اس لیے بہت سے اخباروں کو دیکھنے کا وقت نہیں مل پاتا تھا مولانا انھیں دوسرے دن صبح دیکھتے تھے۔

(۲) مولانا کی زندگی بھر برابر حکیم عبدالقوی ہر جمعہ دریاباد آتے تھے اور واپسی دوسرے دن ہوتی تھی اپنے ساتھ صدق کے آئندہ نمبر کے مضامین لے جاتے تھے۔

اُن کا ہر جمعہ کو دریاباد جانے کا معمول اب بھی ہے لیکن اب شام ہی کو واپسی ہو جاتی ہے۔

(۳) مولانا مرحوم کے سفر حج کے موقع پر بمبئی میں۔

(۴) مرحوم مکتوب الیہ کے بڑے بھائی تھے۔

(۵) اس سے مراد مولانا مرحوم کے بڑے بھائی اور خاکسار مرتب کے والد ماجد مولوی عبدالمجید صاحب کا سانحۂ ارتحال ہے۔

(۶) ان مرحوم بھائی کا انتقال مکۂ معظمہ میں ہوا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۵ر فروری ۱۹۶۱ء برادرم! وعلیکم السلام

آپ کا سا مخلص بھی جب میرے پیہم عذر بے فرصتی کو تصنع یا مبالغہ پر محمول کرتا ہے تو بے اختیار سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے۔

آپ کو مطلق اندازہ نہیں کہ ہر ہفتے کتنی فرمائشیں کن کن پر زور سفارشوں کے ساتھ مقدمہ، دیباچہ یا تعارف وغیرہ کی وصول ہوتی رہتی ہے۔

خود آپ کی ذات کی صورت ایک مستثنیٰ تھی۔ آپ کا شمار خواص میں بلکہ اخص خواص میں ہے۔ باقی دوسروں کی فرمائش کی تعمیل ممکن ہی نہیں۔ لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا مجبوراً پیکٹ بلا کھولے واپس خدمت کر رہا ہوں۔ از سر نو رجسٹری کرا کے۔

بھائی مرحوم کی یاد تو ابھی مدتوں تازہ رہے گی۔ بات بات پر یاد آتے رہیں گے۔ تعزیتی نوٹ صدق میں دے دیا تھا۔

ڈائری پا کر وہ عزیز بہت شکر گزار ہوئے۔

والسلام دعاگو دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) غالباً مکتوب الیہ نے کسی صاحب کی کتاب پر مولانا سے دیباچہ یا پیش لفظ لکھنے کی فرمائش کی تھی۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۶ فروری ۱۹۶۱ء

برادرم! السلام علیکم

بہ آسانی ممکن ہو تو براۓ مہربانی یہ مطلع فرمائیں کہ سلطان کویت شیخ عبداللہ سلیم حال وارد بمبئی کا پتہ کیا ہے اور ابھی کب تک بمبئی میں رہیں گے۔ دو باتیں اور یاد پڑ گئیں۔

۱۔ جمیعۃ تمدن اسلامی، ۵، محمد علی روڈ بمبئی کا انگریزی خط آیا کہ آپ کے ترجمہ و تفسیر کی طبع و اشاعت کی مالی امداد کا مسئلہ ہمارے ہاں زیر غور ہے بشرطیکہ چھپائی ہندوستان کے اندر ہو رہی ہے

۲۔ خود تاج کمپنی کا خط مدت دراز کے بعد آیا کہ انگریزی تفسیر کا خلاصہ درکار ہے اگر آپ اسے نظرثانی کرکے اتنا کر دیں کہ ۵ سو صفحے میں قرآن آجائے تو سبحان اللہ۔ جواب لکھے دیتا ہوں کہ یہ فرمائش آپ کی طرف سے بمبئی کے غریب صاحب نے عرصہ ہوا پیش کی تھی بلکہ کام بھی میں نے اسی وقت شروع کر دیا تھا اب بھی انھیں کا واسطہ قائم رہے تو بہتر ہے۔ اختصار کرنے میں وقت خاصا لگے گا اور ترجمہ کی زبان بھی جابجا بدلنا اور بجائے قدیم کے جدید کرنا ہوگی۔

اسی خط میں انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ آج کل حبیب بینک کا دیا ہوا ترجمہ ان کے لیے بطور پرنٹر چھاپ رہے ہیں۔ واللہ اعلم یہ کس کا ترجمہ ہے

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۷، مارچ ۱۹۶۱ء

برادرم! السلام علیکم و رحمۃ اللہ

مولوی عبدالرؤف جھنڈے نگری کے تازہ خط کا تراشہ بجنسہٖ منسلک ہے۔ میں از خود اگر کسی ادارہ کے لیے تحریک آپ سے کرتا تو سب سے پہلے وہ ندوہ ہوتا جو سارے ہندوستان کے لیے مرکزی حیثیت رکھتا ہے اس کے بعد نمبر بہرائچ کے نور العلوم کا آتا جس کے کارکن مولانا محفوظ الرحمٰن کے اخلاص پر مجھے شوقی صدی اعتماد ہے۔

جمعیۃ تمدن اسلامی کی تازہ سالانہ رپورٹ (۳۰ جون ۱۹۶۱ء) کل شام کو موصول ہوئی اس میں ہے کہ سیٹھ دادا بھائی نے تحریک پیش کی ہے کہ دریابادی کو ترجمہ قرآن پر کچھ Reward دیا جائے۔ اس میں قید کسی قسم کی نہیں (اصل عبارت آپ خود پڑھ لیجئے گا)۔ اگر سوال محض قدر افزائی اور صلہ دینے کا ہے تو اس کے لیے کسی مزید پوچھ گچھ کی کیا ضرورت ہے نہ میری طرف سے کوئی مطالبہ اور نہ اس میں کسی مول تول کا خیال ہی کر سکتا ہوں۔ جمعیۃ جو کچھ بھی اپنی حیثیت اور حوصلے کے مطابق پیش کر سکے گی اس کے لیے باعث اجر اور میری طرف سے باعث صد تشکر بھی ہوگا۔

عطایا کے قبول کرنے میں معطی کے اخلاص کو ذرا دیکھ سُن لیتا ہوں جہاں تک سیٹھ دادا بھائی کا تعلق ہے ان کے اخلاص میں مجھے ذرا شبہ نہیں۔ باقی ان ڈائرکٹر صاحبان سے مجھے کوئی واقفیت نہیں۔

تاج کمپنی والے اگر جدید انگریزی ترجمے کے لیے ذکر کریں تو بالکل ظاہر ہے کہ سب سے پہلے پچھلا حساب تو بے باق ہو ہی جانا چاہیئے بغیر اس کے کوئی معاملت کیونکر ہو سکتی ہے۔ حافظ صدیق سلمہٗ کی خوش نصیبی کا کیا کہنا۔ قابل صد رشک۔

والسلام دعاگو
محمد الماجد

(۱) یہ بھی مولانا کا خاص معمول تھا۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۹ مارچ ۱۹۶۱ء

برادرم! السلام علیکم

۷ مارچ کو ایک مفصل لفافہ بھیجا۔ جواب نہ آنے سے یہی خیال ہوتا ہے کہ آپ سفر پاکستان پر روانہ ہو گئے۔ خیر خدا کرے ہر طرح خیریت ہی ہو۔ اس لفافہ میں مولوی عبدالرؤف جھنڈے نگری کا تراشہ بھی ملفوف تھا۔

تاج کمپنی نے مجھے انگریزی ترجمہ و تفسیر کے اختصار کے لیے لکھا تھا میں نے لکھ دیا تھا کہ "یہ فرمائش آپ نے عرصہ ہوا غریب صاحب کے ذریعہ کی تھی انھیں کا ذریعہ اب بھی رکھئے تو بہتر ہے" اب کل جواب آیا کہ غریب صاحب ہمارے بہترین دوست ہیں لیکن ہم یہ معاملہ براہ راست رکھنا چاہتے ہیں کسی کا واسطہ نہیں رکھنا چاہتے۔ اب فرمایئے۔

میں خود بھی انھیں جواب ایک دو دن کے بعد لکھ دوں گا کہ جب تک پچھلے معاملات بالکل بے باق نہ ہو جائیں کوئی نئی معاملت کیوں کر ہو سکتی ہے۔

جمعیۃ التمدن اسلامی والوں نے سنا ہے اپنی مطبوعہ کارروائی میں لکھا ہے کہ انگریزی تفسیر پر ایک honorarium دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کا کوئی مطالبہ نہ میری طرف سے ہے نہ ہو سکتا ہے۔ محض اپنی خوشی سے وہ لوگ اگر کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اس تحریک کے محرک اور جمعیۃ کے بانی کے حسب فیصلہ اور جمعیۃ کے حسب حیثیت جو کچھ بھی وہ پیش کر دیں گے بلا کسی مزید سوال و جواب کے قابل قبول ہو جائے گا۔

ان عزیز کینسر کے مریض بیچارے کی حالت اب بہت خراب ہو گئی۔ سفر کے قابل کسی طرح بھی نہ رہے۔

والسلام دعاگو
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۲۹ اپریل سنہ ۱۹۶۱ء

برادرم! السلام علیکم

وہ کینسر والے مریض ایک مقامی ڈاکٹر کے علاج سے سنبھل گئے ہیں یعنی اس قابل ہوگئے ہیں کہ بمبئی کا سفر کرسکیں۔ ان کا ارادہ ہے کہ ۱۴ مئی کو لکھنؤ سے روانہ ہوکر ۱۵ مئی (۲۹ ذی قعدہ) کی شام تک بمبئی پہنچ جائیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس وقت مسافرخانہ میں جگہ آپ کی عنایت سے نکل آئے گی۔ آگے جیسا ارشاد ہو۔

خود آپ کا پروگرام کیا ہے۔

اس اردو تفسیر کے نئے ایڈیشن کے لئے سوچتا ہوں کہ مسودہ کا پہلا پارہ آپ کے پاس روانہ کردوں شرف علی وغیرہ جس کسی کو آپ چاہیں دکھلادیں حجم وغیرہ کا پورا اندازہ اس سے ہوجائے گا۔ رائلٹی فی پارہ آپ جو کچھ بھی فرمائیں گے بلا کسی عذر و حجت کے قبول کرلوں گا۔ شرط صرف ایک ہی ہے کہ جو کچھ بھی ہو نقد ہو۔ وعدہ کا تجربہ بہت تلخ ہوچکا ہے رقم کے زیادہ ہونے کی ہوس بحمد اللہ اپنے اندر نہیں پاتا بلکہ جو کچھ قبول کرتا ہوں ڈر ڈر کر کہیں یہی اجر آخرت کا بدل نہ قرار پائے۔

تاج کمپنی کی طرف سے حسب معمول خاموشی ہے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۴ مئی ۱۹۶۱ء

برادرم! وعلیکم السلام

سیر کشمیر اللہ ہر طرح مبارک کرے اور زیارت ندوہ کا پروگرام تو بہت ہی خوب بنا۔ اللہ اسے ہر طرح کامیاب و سازگار کرے۔ لکھنؤ کی تاریخیں پہلے سے معلوم ہو جائیں تو میں خود اس زمانے میں لکھنؤ آؤں گا اور پھر اس کے بعد دو چار گھنٹوں کے لیے دعوت دریاباد کی دوں گا۔

Reward کا ذکر سیٹھ دادا بھائی کی تحریک پر ان کی مطبوعہ Directors Report میں موجود ہے جو محسن طیب جی کے دستخط سے ۲۲ فروری ۱۹۶۱ء کو شائع ہوئی ہے آپ اسے خود ملاحظ فرمالیں میں آپ ہی آپ ایسی بات کیوں کر لکھ سکتا تھا۔

پارہ کے مسودہ بھیجنے کی مجھے کوئی ایسی عجلت نہیں آپ سفر سے بہ اطمینان واپس آلیں۔ مریض صاحب کو اطلاع کیے دیتا ہوں کہ ۲ جون تک وہ مسافر خانے میں قیام کر سکتے ہیں۔

انگریزی تفسیر کی جلد ششم بھی پریس سے باہر آگئی ہے اب دفتری خانے میں ہے۔ اب صرف آخری جلد (ہفتم) کا پریس سے آنا باقی رہ گیا ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۳ مئی سنہ ۱۹۶۱ء

برادرم! السلام علیکم

خدا کرے سیاحت کشمیر بہ خیر تمام ہوئی ہو۔

سیٹھ دادا بھائی کے تازہ خط کی نقل ملفوف ہے۔ یہ سب کچھ بغیر میری طرف سے کسی تحریک کے وہ بیچارے خود ہی کر رہے ہیں۔

یہ رقم شاید جمعیتہ والوں کو گراں معلوم ہو رہی ہے جب ہی تو وہ اتنا پس و پیش کر رہے ہیں ورنہ اس تحریک کو پیش کیے ہوئے تو اب مہینوں سے گزر برسوں کی نوبت آرہی ہے۔

جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں تعداد رقم کی پروا الحمدللہ مجھے چنداں نہیں ہوتی البتہ انتظار کی طویل مدت کھل جاتی ہے۔

ابھی تو آپ سفر میں ہیں۔

کینسر کے مریض آج بمبئی روانہ ہو رہے ہیں۔

ناظم ندوہ ڈاکٹر عبدالعلی کی وفات میرے لیے ذاتی و پبلک دونوں حیثیتوں سے ایک سخت سانحہ کا حکم رکھتی ہے۔ اناللہ۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۷ر جون ۱۹۶۱ء

برادرم! السلام علیکم

خدا معلوم کیوں لیکن میں یہ بہرحال فرض کیے ہوا تھا کہ آپ کشمیر سے واپسی پر خیریت نامہ ضرور لکھیں گے۔ خیر خدا کرے واپسی مع الخیر ہو چکی ہو۔

سفر لکھنؤ کا جو خیال تھا اب تو اس کا بھی زمانہ قریب آگیا۔

کینسر والے مریض کی حالت اب بہت سقیم ہو گئی ہے۔ بیچارے کو سفر بمبئی کی حسرت ہی رہ گئی۔

ڈاکٹر عبدالعلی مرحوم کی عمر اسّی سال کی نہ تھی بشتر کے بھی مشکل سے تھے مجھ سے سن میں صرف چند ماہ بڑے تھے۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۴ر جولائی ۱۹۶۱ء

برادرم! وعلیکم السلام

خیریت نامہ عین انتظار میں ملا

بچی کی بات ٹھہر جانا بھی ایک بڑا مرحلہ ہوتا ہے۔ اللہ ہر طرح سے مبارک و مسعود کرے۔

وہ کینسر والے مریض عین عاشورہ کے دن دنیا سے رخصت ہو گئے۔ بڑے ہی

تکلیفیں اٹھائیں۔ انشاءاللہ بالکل وصول کر وہاں پہنچے ہونگے۔
تعمیل ارشاد میں خط تو سیٹھ دادا بھائی کو لکھے دیتا ہوں لیکن میرے خیال
میں یہ کچھ غیر ضروری سا ہے۔

یہ رقم قرآن مجید کی خدمت کا ایک طرح کا معاوضہ ہے۔ اس کے قبول کرنے ہی
میں ضمیر کو خلش ہورہی ہے کہ کہیں اصل اجر نہ کٹ جائے۔ چہ جائیکہ اسی قسم کی کم و بیشی
پر کوئی سوال پیدا کرکے ٹرسٹی صاحبان کو اطمینان دلا دیجئے کر وہ جو کچھ بھی مناسب خیال فرمائیں
اس کو ان کے حق میں دعائے خیر کے ساتھ قبول کر لوں گا اور کسی حجت و بحث کا امکان و خیال تک
دل میں نہ لاؤں گا۔

البتہ طول طویل وعدوں کا میں قائل نہیں۔ اہمیت میرے ہاں جو کچھ ہے "کب"
کی ہے "کتنے" کی مطلق نہیں۔ تاج کمپنی سے جو کچھ شکایت ہے وہ صرف اسی کی ہے کہ
وعدوں پر وعدے ایک مدت نامتناہی کے لیے چل رہے ہیں۔

ٹرسٹی صاحبان سے جمعیۃ کی مطبوعہ کاروائی بابتہ یکم مارچ ۱۹۶۰ء حاصل
کر کے دیکھیے اس میں سیٹھ دادا بھائی کی تحریک کا ذکر صاف الفاظ میں موجود ہے اس
سے اندازہ ہوگا کہ معاملہ کتنے عرصے سے چل رہا ہے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
یکم اگست ۱۹۶۱ء

برادرم! السلام علیکم
سیٹھ دادا بھائی کی ہوائی رجسٹری کل کلایا سے وصول ہوئی۔ میری سفارش کا مطلق

لحاظ نہ فرمایا بلکہ میرے خط کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔ صرف اس خط کی نقل بھیج دی ہے جو انھوں نے بمبئی ٹرسٹیوں کے نام لکھا ہے۔ تیز و تند خط بلا ضرورت تیز و تند۔ آپ ضرور اس خط کو وہاں دفتر میں ملاحظہ کیجیے یا کم از کم ٹیلی فون پر اس کی عبارت سن لیجیے۔

اپنی بات پر اڑ گئے ہیں اور ٹرسٹیوں کو دھمکی دی ہے اگر یوں نہ دو گے تو ہائی کورٹ میں مقدمہ چلاؤں گا۔

ان کی بے پناہ محبت و اخلاص میرے ساتھ ظاہر ہی ہے لیکن اس معاملے میں اپنی مصلحت کو میری مصلحت پر غالب رکھے ہوئے ہیں۔ میں تو اپنے بالکل جائز حق کے لیے بھی کسی سے لڑائی بھڑائی نہیں چاہتا[1] چہ جائیکہ اس آمدنی کے لیے جو تمام تر ایک عطیہ ہی کی شکل رکھتی ہے[2]

بہرحال اب آپ ہی شاید اس عقدہ کو کسی طرح حل کر سکیں میری تو عقل بالکل دنگ ہے۔

عملاً و نتیجۃً وہی بات ہوئی جو تاج کمپنی کے معاملے میں چلی آ رہی ہے یعنی تعطل یا Dead lock۔

ہاں صاحب بمبئی کے کسی ایسے کتب فروش کا پتہ بتائیے جو مطبوعات ایران فروخت کرتا ہے۔ ایران کی ایک جدید شاعرہ کا مجھے دیوان خریدنا ہے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) موجودہ ملیشیا
(۲) یہی مولانا کا اصول عمر بھر رہا۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۴ راگست ۱۹۶۱ء

برادرم! السلام علیکم

ملایا خط اُسی دن لکھ دیا تھا۔ پرسوں سیٹھ صاحب کا جواب آگیا۔ خط یوں لمبا چوڑا لیکن اصل معاملہ سے متعلق صرف اس قدر کہ آئندہ خط میں یعنی میرا دوسرا خط پہنچ لینے کے بعد لکھیں گے۔

میں نے جواب لکھ دیا کہ میری کسی خفیف سی تحریک کے بغیر آپ نے خود ہی تو اتنی بڑی رقم دلوانا چاہی اور جب ڈھائی برس کے بعد اس کے ½ کی وصولی کی امید پڑی تو خود ہی تعطل بھی پیدا کر دیا۔

ایرانی کتب فروش کا مجھے پتہ چل گیا۔ چلے باؤس بمبئی ۸۔ جس کتاب کی ضرورت ہے وہ ایک جدید ایرانی شاعرہ فرح زاد فرخ (Farh zad Farrukh) کا دیوان ہے جو یقیناً بہت قیمتی ہوگا اور انھیں تہران سے منگانا ہوگا۔ بہرحال قیمت معلوم ہو جائے تو میں اسے آپ کے پاس پیشگی بھیج دوں۔

سیٹھ صاحب کو میں نے یہ بات بھی لکھ دی تھی کہ سردست ٹرسٹیوں ہی کی منظور کردہ رقم ملنے دیجئے اور باقی کے لیے اپنی تحریک جاری رکھیے۔ خدا معلوم اس پر انھوں نے کیوں سکوت اختیار فرمایا۔

والسلام
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۵؍اگست ۱۹۶۱ء

برادرم! السلام علیکم

صبح خط لکھ دیکا تھا کہ شام کو آپ کا عنایت نامہ مل گیا اور آپ کی خوش دماغی اور معاملہ فہمی کا پھر قائل ہوا ٹھا۔ ماشاءاللہ وجزاک اللہ۔ مخلص تو اللہ نے مجھے بڑی کثرت سے دیے ہیں لیکن خوش فہم مخلص بس چند گنتی کے ہیں اور ان میں ایک مرحوم ڈاکٹر عبدالحق کرنولی تھے۔

مجھے اس کے مان لینے میں کیا تامل ہو سکتا ہے بہ خوشی تیار ہوں[1]۔

اس مسئلے کے بعد صرف عمل رہ جاتا ہے۔ سیٹھ صاحب کے اب کسی خط کے انتظار کی ضرورت نہیں۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ نے یہ صورت پیش کی تھی کہ دی جانے والی رقم میں سے کچھ رقم مولانا مرحوم ٹرسٹیوں کے ایک اسکول کو بہ طور عطیہ دے دیں۔

بسم اللہ

دریاباد

۲ جنوری ۱۹۶۲ء

برادرم! وعلیکم السلام

تار کی تسکین دیکھتے ہی میں سمجھ گیا تھا کہ آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا اسی دن شام کو یہاں وصول ہو گیا تھا اور مفصل خط کل شام کو مل گیا تھا۔ ایکسپریس کی ضرورت

نہ تھی یہاں میری ہڑ ڈاک اکسپریس ہی ہوتی ہے یعنی بلا تاخیر وصول ہو جاتی ہے۔

آپ اپنے تساہل و غفلت کا ذکر کر کے میرے دل کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اور پھر واقعہ کے بھی بالکل برعکس۔ تنہا ان صاحبوں کے ہاتھ میں معاملہ رہتا تو نوبت مہینوں کیا برسوں کی آجاتی۔

میں ضابطہ سے دار المصنفین کا اب تک سوا دو ہزار روپئے کا قرضدار ہوں (ہر شش ماہی) وہ میرے حساب سے طباعت کی لاگت کاٹتے رہتے ہیں) رقم ملتے ہی پہلا کام ان کا قرض ادا کرنا ہے۔

سرمایہ کے ساتھ ذمہ داریاں بھی بڑی عائد ہو جاتی ہے۔ اللہ اس امتحان میں کامیاب فرمائے۔ ہوس زر، ذاتی تجربہ اور دنیا کا مشاہدہ دونوں ہیں کہ کسی منزل پر ختم نہیں ہوتی، برابر بڑھتی ہی رہتی ہے۔

والسلام دُعاگو

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۳۰ فروری ۱۹۶۲ء

برادرم! السلام علیکم

۱۷ کو چک وصول ہو گیا۔ ۱۸ کو اتوار تھا اب کل دوشنبہ کو اسے کھنوا اپنے بینک کو بھیجا ہے۔ اور جمعیتہ کو باضابطہ رسید بھی بھیج دی۔

سیٹھ احمد داد ابھائی کو جو کچھ اجر ملے گا ظاہر ہی ہے لیکن ان شاء اللہ آپ کا حصہ بھی کچھ کم نہ ہوگا۔ ان پیچ در پیچ مرحلوں سے گذرنا میرے بس کی بات نہ تھی میں تنہا تو شاید تھک کر بیٹھ ہی جاتا۔

ڈائری کا خیال غالباً ذہن سے اتر گیا میں نے لکھا تھا کہ حکیم عبدالقوی کے پتے پر بھیج دی جائے یا میرے پتے پر بھی آسکتی ہے۔

آپ نے ستمبر اکتوبر میں لکھنؤ آنے کو لکھا تھا ندوہ دیکھنے کی غرض سے بہر حال وہ موقع تو گیا۔ شمالی ہند میں سفر کے لیے مارچ اپریل کا موسم بھی اچھا رہتا ہے یعنی زیادہ گرمی نہیں ہوتی۔ البتہ آپ کی مصروفیت بہ سلسلہ حج کا خیال ہے۔

اس ایرانی کتاب کے لیے میں اب ایک اور ذریعے سے کوشش کر رہا ہوں۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) مراد اجرائے خرد ی سے ہے۔

بسم اللہ

دریاباد
۳۰ مارچ ۱۹۶۲ء

برادرم! السلام علیکم

برادرم حافظ محمد صدیق سلمہٗ کے کسی مسودے کا یہ صفحہ میرے پاس کب سے اور کیسے پڑا رہ گیا تھا آج واپس کر رہا ہوں۔ شرمندگی و معذرت کے ساتھ۔

اسکول کے لیے رقم جو بھیجوں تو کس کے نام؟ سکریٹری انجمن اسلام ہائی اسکول کے نام؟

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) یہ عطیہ حسب ایماڈاکٹر کرنز جمعیۃ التمدن اسلامی مولانا مرحوم نے اسلام ہائی اسکول بمبئی کو دیا۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۱ر اکتوبر ۱۹۶۳ء

برادرم! السلام علیکم

پچھلے دنوں خاصا علیل رہا۔ تیز بخار، نزلہ وغیرہ۔ اب بحمد اللہ اچھا ہو رہا ہے۔

مہینوں نہیں برسوں کے بعد آج خدا خدا کرکے پارہ اوّل کا پیکٹ آپ کی خدمت میں دفتر صدق لکھنؤ سے روانہ ہو رہا ہے۔ میری نظر تو ترف علی پر پڑ رہی ہے۔ آگے اللہ مالک ہے۔

آنریرم فی پارہ آپ جو کچھ بھی طے فرما دیں گے مجھے منظور ہوگا۔ اس کے لیے الگ سے مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔

صرف آپ کے علم میں سے آنے کے لیے عرض ہے کہ پہلے ایڈیشن کے لیے ۵سو فی پارہ تاج کمپنی نے خود ہی رکھا تھا اس وقت کی Market Value یہ تھی۔ اس دوسرے ایڈیشن میں نظرثانی اور اضافہ کثرت سے ہوا ہے، اور وقت بہ حیثیت مجموعی کہنا چاہیئے کہ اتنا ہی صرف ہوا ہے۔

باقی اللہ کا کام ہے، تول تول کرتے ہوئے میں خود ہی ڈر رہا ہوں معاذ اللہ ایسا نہ ہو کہ وہاں کے اجر کے بجائے یہی اجرت کافی سمجھ لی جائے۔

رقم کی کمی و بیشی کی طرف سے یوں بھی بحمد اللہ کچھ بے نیاز سا ہوں۔ البتہ یہ ہے کہ رقم قلیل کتنی ہی ہو اس کی ادائی فوراً ہو جایا کرے اور یہاں ساٹھ روپے فی پارہ کی رقم کم سے کم مجھے خوش نویس یا ناقل کو دینا ہوگی۔

آپ بھی مشغول آدمی ہیں۔ معاملات کے طے کرانے میں خواہ مخواہ وقت صرف ہوگا۔ چھپائی میں پہلے ایڈیشن کے برعکس کتابی تفسیری صورت میں چاہتا ہوں کہ بطور مصحف

کے نہیں ۔ یعنی متن قرآن کے نیچے ترجمہ اور پھر خط فاصل دے کر نیچے حاشئے بزوا ب جیسے

الحمد للہ رب العالمین ۔

ساری حمد اللہ جہانوں کے پروردگار کے لیے[1] ۔

انشاءاللہ بھائیوں اور خاندان سمیت خیریت ہوگی ۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) یہ پارہ اُردو میں تھا ۔

بسمہ تعالیٰ

دریاباد

۳۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

برادرم! السلام علیکم

بجائے دریاباد کے یہ لکھنؤ سے لکھ رہا ہوں ۔ کئی ہفتے سے بیمار اور لکھنؤ میں علاج کی غرض سے مقیم ہوں ۔ منیری صاحب[1] سے شرمندہ ہوں کہ کوئی پیغام وغیرہ ان کی صاحب زادی کے شادی کے موقع پر بالکل نہ لکھ سکا ۔ اس وقت تو تیز بخار میں مبتلا تھا اب بخار اتر گیا تھا صرف کھانسی نزلہ وغیرہ باقی رہ گیا تھا اور دریاباد واپسی کی تیاری کر رہا تھا کہ بخار از سر نو آنے لگا اب آگے جو اللہ کو منظور ہو ۔ علالت بے بڑی برکت و نعمت کی چیز ۔ خوب خوب بصیرتیں اپنے عجز و عبدیت کے مشاہدے سے دل و دماغ میں آجاتی ہیں ۔

آپ تو خود مشغول آدمی ہیں اس پارے کے سلسلے میں دوبارہ لکھتا ہوں کہ اپنے کاروبار کا زیادہ ہرج نہ کیجئے گا ۔

گھر کی اور رائپس کی شادیوں کا کیا کہنا[2] ۔ یہ تو اللہ ہی کی ایک خاص نعمت ہے اللہ ہر طرح مبارک فریقین کو کرے ۔ اور پھر لڑکی کا حافظہ ہونا نور علیٰ نور ۔ معاش کا ذریعہ تجارت

بہتر نہ ہے ہر لازمت سے بہتر۔ اللہ ہر طرح مبارک کرے۔

شیخ صاحب بھی خوب شخص ہیں۔ آپ سے روایت میں ایک ہزار کا مبالغہ کر گئے جو رقم اپریل میں بھیجی وہ ۱۴ ہزار نہیں ۱۳ ہزار تھی۔ ۱۲ ہزار کا اقرار بھی کس مشکل سے فرمایا۔ رقم میرے حساب سے اس سے کہیں زائد ہوتی تھی۔ اتنا بھی جو کچھ ہوا چودھری محمد علی کی عنایت سے ہوا۔ اللہ نے ان کے دل میں اتنی ہمدردی ڈال دی۔ بقیہ کا وعدہ شروع ستمبر کا تھا اب اکتوبر کا آخری عشرہ آگیا۔ کسی خط کا جواب نہیں۔

پارہ اوّل کی واپسی کی تو بہر حال ضرورت نہیں۔ جو کچھ بھی آپ طے کرا دیں گے آنکھ بند کر کے منظور کر لوں گا۔ رقم کی کمی و بیشی کا مطلق خیال نہیں بس اتنا چاہتا ہوں کہ ادائی نقد ہی ہوتی رہے۔

پرسوں تیز بخار تھا کل حرارت رہی۔ اب آج دیکھئے دن کیسا گزرے۔ صبح کے وقت طبیعت روز ہلکی رہتی ہے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مراد محی الدین منیری جو مکتوب الیہ کے خاص لوگوں میں تھے۔

(۲) مولانا کا عمل بھی اس پر تھا۔ چنانچہ اپنی چاروں لڑکیوں کی شادیاں اپنے بھتیجوں سے کیں۔

(۳) مراد شیخ عنایت اللہ صاحب۔

(۴) سابق وزیر اعظم پاکستان۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۳ نومبر ۱۹۶۲ء

برادرم! السلام علیکم

کل آپ کا پیکٹ دیکھ کر پہلا خیال دل میں آیا کہ آپ نے وہ پارہ واپس کر دیا ہے۔ کسی پبلشر نے جنگ کی حالت[1] میں اس پر روپیہ لگانا قبول نہ کیا ہوگا۔ خیر جب کھولا تو اس کے اندر سے مطبوعہ کتاب نکلی ـــــ لیکن اب آگے قسمت کی خوبی دیکھئے یہ بالکل ہی دوسری کتاب نکلی یہ تو مشہور قدیم شاعر حکیم عرفی کا دیوان نکلا! مجھے جس کتاب کی تلاش ہے اس کا نام "اسیر" ہے (وہ بھی دیوان ہی ہے) -

اور وہ کلام کسی قدیم شاعر کا نہیں ایک جدید شاعرہ کا ہے۔ ان خاتون کا نام اغلباً فرخ زادہ فرخ ہے۔

مہینوں کی دوا دوش کا نتیجہ یہ نکلا اور آپ کو اتنی زحمت خواہ مخواہ ہوئی۔ مرسلہ کتاب پہلی ڈاک سے واپس ہے۔

تہران کے پبلشر ابن سینا نے مجھے ۱۹۶۱ء میں لکھا تھا کہ اس کے ایجنٹ کا پتہ حسب ذیل ہے Koka Buildings, Play House, Bombay

کس درجے مجھے شرمندگی ہو رہی ہے کہ آپ نے زحمت اتنی کی اور میں اس سے نفع کچھ نہ حاصل کر سکا۔

یہ خط ڈاک میں جا ہی رہا تھا کہ لکھنؤ کے پتے والا خط موصول ہو گیا۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) اس وقت چین ہندوستان سے برسر پیکار تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۶ نومبر ۱۹۶۲ء

برادرم! وعلیکم السلام

ندوہ کی مجلس انتظامی کی میٹنگ ۱۶ دسمبر کو ہو رہی ہے۔ ابھی ایجنڈا میرے پاس بھی نہیں آیا ہے۔ علی میاں نے اس کی دعوت خصوصی آپ کو ضرور بھیجی ہوگی یا اب بھیج رہے ہونگے۔ بہر حال اگر آپ کی شرکت بہ سہولت تمام اور بغیر کسی زحمت کے ہو سکے تو سبحان اللہ۔ دو ہفتے ہوئے آپ کی عطیہ کتاب رجسٹرڈ آپ کو واپس کر چکا ہوں۔

والسلام

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۷ نومبر ۱۹۶۲ء

برادرم! وعلیکم السلام

کل صبح کارڈ لکھ چکا تھا۔ شام کو مفصل عنایت نامہ ملا۔ تاج والوں کی نئی فرمائش کی تعمیل بھی ان شاء اللہ ہو جائے گی اگر عمر نے وفا کی لیکن سر دست تو سوال تو اس بڑی تفسیر کی اشاعت کا ہے پہلے ایڈیشن کا جو اس وقت تاج کمپنی کراچی کے ہاتھ میں ہے اس سلسلے میں تو کوئی ذکر ہی نہیں۔ دوسرا ایڈیشن اس سے بہت مختلف اور ضخامت میں اس سے کہیں زیادہ ہے۔ عملاً ایک مستقل اور نئی کتاب۔

دعوت حج و حجاز آپ لوگ جس محبت و اخلاق سے بھجوا رہے ہیں وہ شکریہ سے بالاتر ہے لیکن اب میں جلسوں اور کانفرنسوں کے کام کا بالکل نہیں رہ گیا ہوں محض شرکت بھی میرے لیے

اب ایک مجاہدہ ہے چہ جائیکہ اس میں تقریر کرنا اور عملی حصہ لینا۔

علی میاں اور میرا اس معاملہ میں کیا جوڑ۔ وہ ماشاءاللہ مرد میدان ہیں اور پھر عربی گفتگو و تقریر پر بے تکلف قادر۔ میں اپنی گوشہ نشینی کا عاشق۔ یوں ظاہر ہے کہ ارض حجاز میں پہنچ جانے وہاں جینے اور مرنے کی تمنا کس مسلمان کے دل میں نہ ہوگی لیکن دوسری طرف معذوریاں بھی ناقابل لحاظ نہیں۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ نے مولانا مرحوم کو سفر حجاز پر آمادہ کرنے کے لیے مولانا علی میاں صاحب کا حوالہ دیا تھا کہ وہ کس کثرت سے برابر مختلف اجتماعات میں شرکت کرنے کے لیے تشریف لے جاتے رہتے ہیں۔

بسم اللہ

دریاباد

۳۱/ جنوری ۱۹۶۳ء

برادرم! وعلیکم السلام

خیریت نامہ عین عالم انتظار میں ملا۔ میں تو لکھنے والا ہی تھا دریافت خیریت کو بھی اور مبارکباد کو بھی۔

اللہ عقد سے فراغت ہر طرح مبارک کرے۔

میاں صدیق سلمہ موجود ہوں تو انھیں بھی سلام پہنچا دیں۔

تبلیغی گشت کے سلسلے میں بھوپال کا نام سن کر کان پور و لکھنؤ کو بھی رشک پیدا ہوگیا اور مولانا شبلی مرحوم کا ایک شعر ان کے دریابادی نیازمند کو یاد آگیا

شبلی کا گھر بھی خانۂ دشمن کے پاس ہے
محشر خرام اور بھی دو ایک قدم سہی

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۵ فروری ۱۹۶۳ء

برادرم! السلام علیکم

مولانا ادریس ندوی سلمہ سے اجتماع میں ملاقات و خیریت معلوم ہوئی عجب نہیں کہ اب ان کی اور مولانا علی میاں کی سب کی مشترک کشش اپ کی مدھیہ پردیش سے بھی آگے یوپی تک لے آئے۔ ان شاء اللہ۔

قرآن مجید کی خدمت سے تجارت و منفعت ہرگز مقصود نہیں۔ جتنا قبول کرلیتا ہوں سخت شرمندہ رہتا ہوں اور اپنے کو نفریں کرتا رہتا ہوں۔ فقہا نے جو گنجائش کھینچ تان کر نکالی ہے وہ وقت کی قیمت یا وقت کا معاوضہ ہے ورنہ نفس عبادت پر معاوضہ کیا۔ بہرحال اصل مقصود صرف اس قدر ہے کہ کوئی بڑا فرم اتنا سرمایہ تفسیر کی چھپائی میں گوارا کرلے اور مسودہ کی صفائی وغیرہ کا خرچ نکل آئے بس قصہ ختم۔

آپ کو یہ اس لیے لکھ دیا کہ آپ کہیں بر بنائے اخلاص و محبت کچھ زیادہ حاصل کرنے کی فکر میں نہ ہوں۔ پیمبروں کی شان تو یہ ہوتی ہے وما اجری الا علی اللہ۔ میں دنیا دار اس مرتبے کی تو گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا تاہم طمع سے تو اپنے کو روک ہی سکتا ہوں۔

والسلام دُعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۴ر جون ۱۹۶۳ء

برادرم! السلام علیکم

انشاءاللہ اس وقت تک پاکستان سے بخیریت واپس آگئے ہوں گے۔
پارہ تفسیر بھی آپ کے ساتھ گیا ہوگا۔ واللہ اعلم اس کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔(۱)
مولوی رئیس احمد جعفری نے ایک خط میں مجھے لکھا تھا کہ بڑے پبلشر ذرا اس وقت
کورس کی کتابیں چھاپنے میں مشغول ہیں۔ انھیں تفسیر کا کام ہاتھ میں لینے پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔
حکیم عبدالقوی سلمہٗ(۲) تو بحمداللہ بہ عافیت واپس آگئے۔ سارا سفر کہتے تھے بڑی
راحت سے گزرا۔ بھائی صدیق سلمہٗ نے جس یگانگت کا برتاؤ کیا اس کی توقع ان سے تھی۔

والسلام دُعاگو دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) طباعت کے سلسلے میں۔
(۲) حج سے مشرف ہوکر۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۱ر جون ۱۹۶۳ء

برادرم! وعلیکم السلام

مولوی رئیس احمد سلمہٗ نے امید تو بے شک دلائی ہے(۱) لیکن اول تو پاکستان والوں
سے کوئی معاملت کرنے میں جو عملی دشواریاں ہیں وہ ظاہر ہی ہیں دوسرے یہ کہ خود رئیس
صاحب نے ۴، ۵ مہینے کا انتظار ضروری بتایا ہے اس وقت پریس والے کورس

کی کتابیں چھاپنے میں مشغول ہیں۔

اب ہلکی سے امید خان بہادر محمد جان کے دار الاشاعت قرآن سے پڑی ہے ایک دریابادی مخلص مقیم کلکتہ کے ذریعہ گفتگو شروع ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں وہ میرا پہلا پارہ واپس آجائے تو بہتر ہے تاکہ اگر یہ معاملات طے ہوجائے تو اسے فوراً ہی کلکتہ روانہ کردوں۔

حجاز کے حالات سُن کر دلی صدمہ ہوتا ہے۔ سیاسیات سے تو مجھے کوئی بحث نہیں صدمہ کی چیز وہاں کا اخلاقی انحطاط اور فسق کی گرم بازاری ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) اردو تفسیر کی طباعت و اشاعت کے بارے میں۔

(۲) یہی مولانا کا اصلی مذاقِ طبیعت تھا۔ اصل زور وہ اسلامیت پر دیتے تھے۔ سیاست کو ضمنی حیثیت۔

بسم اللہ

دریاباد

۲ جولائی ۱۹۶۳ء

برادرم! وعلیکم السلام

آپ کی والدہ ماجدہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عند اللہ بڑی ہی عالی ظرف ہیں جب ہی تو ان کا امتحان اتنا سخت لیا جارہا ہے ابھی پہلی ہی اولاد کے صدمے کو کتنے دن ہوئے کہ دوسرا صدمہ اتنا اور بیٹے کا چھوٹی اولاد کے لیے اٹھانا پڑا۔ زخم پر زخم کب قدرۃً سخت ہوتا ہے۔

اور ان معظمہ کے ساتھ آپ دونوں بھائیوں اور دوسرے قریبی عزیزوں کا بھی پورا امتحان ہوگیا۔

ایک بھائی کا صدمہ کیا کم تھا کہ دوسرے بھائی کا بھی اُٹھانا پڑ گیا۔

اور بلاوا آیا بھی تو کیا قابلِ رشک معمولی سی بیماری اور تسبیح پڑھتے پڑھتے۔ آپ لوگوں کو یوں ہی حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائی کا بڑا اہتمام رہتا ہے وہ بجائے خود قابلِ رشک ہے۔ چہ جائیکہ حسن خاتمہ کی یہ صورتیں۔ اللہ اللہ۔ بہرحال جس نے وقت ڈالا ہے وہی کاٹ بھی دے گا۔

خاندانی اور کاروباری نظام پر جو کچھ اثر پڑ رہا ہوگا ظاہر ہی ہے لیکن اجر بھی تو اسی نسبت سے انشاء اللہ یقینی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اپنا ہی کوئی عزیز اُٹھ گیا۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۲۸ جولائی ۱۹۶۳ء

برادرم! السلام علیکم

آج مناجات مقبول پر نئے ایڈیشن کے لیے نظرثانی کرنے بیٹھا۔ دیباچہ میں اس فقرہ پر نظر پڑی کہ دعاؤں میں سب سے زیادہ یاد رکھنے کے قابل بمبئی کی وہ مخلص اور گمنام ہستی ہے جس نے اس مناجات کے مصارف طبع کی کفالت کی ہے تو اس کے درمیان میں خفیف سی ترمیم یوں کر دی "وہ مخلص و معروف لیکن اپنے کو گمنام رکھنے والی ہستی"۔ یہ محض اطلاعاً تحریر ہے۔

انقلاب (گجراتی) احمد آباد کے ایڈیٹر صاحب پر کوئی مقدمہ خواہ مخواہ چل گیا ہے۔ صدق کے ایک مضمون کے ترجمے کی بنا پر (مطبوعہ دسمبر ۱۹۶۱ء)۔ ایڈیٹر صاحب نے

صفائی کے گواہوں میں واللہ اعلم کس مصلحت سے میرا نام لکھا دیا ہے۔ اگر خدانخواستہ جانا پڑا تو ایک بڑا لمبا اور تکلیف دہ سفر ہوگا۔
والدہ ماجدہ تو مکہ معظمہ سے واپس آگئی ہونگی۔

والسلام دُعاگو
عبدالماجد

(۱) ۱۹۴۸ء میں جب قرآنی اور حدیثی دعاؤں کے اس معروف مجموعے کو مع اپنے حاشیوں کے مولانا چھپوانا چاہتے تھے تو مکتوب الیہ نے اس کے جملہ مصارف برداشت کیے اور شدید اصرار کیا کہ ان کا نام نہ آنے پائے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۶ اگست ۱۹۶۳ء

برادرم! وعلیکم السلام

آپ کا ذہن کہاں تک پہنچا ہے میں نے تو محض اطلاعاً دیباچہ کی وہ عبارت لکھ بھیجی تھی۔ آپ کا ذہن رسا اور ہی طرف منتقل ہوگیا[1]۔ اب رقم اور سال کرنے کا سوال ہی کیا تھا۔

مناجات مقبول کا پہلا اڈیشن غالباً مارچ ۱۹۴۸ء میں نکلا تھا۔ اس سے کچھ روز پہلے ہی کسی عزیز کی وفات ہوئی تھی[2] اور آپ نے ان مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے ایک رقم اس میں لگادی تھی جو اس وقت کی شرح کاغذ و کتابت وغیرہ کے لحاظ سے بالکل کافی تھی۔ جدید اڈیشن کا تخمینہ بن کر نہیں آیا ہے لیکن بہرحال آپ کو اس سے کوئی بحث بھی نہیں ہونا چاہیئے۔

اپنی والدہ ماجدہ کو میرا سلام مع پیام تعزیت ضرور پہنچادیں۔ ان بے چاری پر

جو وقت پڑا ہے وہ اپنوں ہی کو نہیں غیروں کو بھی متاثر کرنے والا ہے۔ ابھی کل ہی شام کو لڑکیاں ذکر کر رہی تھیں اور عجب کیا ہے جو یہ ذکر فرشتوں میں بھی ہو رہا ہو۔ بہر حال ان کی خوش نصیبی میں شک ہی کیا ہو سکتا ہے۔ ایک تو اولاد اتنی سعید و صالح ایک سے بڑھ کر ایک۔

صدمہ بجائے خود کیا کم تھا چہ جائیکہ ان میں سے دو دو کی تجہیز و تکفین کا نظارہ اپنی آنکھ سے کرنا! جس درجہ کا کڑا امتحان اس مرتبہ کا اجر و صلہ بشری اندازہ سے باہر۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) یعنی دوسرے ایڈیشن کے مصارف طبع کی کفالت کے لیے۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۵ جنوری ۱۹۶۴ء

برادرم! السلام علیکم

بمبئی کے پبلشرز کا تجربہ تو آپ کو خود ہو چکا۔ حیدرآباد، بھوپال وغیرہ اب زندہ نہیں۔ لے دے کر اب کہیں گنجائش نظر آتی ہے تو شاہ حجاز، امیر کویت یا ریاست بہاول پور کے ہاں ہاں ہے۔

امیر کویت اخبار میں پڑھا اس وقت بمبئی آئے ہوئے ہیں۔

آپ کو یہ سب کچھ اس لیے لکھ دیا کہ شاید کوئی مشورہ آپ دے سکیں۔ نول کشور پریس لکھنؤ سے تخمینہ تیار کرایا فی پارہ تقریباً دو ہزار بتایا ہے یعنی کل ۶۰ ہزار کچھ متفرق رقم اس کے علاوہ مثلاً مسودہ کی صفائی۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) یعنی حیدرآباد، بھوپال کی ریاستیں ختم ہوگئیں۔
(۲) اردو تفسیر کی طباعت کے سلسلے میں۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۱ر فروری ۱۹۶۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

دو چار دن کی مہلت دیجئے۔ پارہ اوّل عید کے بعد ہی انشاءاللہ ارسالِ خدمت ہو جائے گا۔

عزیزی حافظ صدیق کے حالات سُن سُن کر رشک ہی پیدا ہوتا ہے۔ ماشاءاللہ سبحان اللہ۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۳ر جولائی ۱۹۶۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

پارہ اوّل کے لیے انشاءاللہ آپ کی مخلصانہ کوششیں کامیاب ہو کر رہی ہونگی۔ اُمید تو یہی ہے تاہم جب تک آپ کی طرف سے کوئی متعیّن اطلاع نہ آئے دل لگا رہنا بالکل قدرتی ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۴ر جولائی ۱۹۶۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

کل کارڈ بھیج چکا تھا کہ مایوسی نامہ مل گیا۔ انا اللہ۔ مسودہ کا پیکٹ بھی آ ہی رہا ہوگا۔

ظاہر ہے آپ نے اپنی والی کوئی کسر تھوڑے ہی رکھی ہوگی۔ میں مایوس تو پچھلے سال ہی ہو چکا تھا البتہ جب ابھی آپ نے مسودہ دوبارہ منگوایا تو قدرۃً امید تازہ ہو گئی تھی۔ بہرحال بندہ کی ہر حسرت دنیا میں نکل کر کہاں رہتی ہے۔ بعض بڑی اہم حسرتیں ساتھ لے کر بھی تو جانا ہوتا ہے۔

کلکتہ والوں سے کوئی خاص تعلق نہیں اور جب تک کوئی تعلق خصوصی اور ربط قلبی نہ ہو خطاب خاص کو جی نہیں چاہتا۔ باقی خطاب عام تو صدق میں ہو چکا ہے۔

اب آج خیال میں آیا کہ بطور آخری کوشش ذرا تاج کمپنی کو پھر خط لکھ کر دیکھوں گو پاکستان سے اب کوئی معاملت بھی کرنے میں جو دشواریاں ہیں وہ ظاہر ہیں۔

والسلام

عبدالماجد

دریاباد

۲۱ر جولائی ۱۹۶۴ء بسم اللہ

برادرم! وعلیکم السلام

تیر کمان سے نکل چکا تھا ـــــ مگر میں نے کچھ زیادہ عبارت آرائی نہیں کی ہے صرف اتنا ہی لکھ بھیجا ہے۔

"تفسیر اردو اب کامل نظر ثانی کے بعد پریس میں جانے کے قابل ہوگئی ہے ترمیم واضافہ کم سے کم ۳۰ ــــ ۳۵ فی صد ہوگیا ہے ۔ اور اس حد تک کتاب کہنا چاہیئے نئی ہوگئی ہے ۔ چھپائی ابکی بہ طور مصحف نہیں بلکہ مستقل کتابی صورت میں منظور ہے ۔ اب آگے آپ جیسا فرمائیے"۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

دریاباد
۵ ستمبر ۱۹۶۴ء

بسم اللہ

برادرم! السلام علیکم

ایک خبر آپ کی واقفیت اور عبرت کے لیے ۔

۶ ہزار کی رقم تاج کمپنی کے ذمے برسوں سے چلی آرہی تھی خدا خدا کر کے ۱۶ نومبر ۱۹۶۳ء کو ڈرافٹ موصول ہوا مگر ۹۰۲ کی رقم کٹ کر ۔ خط میں لکھا تھا کہ یہ انکم ٹیکس میں دے دیں گے ۔ میں نے لکھا کہ انکم ٹیکس سرٹیفکیٹ بھجوا دیجئے کہ یہاں دوبارہ رقم نہ وصول کی جاسکے ۔ جواب پہلے تو یہ آیا کہ "اچھا ہم بھجوا رہے ہیں" اور اس کے بعد سے جواب سرے سے ندارد ۔ خط پر خط اور آخر میں ایک رجسٹری خط ۔

جولائی ۱۹۶۴ء میں مجھے یاد پڑا کہ لاہور کے انکم ٹیکس افسر تو میرے مخلص خصوصی ہیں انھیں لکھا فوراً جواب آیا کہ کام تو بہت معمولی بے چند گھنٹوں کا ہے ۔ سرٹیفکیٹ جلد ہی پہنچ جائے گا ۔ اور پھر جو خط آتے بے چارے کی طرف سے اپنی بڑی معذوری و ترمندگی کا اظہار یہاں تک کہ اب یہ معلوم ہوا کہ رقم انکم ٹیکس کراچی میں سرے سے داخل ہی نہیں ہوئی ہے! ـــــ اب فرمائیے ۔

ایسے ظالم کا کیا کرے کوئی !

اب ایک درخواست میری طرف سے ہے انکم ٹیکس کمشنر حلقہ شمالی لاہور کے نام جائے گی اور دیکھئے کیا کیا مرحلے سر کرنے پڑتے ہیں۔

فیروز سنز لاہور کی تعریف سننے میں آئی ہے[۱]۔ گو ان سے تعلق نہیں۔ اب پارۂ اوّل کا مسودہ انصاری صاحب[۲] کے پاس جا ہی چکا ورنہ سوچ رہا ہوں کہ فیروز سنز کو لکھ کر دیکھتا۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) لاہور کے مشہور پبلشر
(۲) محمد عبداللہ انصاری صاحب سکریٹری چیمبر آف کامرس کراچی جو اپنے زمانہ طالب علمی میں مسلم یونیورسٹی میں انجمن اسلامیات کے سرگرم سکریٹری رہ چکے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۹ ردسمبر ۱۹۶۲ء

برادرم! السلام علیکم

بڑے تعجب کی بات ہے کہ پارۂ اوّل رشید انصاری صاحب کے ہاں سے آج تک نہ آئی۔ ۷ راگست کو رجسٹرڈ لکھنؤ سے روانہ ہوا تھا۔ اور خط اس سے متعلق دو تین دن قبل ہی سے دریاباد سے بھیج دیا تھا۔

خدانخواستہ وہ پیکٹ ضائع ہوا تو میرے لیے تو قیامت ہی ہو جائے گی۔ دو خط اس درمیان میں اور بھی انھیں لکھ چکا ہوں۔ سب لاجواب۔

ابھی آپ یہ کریں (اگر مناسب معلوم ہو) کہ انھیں ٹرنک کال کریں اور جواب سے مجھے تار یا فون سے مطلع کر دیں۔ خط سے بھی لکھ سکتے ہیں خط اور تار میں بہت زیادہ

فرق نہیں ہوتا۔ خط اکثر دوسرے ہی دن پہنچ جاتا ہے ورنہ تیسرے دن۔

تار کے لیے میرا نام کافی ہے۔ یہاں ٹیلی گراف آفس ہے بارہ نمبر لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ٹیلی فون لکھنؤ میں تو موجود ہے ہی۔ نمبر 22707۔ دریاباد میں بھی پبلک کال آفس کھل گیا ہے اور اس کا Extension میں نے اپنے ہاں لے لیا ہے بلا نمبر کے۔ مگر کھلتا یہ دن رات میں صرف ۴ گھنٹے کے لیے ہے دن میں ۱۱ سے ۱ تک پھر ۲ سے ۵ تک۔

تاج کمپنی کو دینے کی اس تازہ تجربہ (انکم ٹیکس سرٹیفکٹ) کے بعد کسی طرح ہمت نہیں ہو رہی ہے۔ اب فیروز سنز کو سوچ رہا ہوں لیکن پہلے مسودے کی سلامتی کی خبر تو ملے۔

والسلام
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۲۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

برادرم! السلام علیکم

آپ کو کارڈ کل صبح لکھا۔ الحمدللہ کل شام کو تاج کمپنی کا خط آ گیا کہ مسودۂ تفسیر مل گیا ہے۔ بڑی فکر اور تشویش دور ہوئی۔ آپ کو یہ پہلی ڈاک سے لکھ رہا ہوں۔ لیکن اب اسے کیا کیا جائے کہ آج اتوار پڑ گیا ہے۔ اتنی دیر تو بہر حال لگے گی۔

اصل معاملے کے لیے لکھا ہے (تفسیر کی بڑی ثنا و صفت کے بعد) کہ ضخیم کتابوں کی نکاسی میں بڑی دیر لگتی ہے۔ مولانا تھانوی اور مولانا عثمانی کے چھاپے ہوئے ترجمے بھی ابھی ایسے ہی رکھے ہیں۔ پبلک سستی اور مختصر کتابیں چاہتی ہے۔ ہم آپ کے مسودے کو رکھے ہوئے ہیں۔ اس پر سوچ بچار کر رہے ہیں۔

اس انکم ٹیکس سرٹیفکٹ کے لیے لکھا ہے کہ بینک سے ہم سے خط و کتابت کا چکر

چل رہا ہے۔ ہمارا آفس شہر سے بہت دور بھی ہے۔ وغیرہا۔

میری رائے تو یہی ہے کہ فیروز سنز اگر قبول کرے تو مسودہ اب اسی کو دے دیا جائے۔ مہر صاحب[1] کے جواب کا بھی انتظار ہے۔ انصاری صاحب کا جواب سرے سے نہ آنا بڑا حیرت انگیز ہے یقیناً ان کا جواب ڈاک ہی میں غائب ہوا ہوگا۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) مراد غلام رسول مہر صاحب، سابق مدیر انقلاب، موصوف نے اُردو تفسیر کی طباعت واشاعت کے لیے بڑی سعی کی۔

بسم اللہ

دریاباد
۳۰ نومبر ۱۹۶۴ء

برادرم! السلام علیکم

لکھنؤ کے مسیحی ایڈیٹر[1] اور ہندو روزنامہ پانیر کے نام بمبئی کے ایک مسلمان کا مراسلہ دیکھ کر مجھے بڑی عبرت آئی۔ بمبئی میں مسلمان تو لکھ پتی ماشاءاللہ بے شمار ہوں گے۔ اتنی سی حقیر رقم کا سوال تو معمولی خوش حال بھائی بھی پورا کر سکتے ہیں۔

تفسیر کی طبع ثانی بدستور معلق ہے۔ مایوسی روز افزوں۔ لاہور کے ایک مہر صاحب البتہ تھوڑی بہت اُمید مہینوں سے دلائے جا رہے ہیں۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۶ جنوری ۱۹۶۵ء

برادرم! السلام علیکم

دُنیا میں رہ رہ کر کیا کیا تجربات ہوتے اور کیسے کیسے لوگوں سے دکھ پہنچ کر رہتے ہیں۔ انصاری صاحب کو میں نے اپنا خاص مخلص سمجھ کر تفسیر پارہ اوّل کا مسودہ تاج کمپنی کے لئے بھیجا تھا۔ تاج والوں نے اسی وقت معذرت کر کے مسودہ انھیں واپس کر دیا۔ ان حضرت نے مجھے خبر تک نہ کی۔ اور خود تو کیا خط لکھتے میرے کسی خط کا بھی جواب نہ دیا۔ اسی درمیان میں مہر صاحب نے تھوڑی بہت امید دلائی۔ میں نے تاج والوں کو لکھا کہ وہ مسودہ لاہور مہر صاحب کو بھجوا دیں۔ وہاں کہاں سے بھیجتے۔ جب ان کے پاس ہوتا جب تو بھیجتے۔ اس مسودہ پر قبضہ تو انصاری صاحب کا ہے۔ اور اسے ہفتوں نہیں مہینوں کی مدّت ہو چکی ہے۔

آپ کو خود ہی خوب معلوم ہے کہ یہ مسودہ کے مہینے سے نہیں کے سال سے گشت میں ہے۔ سب سے پہلے تو آپ ہی کے پاس شرف علی کے سلسلے میں بھیجا تھا۔

بہرحال اب دیکھئے انصاری صاحب کے پنجے سے اسے کب نجات ملتی ہے کوئی اس صورت کا تصور بھی کر سکتا تھا۔ جو کچھ مشیت میں ہوا ہو ہی کر رہتا ہے۔

سنا ہے کہ امیر کویت پھر بمبئی آئے ہوئے ہیں۔ جھنڈے نگری صاحب میرے ہی ذریعہ سے واسطہ در واسطہ اپنے مدرسے کے لیے ان کے پاس پہنچ رہے ہیں۔ اتنی ہمت کہاں سے لاؤں کہ خاص اپنے کام کے لیے ان تک رسائی پیدا کر سکوں۔ ورنہ ۶۰-۷۰ ہزار کی رقم ان جیسے عالی ہمت امیر کبیر کے لیے کوئی بڑی بات نہیں۔

بھائی صدیق سے سخت شرمندہ ہوں جس وقت ذرا بھی وقت نکل سکا ضرور

ان کی فرمائش کی تعمیل گرتے پڑتے کردوں گا لیکن وقت اتنا بھی ملنے کی کیا توقع ہے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۶ اگست ۱۹۶۵ء

وعلیکم السلام برادرم!

یہ آپ نے فرمائش کرکے کیسا ظلم کر دیا۔ میں تو چاہتا ہی نہ تھا کہ سفر کے خاتمے سے قبل آپ کو اس سفر کی خبر بھی ہو۔ آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ کرنا میرے لیے کوئی آسان بات ہے۔

اگر میں نے تین دن بھی قیام سورت میں رکھا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ نو دن کام کا ہرج ہوگا۔

دریاباد سے براہ دہلی سورت پہنچنے میں تین دن کا وقت لگتا۔ نو دن کی مدت میں کتنا کام جمع ہو جائے گا جو آخر مجھی کو صاف کرنا ہوگا۔

اگر آپ نے پہلے طلب فرما لیا ہوتا تو سفر بجائے سورت کے بمبئی ہی کا رکھتا۔ اب تو قابل عمل صورت یہی ہے کہ اس سفر کے کچھ روز بعد دوبارہ سفر بمبئی ہی کا کروں۔ دوسرا سفر مجھے گوارا ہے بہ مقابلہ ایک مرتبہ کے مسلسل ہرج کے۔

یہ حرف اپنی مظلومیت کی سرگذشت سنا دی۔ فیصلہ آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ مولانا کو بمبئی اور اُس کے ساتھ سورت بلا رہے تھے۔ لیکن افسوس اس سفر کی کوئی صورت نہ نکل سکی۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۲ر دسمبر ۱۹۶۵ء

برادرم! السلام علیکم

جمیعۃ التمدن اسلامی کے آئندہ جلسے کے لیے آپ کو اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔ Proxy کے لیے جمیعۃ کا ممبر ہونا ضروری نہیں (اور آپ تو عجب نہیں جو اس کے ممبر ہوں بھی)۔

ایجنڈا میں اہم مسئلہ صرف ایک یعنی مسٹر اے اے فیضی کا دوبارہ انتخاب بہ حیثیت ڈائرکٹر کے۔ میں اس تجویز سے متفق ہوں اور انھیں کے حق میں رائے رکھتا ہوں۔

واللہ اعلم ان سے راہ و رسم آپ کی ہے بھی یا نہیں اگر ہو اور موقع بھی مل جائے تو میرا سلام بھی انھیں پہنچا دیجیے گا۔

ان کی ایڈٹ کی ہوئی کتاب "دعائم الاسلام" (اُن کے مذہب کی بڑی مستند کتاب) میں نے حال ہی میں پڑھی ہے۔ بڑی محنت اور قابلیت سے ایڈٹ کیا ہے۔ ان کے انگریزی مضمون تو کئی ایک پڑھ چکا ہوں۔ کاش بجائے چھاگلہ کے وہی وزیر تعلیم ہوتے۔

ہاں صاحب دو باتیں اور۔

(۱) ہمارے سیٹھ دادا بھائی داؤجی کی کوئی خبر آپ کو ہے۔ جمیعۃ والوں سے شاید دریافت ہو جائے۔ میرے پاس کوئی ڈیڑھ سال سے خط نہیں آیا ہے۔

(۲) انھوں نے میرے نام سے کچھ حصے اس کمپنی میں خرید دیے تھے۔ اب یاد نہیں کہ

کتنے حقے تھے اور یہ معلوم ان حصوں پر کچھ ملتا ہے یا نہیں۔
آپ انشاء اللہ مع اعزا و خاندان بہ خیریت ہوں۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ
عبدالماجد

(۱) اسمٰعیلی فرقہ

بسم اللہ

دریاباد
۳۱ دسمبر ۱۹۶۵ء

برادرم! السلام علیکم

۱۔ اب تو آپ سفرِ حجاز کی تیاری میں مصروف ہونگے۔ اللہ ہر طرح مبارک کرے۔

۲۔ جدہ میں کار و باری قیام کی جو صورت نکل رہی ہے دل اس پر بھی مبارک باد پیش کرنا چاہتا ہے مگر پھر طویل جدائی کا خیال کر کے اداس و ملول بھی ہو جاتا ہے۔ یہاں رہ کر بھی گو ملاقات سالہا سال سے نہ ہو سکی تاہم آس تو ہر وقت لگی رہتی ہے۔ خیر اللہ جو بہتر سمجھے۔

۳۔ جمعیۃ التمدن کی میٹنگ تو ہو چکی ہوگی۔ اب اگر طبیعت پر کچھ گرانی محسوس ہوئی تو اچھا ہے کہ آپ شریک نہ ہوئے ہوں۔ کوئی ضروری کام تو تھا نہیں۔

۴۔ ہر شخص کی زندگی کے مختلف پہلو ہوتے ہیں اور جاننے والوں کے تجربے بھی مختلف ہی ہوتے ہیں۔ فیضی کی متعدد تحریریں پڑھنے کے بعد بہ حیثیت مجموعی میرے اوپر اثر اچھا پڑا تھا اور انھیں گو تجدد زدہ لیکن بہر حال مسلمان ہی سمجھتا ہوں۔ اور مسلک کے اعتبار سے تو ظاہر ہے کہ وہ اہلِ سنت سے خارج ہیں۔

۵۔ بے تشک آپ کی طرح اور بھی بکثرت مسلمان کے خاندان آدھے آدھے تقسیم ہو گئے

اللہ حافظ وناصر ہے۔ اب دیکھئے راستے کب کھلتے ہیں۔ ڈاک وغیرہ کے بند ہوجانے سے صدق کا نقصان خاصا ہوا۔ آمدنی ۳۳ فی صد گھٹ گئی۔

۶۔ علی میاں بیچارے آنکھوں کی شدید تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اللہ ہم سب پر فضل فرمائے۔

۷۔ جدہ میں اب توسفیر مصطفٰی کمال کے چھوٹے بھائی ہیں خدا کرے آپ کے ان سے تعلقات خوشگوار رہیں۔

۸۔ مناجات مقبول کا نیا اڈیشن بھی چند ہفتے ہوئے نکل آیا اور صدق میں ذکر بھی آچکا ہے۔

۹۔ احمد داؤد جی بھائی کا حال ممکن ہے جمعیۃ والوں سے کچھ معلوم ہو جاتا، خود آپکو ظاہر ہے براہ راست کیا علم ہوسکتا تھا۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) مراد آصف فیضی ہیں۔
(۲) مولانا کا مذاق یہ تھا اختلافی چیزوں کو کم کرکے مابہ الاشتراک چیزوں کو دیکھا جائے۔
(۳) مکتوب الیہ کو غالباً فیضی صاحب کے مذہبی خیالات سے شدید اختلاف تھا۔

بسم اللہ

دریاباد
۸ مئی ۱۹۶۶ء

برادرم! السلام علیکم

منادی صاحب نے حادثے کی خبر دی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔
مکہ مکرمہ میں موت تو خوش نصیبوں ہی کو نصیب ہوتی ہے پھر جس نے ایسے دیندار ... بند چھوڑے وہ ماں یوں بھی بڑی خوش نصیب تھی۔

اللہ بال بال مغفرت فرمائے اور درجات عالیہ عطا فرمائے۔
آپ اور بھائی صدیق دونوں خوش نصیب ہیں کہ اتنے عرصے ان کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔ بس جو کچھ بھی ہو ، ماں کا وجود ایک ایسی نعمت ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۹ فروری ۱۹۶۷ء

برادرم! السلام علیکم

محبت نامہ کئی دن ہوئے مل گیا تھا۔ عرصہ دراز کے بعد ملا تھا اس لیے قدر بھی زیادہ ہوئی۔ صدق میں چھپنے کو بھیج دیا تھا ان شاء اللہ اس ہفتے نکل جائے گا۔
وہاں کے رمضان کا کہنا سبحان اللہ۔ اللہ ہمیں بھی یہ سعادت نصیب کرے۔ آپ کا پوسٹ بکس نمبر میں بھول گیا ہوں، بڑی صدیق کے پتے پر جا رہا ہے آپ نے نئے وطن و مسکن کا پتہ نہ لکھا اور نہ اور کچھ حال لکھا اس کا انتظار لگا رہا۔
بمبئی چھوڑ دینے کے وقت سے ایک خاص خلا محسوس کر رہا ہوں جیسے کسی عزیز قریب کے ہجرت کر جانے پر ہو جاتا ہے۔ اب زندگی بھر ملاقات کی صورت ہی کیا۔ بمبئی میں ایک اطمینان رہتا تھا۔ گھر میں طبیعت مسلسل خراب اور زیادہ رہنے لگی ہے اور چھوٹی لڑکی زاہدہ خاتون عرصے سے بیمار چلی آتی ہے دونوں کے لیے ضرور دعا کرتے رہیں۔ خانگی سکون بھی دماغی کام کرنے والوں کے لیے ایک نعمت ہوتا ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

(۱) یہ مکتوب الیہ کا آخری خط تھا کیونکہ اس کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔

مکاتیب بنام مولانا عبدالباری صاحب[۱] ندوی لکھنؤ

بسم اللہ

دریاباد

۳۰ جولائی برادرم! السلام علیکم

ابھی تک تو یہی علم ہے کہ حضرت گیلانی تشریف لائے ہیں اور دوشنبہ کی شام کو دہرہ سے لکھنؤ پہنچیں گے میں ان کو آپ ہی کے بھروسے پر فوراً لکھنؤ جانے دے رہا ہوں یعنی جس طرح گیلانی سے لانے کے ذمہ داریاں مکارم[۲] تھے اسی طرح انھیں واپسی میں دریاباد پہنچانے کے ذمہ دار جناب والا ہیں ڈر یہی لگا ہوا ہے کہ انھیں لکھنؤ میں دیر لگے گی اور پھر آخر میں وہ سیدھے وطن ہی کا رُخ کریں گے ۔۔ تشبیہ ناقص و گستاخانہ سہی لیکن بہرحال یہ لگتی ہوئی کہ بن یامین کی بہ حفاظت واپسی کے لیے یعقوب[۳] یہیں یہودا سے عہد لے رہے ہیں۔

آپ کے جواب میں ایک لمبا چوڑا مراسلہ جامعہ سے آیا کیا بتاؤں کس کا ۔۔ بہرحال ناقابل اشاعت۔ وہاں سے ذمہ دارانہ جواب آنے کا منتظر ہوں[۴] صوفی صاحب[۵] کے تازہ مراسلے میں ایک اصولی بحث ہے۔ آئندہ کسی نمبر میں نکل سکے گا۔ جامع المجددین[۶] کی اسپرٹ پر گرفت ہے۔ حضرت گیلانی کا قیام بہ سلسلۂ علاج طویل ہوا تو انشاء اللہ ضرور لکھنؤ آؤں گا۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ مولانا کے قدیم ترین بے تکلف دوستوں میں تھے ان سے تعلقات کا سلسلہ سنہ ۹۸ء میں قائم ہوا اور مکتوب الیہ کے انتقال تک قائم رہا۔ بہت ہی

اللہ بال بال مغفرت فرمائے اور درجات عالیہ عطا فرمائے۔
آپ اور بھائی صدیق دونوں خوش نصیب ہیں کہ اتنے عرصے ان کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی بس جو کچھ بھی ہو ذرے ماں کا وجود ایک ایسی نعمت ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۹ جنوری ۱۹۶۷ء

برادرم! السلام علیکم

محبت نامہ کئی دن ہوئے مل گیا تھا۔ عرصہ دراز کے بعد ملا تھا اس لیے قدر بھی زیادہ ہوئی۔ صدق میں چھپنے کو بھیج دیا تھا ان شاء اللہ اس ہفتے نکل جائے گا۔
وہاں کے رمضان کا کہنا سبحان اللہ۔ اللہ جسے بھی یہ سعادت نصیب کرے۔ آپ کا پوسٹ بکس نمبر میں بھول گیا یہ عزیزی صدیق کے پتے پر جا رہا ہے آپ نے نئے وطن و مسکن کا پتہ نہ لکھا اور نہ اور کچھ حال لکھا اس کا انتظار لگا رہا۔
بمبئی چھوڑ دینے کے وقت سے ایک خاص خلا محسوس کر رہا ہوں جیسے کسی عزیز قریب کے ہجرت کر جانے پر ہو جاتا ہے۔ اب زندگی بھر ملاقات کی صورت ہی کیا۔ بمبئی میں ایک اطمینان رہتا تھا۔ گھر میں طبیعت مسلسل خراب اور زیادہ رہنے لگی ہے اور چھوٹی لڑکی زاہدہ خاتون عرصے سے بیمار چلی آتی ہے دونوں کے لیے ضرور دعا کرتے رہیں۔ خانگی سکون بھی دماغی کام کرنے والوں کے لیے ایک نعمت ہوتا ہے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) یہ مکتوب الیہ کا آخری خط تھا کیونکہ اس کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔

مکاتیب بنام مولانا عبدالباری صاحب ندوی[1] لکھنؤ

بسم اللہ

دریاباد

۳۱ جولائی برادرم! السلام علیکم

ابھی تک تو یہی علم ہے کہ حضرت گیلانی[2] تشریف لائے ہیں اور دوشنبہ کی شام کو دہ بجے لکھنؤ پہنچیں گے میں ان کو آپ ہی کے بھروسے پر فوراً لکھنؤ جانے دے رہا ہوں یعنی جس طرح گیلانی سے لانے کے ذمہ دار میاں مکارم[3] تھے اسی طرح انھیں واپسی میں دریاباد پہنچانے کے ذمہ دار جناب والا ہیں ٹھہری لگا ہوا ہے کہ انھیں لکھنؤ میں دیر لگے گی اور پھر اگر آخر میں وہ سیدھے وطن ہی کا رخ کریں گے ۔۔۔ تشبیہ ناقص و گستاخانہ ہی لیکن بہرحال بے تکلف ہو گئی کہ بن یامین کی یہ حفاظت واپسی کے لیے یعقوب پیمبر ہو دا سے عہد لے رہے ہیں۔

آپ کے جواب میں ایک لمبا چوڑا مراسلہ جامعہ سے آیا کیا بتاؤں کس کا ۔۔۔ بہ حال ناقابل اشاعت۔ وہاں سے ذمہ دارانہ جواب آنے کا منتظر ہوں۔ صوفی صاحب[4] کے تازہ مراسلے میں ایک اصولی بحث ہے۔ آئندہ کسی نمبر میں نکل سکے گا۔ جامع المجددین کی اسپرٹ پر گرفت ہے۔ حضرت گیلانی کا قیام بہ سلسلہ علاج طویل ہوا تو ان شا اللہ خود لکھنؤ آؤں گا۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ مولانا کے قدیم ترین بے تکلف دوستوں میں تھے ان سے تعلقات کا سلسلہ ۹۸ء میں قائم ہوا اور مکتوب الیہ کے انتقال تک قائم رہا۔ بہت ہی

عزیزانہ اور مخلصانہ تعلقات کے باوجود کبھی کبھی بے لطفی بھی ہوتی رہی جس کا تدارک جوابی ہر بار ہوتا رہا۔ سب سے زیادہ خطوط انہی کے نام ذخیرہ مکتوبات میں نکلے۔

(۲) مولانا مناظر احسن گیلانی۔

(۳) مولانا گیلانی کے چھوٹے بھائی بڑے کارگزار اور منتظم تھے۔ دونوں بھائیوں میں بے انتہا محبت تھی۔

(۴) مکتوب الیہ نے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں اسلامیت کے فقدان پر صدق میں لکھا تھا۔

(۵) مراد صوفی نذیر احمد صاحب جن کے مراسلے صدق میں نکلتے رہتے تھے۔

(۶) مکتوب الیہ کی مشہور تصنیف جامع المجددین مولانا اشرف علی تھانوی کو بہ طور جامع مجددین کے پیش کیا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد
۵ فروری سنہ ۱۹۵۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

بحمداللہ کھانسی اب برائے نام باقی رہ گئی ہے۔[۱]

آپ نے یہ فقرہ لکھ کر کہ اولین آخرین سب ایک طرف ہوں الخ میری بہترین وکالت و ترجمانی فرمادی۔ جزاک اللہ۔

باقی میں بزدل و بدہمت بہت واقع ہوا ہوں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ حریف کے مقابلے میں اپنے کو دلیر اور پیش قدمی کرنے والا نہیں پاتا بس جب ایسا ہی مجبور ہو جاتا ہوں جب ہی جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ کرتا ہوں۔[۲]

جی ہیں شناخت نامہ اب تک کہیں سے وصول ہوا نہیں[۳] میاں غوث[۴] کے چھوٹے

بھائی بدر رزاقی نے لکھا کہ میں تو خزانہ نارمدنک دوڑ لگا آیا جواب ملا کہ کوئی فارم موجود نہیں۔ ریلیف میں چھپنے کو گیا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ کسی ایک کی شکل ہی دکھا دیجئے میں نقل کر لوں گا جواب ملا ایک بھی موجود نہیں اب فرمائیے ایسے ظالم کیا کرے کوئی۔

تیسرے بیٹے یعنی تنوری کی رسید بھی بھیج چکا ہوں۔ بینک سرے سے جواب ہی نہیں دے رہا ہے۔ یہ اندھیر انگریزوں کے زمانے میں ناقابل تصور تھا کہ خود ہی فارم روک لیں اور خود ہی یہ حکم دیں کہ فارم کی خانہ پری کر کے واپس کرو۔

ہاں حضرت تفہیمات ہوں یا کلامیات محض نقل پر اکتفا رتو اس خاکسار نے وہاں کی ہے جہاں دل کو شبہ یا تردد پیدا ہوا یا اصل مسئلہ ذہن کے سامنے ناصاف یا دھندلا رہا مثلاً مسئلہ رضاعت یا غلامی یا کفارہ وغیرہ کے جزئیات اور جہاں سرے سے کوئی تردد ہی نہیں وہاں اللہ کا نام لے کر اپنی ہی بصیرت کو مسئول سمجھا ہے۔

اس خاص چیز میں اب کیا عرض کروں کیا کچھ اپنی ہی تفسیروں میں صیغۂ مجہول میں نہیں زور شور کے ساتھ پڑھ چکا ہوں کہ فلاں فلاں صحابہ کا مذہب فلاں فلاں تابعین کا مسلک فلاں فلاں مفسر کا رجحان یہ تھا

اب رہا مسلک جمہور تو اسے کیا کروں کہ خود اس بارے میں کیسے کیسے اقوال ملتے ہیں حضرت خضر کی نبوت کے سلسلے میں روح میں فالجمہور علی انہ علیہ السلام نبی۔ اور اسی قطعیت کے ساتھ معالم میں ہے ولم یکن الخضر نبیاً عند اکثر اہل العلم

اور الفاظ الجمہور تو یہ حضرات اس بے احتیاطی کے ساتھ استعمال کر جاتے ہیں کہ حیرت ہی ہوتی ہے۔ جہاں اپنے دو چار ہم خیال مل گئے بس وہیں اتباع اور اتفاق چاہا ہے۔ بڑی طویل داستان ہے کئی نمبروں کے مقالے میں آ سکتی ہے۔

والسلام دُعاگو دُعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مولانا بہت تیز بخار میں مبتلا ہوکر بغرض علاج لکھنؤ آئے تھے۔

(۲) اپنے ذاتی معاملات میں مولانا کا یہی رویہ رہتا۔ مقابلے سے بالکل گریز کرتے ہاں جب اسلام اور اسلامی شعائر پر حملہ ہوتا تو پوری طرح سے میدان میں آجاتے تھے۔

(۳) حیدرآباد سے اس وقت اور اس کے کئی برس بعد تک مولانا کی لٹریری پنشن آتی تھی اسی کے شناخت نامہ کی فردرت تھی۔

(۴) مولانا کے حقیقی پھوپھی زاد بھائی کے چھوٹے صاحبزادے غوث محی الدین حسن قادری رزاقی۔

(۵) مراد مشہور تفسیر روح المعانی۔

(۶) ایک دوسری مشہور اور معتبر تفسیر۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۲ فروری ۱۹۵۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

میں نے مولانا کی تصانیف نہیں مولانا پر تصانیف دریافت کی تھیں مولانا کی صدہا تصانیف کے نام اس مختصر آرٹیکل میں کیسے آسکتے ہیں صرف ان کی تعداد اور دو چار مشہور ترین کتابوں کے نام دیے جا سکتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا میں ذکر صرف ماخذوں کا ہوتا ہے میں ان کتابوں کے نام و نشان انھیں لکھے بھیجتا ہوں[۲]

(۱) اشرف السوانح مع خاتمہ[۳] (۲) آپ کی تینوں کتابیں[۴] (۳) حکیم الامت[۵]۔

میں نے درمیان میں ایک اور خط آپ کو لکھا تھا اس میں اور کوئی بات جواب طلب نہ تھی چرچی میں کسی ایسے اشارے کا منتظر تھا بس اسی خط کی رسید سمجھ جاتا۔

مختصراً اور خلاصۃً کچھ اس طرح لکھا تھا کہ آپ نے یہ فقرہ لکھ کر اولین و آخرین ملا کر کبھی میری واقعی بہترین ترجمانی و وکالت کردی۔ جزاک اللہ۔

اجماع و اتفاق رائے کی حجیت سے قطع نظر بڑا سوال تو ثبوت اجماع کا ہے میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ جہاں ان حضرات نے کو اپنے چند ہم خیال مل گئے بس فیصلہ اجماع کا کر دیا جاتا ہے۔ "اجمعوا" اور "اتفقوا" کے استعمال میں بڑی ہی بے احتیاطی ان حضرات کے ہاں ملتی ہے، اور اس کا کھلا ہوا نتیجہ تناقض و تضاد ہے یعنی ایک ہی بات بہ قول فلاں صاحب کے اجماعی و متفق ہے اور بہ قول فلاں صاحب کے غیر اجماعی اور اختلافی ہے۔ مثلاً نبوت خضر روح المعانی میں ہے فالجمہور علیٰ انہ علیہ السلام نبی لیکن معالم میں ہے ولم یکن الخضر نبیاً عند اکثر اہل علم اور یہ مثال میں نے تلاش کر کے نہیں پیش کی ہے کثرت سے ایسی مثالیں ملتی ہیں اور امام رازی وغیرہ تو عموماً دو دو قول قال الاکثرون کہہ کر بے تکلف نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔

یہ عریضہ جواب طلب نہیں صرف رسید طلب ہے۔ ہاں صاحب ایک ندوی نے مجھے حال ہی میں لکھا ہے کہ سید صاحب مرحوم نے ان سے فرمایا تھا کہ میرے خلیفہ عبدالباری ہوں گے مگر حضرت کی خلافت کے بارہ میں یہ بات دل کو کچھ زیادہ لگتی نہیں ہے۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔

(۲) غالباً انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے لیے حضرت مولانا تھانوی پر آرٹیکل لکھنے والے ان معلومات کے طالب تھے۔

(۳) مصنفہ خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوب۔

(۴) مکتوب الیہ کی تصانیف جس میں مشہور ترین جامع المجددین تھی۔

(۵) مولانا کی تصنیف حضرت مولانا تھانوی پر۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۲ مارچ ۱۹۵۶ء

برادرم! وعلیکم السلام

میں آپ کے اس فلسفے کا قائل نہیں کہ اصل اور مقدم شے دعا ہے دعا کا بھی ایک درجہ ہے۔ عالم الاسباب کا اہم درجہ ہمارا آپ کا نہیں خود مسبب الاسباب ہی کا قائم کیا ہوا ہے قرآن مجید میں کتنا زور آنکھ، کان عقل و فکر وغیرہ سے کام لینے پر ہے۔ تدابیر سے پورا کام نہ لینا ایک کھلی ہوئی صورت کفران نعمت کی ہے[۱]۔ ان تدابیر پر تکیہ کر لینا اور فاعل حقیقی کی طرف سے غافل ہو جانا ایک بالکل دوسری شے ہے۔ اور وہ خدانخواستہ آپ کے لیے یا کسی معمولی سے مسلمان کے لیے بھی کیوں ہونے لگی۔ سیرت نبوی سے بھی مجھے ایک خاص سبق اب بھی مل رہا ہے۔ دعوائی توکل و تسلیم و رضا ظاہر ہے کہ آپ کے مقابلے میں کون کر سکتا ہے لیکن دوسری طرف امن و جنگ کسی حال میں کوئی درجہ آپ سعی و حسن تدبیر کا بھی اٹھا نہیں رکھتے تھے۔ آپ پر یہ "خود حال" طاری ہے یہ کتنا ہی باعث اجر ہو یہ حال بے حال ہی۔

جی ہاں مکارم میاں کا خط یہاں بھی آیا تھا۔ خدا شفا دے۔

نواب بہادر جنگ لکھنؤ میں مستقل قیام کی غرض سے آ گئے تھے مگر چند روز کے اندر کوئی مکان ان کی پسند کا نہ ملا۔ اور چار پانچ ہزار کی قیمتی سامان کی چوری بھی زبردست ہوئی۔ گھبرا کر واپس چلے گئے ہوں گے۔ میں نے آپ کا پتہ بتا دیا تھا۔ وہ خود بھی پوچھ رہے تھے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مولانا مرحوم کا اسی پر عمل تھا اور ہم سب ہی کو اپنے زیر تربیت اور تعلق رکھنے والوں کو برابر اس کی تلقین کیا کرتے تھے۔

(۲) مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی

(۳) مولانا کے بڑے ہی پرانے مخلص جو حیدرآباد کی ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد لکھنؤ آئے ہوئے تھے۔

(۴) ہوش یار جنگ صاحب کی مکتوب الیہ سے بھی ملاقات تھی کیونکہ وہ برسہابرس جامعہ عثمانیہ میں استاد رہے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۳ اپریل ۱۹۵۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

والدہ ماجدہ خدا کرے اسپتال سے بخیریت واپس آگئی ہوں مجھے کچھ علم ان کے آپریشن وغیرہ کا نہ تھا۔

مولانا گیسانی میں برابر دل لگا ہوا ہے۔ مکارم میاں کا آخری خط تو اچھا خاصا تشویش انگیز تھا۔ اللہ امت پر رحم فرمائے۔ پٹنہ جانے کا دل میرا بھی بے اختیار چاہ رہا ہے اور گیلانی کے مقابلے میں پٹنہ کی منزل کہیں آسان ہے لیکن سفر بھی آسان نہیں۔

ہوش صاحب کے ہاں جس نے چوری کی اس کا نام جمال معلوم ہوا اب فرمائیے یہ عنوان کیسا رہے گا۔

نگار خانۂ لکھنؤ میں تازہ واردات

ہوش پہ جمال کا ڈاکہ

آپ کے اس ارشاد سے مجھے قطعی اختلاف ہے کہ تدابیر پر اعتماد کا چور قلب میں دعوی کی حد تک چھپا رہا الخ۔

تدبیر پر خاص حد تک اعتماد تو طبعی چیز ہے اللہ ہی کی چیلہ کی ہوتی۔ اپنی ہی بنائی ہوئی کیفیت پر ہرگز اتنی سخت جرح نہ کریں گے اعتماد علی اللہ محض عقلی حد تک بالکل کافی ہے۔ یہ تو اللہ میاں سے خواہ مخواہ بدگمانی ہے کہ انھیں احیاء العلوم کی کتاب الریا کی موشگافیوں کا پابند سمجھ لیا ہے۔ ماقدروا اللہ حق قدرہ ـــــ بندوں نے اللہ کی عظمت وغیرہ کے علاوہ اللہ کی رحمت کی بھی ذرا قدر نہ کی۔ ہاں میاں سعید الباری پاکستان میں کیا کرتے ہیں۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) بغرض عیادت مولانا گیلانی۔

(۲) یونس صاحب کا قیام نیاز فتحپوری مدیر نگار کے یہاں تھا۔

(۳) امام غزالی کی مشہور کتاب۔

(۴) مکتوب الیہ کے صاحب زادے۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۹ مئی ۱۹۵۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

دو دنیہ دریابادی وکیل صاحب شاید اور دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح طنز کو مطلقاً ممنوع و مذموم سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ طنز کی مثالیں کثرت کے ساتھ خود قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اور معاندین و مشرکین کی جو ہجو آنحضرتؐ نے کہلائی وہ بھی طنز کے حکم میں آجاتی ہے۔ غرض طنز غصہ کی طرح وہ مذموم ہے جو بے محل اور اپنے جاہ و ترفع کے لیے ہو ورنہ

کہیں تو طنز جائز اور کہیں عین واجب ہوگا۔ کوئی صاحب صدق میں طنز بے محل کی مثالیں اگر متعین طور سے بتادیں تو میں دل سے ان کا ممنون ہوں گا اور بہ طفِ یقین دلاتا ہوں کہ فوراً ان پر غور اور نظرثانی کرونگا[1]

شاہ صاحب[2] کا آخر وہی جواب آیا جس کا مجھے پہلے ہی سے اندیشہ تھا یعنی مولانا[3] کے تراجم و تصانیف قبول کرنے میں مجھے کیا عذر و تامل ہوسکتا ہے لیکن معاملہ میرے اختیار کا نہیں جن کے اختیار کا ہے آپ اُن سے خود واقف[4] ہیں۔ عدم گنجائش کا عذر ایسا مسکت ہے کہ اس کے بعد کچھ کہنے سننے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مولانا کا اس پر عمل تھا کہ اگر اپنی غلطی کسی کے توجہ دلانے سے نظر آجاتی تو اسے فوراً مان لیتے تھے۔

(۲) شاہ معین الدین احمد ندوی ایڈیٹر معارف۔

(۳) مراد مکتوب الیہ۔

(۴) اس زمانے میں مکتوب الیہ کا شدید اختلاف دارالمصنفین کے منیجر جناب مولوی مسعود علی صاحب سے تھا۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۴ مئی ۱۹۵۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

ڈاکٹر[1] قریشی کی "اسلام اور سود" دفتر صدق پہنچا دی ہے[2]۔

آپ کے سودات کے لیے ابھی منیجر صاحب کو میں نے لکھا کہاں تھا۔ صرف شاہ صاحب سے مشورہ کیا تھا اور شاہ صاحب نے جواب دیا کہ مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے باقی اختیار میرا نہیں جن صاحب کا ہے ان سے آپ واقف ہیں[3]۔ بس اتنی سی بات صرف اب تک ہوئی ہے۔

ایک پمفلٹ اور ایک پوسٹر بسلسلہ سرائے میر آپ کو بھیج چکا ہوں[4]۔

طنزیات قرآن پر جی میں آتا ہے کہ ایک مستقل مقالہ معارف یا صدق کے لیے لکھ دوں۔ منافقوں اور کافروں کے حق میں عذاب الیم کی بشارت کم از کم دس بار آیتوں میں تو ضرور آئی ہے۔ اور پھر اور آیتیں ذُقْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ قسم کی یا آخرت میں منافقین کے لیے خطاب قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ الخ۔ کل آیات تیس سے کم تو بہر حال نہیں اور اگر مَكَرَ اللَّهُ ـــــ خَادِعُهُمْ ـــــ أَكِيدُ كَيْدًا وغیرہ کو بھی شامل کر لیا جائے تو میزان کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ بدھ ازم وغیرہ سے متاثر ہو کر جس طرح غصہ اور جذبہ جنس دونوں کو معیوب سمجھ لیا گیا ہے اور بزرگ کی تصویر ذہنوں میں یہ جم گئی ہے کہ وہ کسی حال میں نہ اشتعال قبول کریں نہ ان کی قوتِ مردانہ کبھی حرکت میں آئے اسی طرح طنز کو بھی ایک غیر اسلامی فعل سمجھ لیا گیا ہے اسے صاف کرنے کی اور اس کے حدود و قیود بتانے کی بڑی ضرورت ہے۔

ہاں صاحب سورۂ مائدہ آیت وضو کی تفسیر میں قول جمہور کی تصدیق مزید میں، میں نے ۳، ۴ سطریں تاج کمپنی کو لکھ کر بھیجی تھیں کہ بڑھا دیں جواب آیا کہ اب کوئی صورت نہیں۔ میں نے پھر لکھا کہ جلد کے خاتمہ پر بہ طور ضمیمہ سہی جواب آیا کہ یہ بھی ممکن نہیں مجبوراً طبع ثانی

کا انتظار ہے ۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مراد ڈاکٹر انور اقبال قریشی جو قیام پاکستان سے پہلے عثمانیہ یونیورسٹی میں صدر شعبۂ معاشیات تھے ۔

(۲) ڈاکٹر صاحب کی کتاب اسلام اور سود کے عنوان سے بڑی کتاب ہے جس میں انھوں نے دکھایا تھا کہ بغیر سود کے سارے کاروبار ممکن ہیں یہ کتاب مکتوب الیہ دیکھنا چاہتے تھے یہ ریویو کے لیے مولانا کے پاس آئی تھی ۔

(۳) مراد دارالمصنفین کے منیجر صاحب ۔

(۴) بسلسلۂ ردعقائد جماعت اسلامی ۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۴ر جون ۱۹۵۷ء

برادرم! السلام علیکم

صدق کے ایک تازہ نوٹ 'خارجیت کی جارحیت' کو دیوبند والوں نے اپنی تائید میں اشتہار بنا کر آب و تاب سے شائع کیا ۔ اور ایک اصلاحی مودودی کا استغاثہ میرے پاس آیا ہے کہ کیا جذبات جو ٹھنڈے پڑے تھے آپ کے اس نوٹ نے انھیں پھر بھڑکا دیا ۔ اب کیا لکھوں سوا اس کے از مذہب من گبر د مسلماں گلہ دارد ۔ اب خیال آیا کہ آپ نے کسی خط میں سوال بلیدی مثنوی کے متعلق کیا تھا ۔ اوّل و ششم ان دونوں دفتروں کی شرح خود حضرتؒ کے قلم سے ہے اور میرے پاس موجود ہے ۔ باقی دفتروں کی حضرت کی زبان سے سُنی

ہوئی جیبی اور شبیری کے نام سے مولوی حبیب احمد کیرانوی اور مولوی شبیر علی صاحب کے قلم سے۔ ان کا ایک معقول حصہ میرے پاس ہے۔ مکمل تو شاید شائع ہوا بھی نہیں۔[1]

عنقریب قادیان سے بھی عتاب نامہ آتا ہوگا۔ ادھر وہ لوگ بہت مہربان ہو گئے تھے الفضل[2] وغیرہ جاری کر دیا تھا۔

بھائی صاحب بے چارے[3] ادھر بیمار رہنے لگے ہیں۔ بیماری بڑی نہ سہی پھر بھی برابر چلے جانا اندیشہ سے خالی نہیں۔

یہاں کے کاروباری لوگ جو کلکتہ میں مقیم ہیں[4] ان بے چاروں کی عرصے سے فرمائش چلی آ رہی تھی۔ اب آئندہ ہفتہ اس کا پروگرام بنا رہا ہوں۔ ہاشم سلیم وغیرہ کی ایک چھوٹی سی پارٹی ساتھ ہوگی۔ پورے دو دن تو آمد و رفت کے ہوئے۔ ہر دن قیام انشاءاللہ بڑی کشش نیشنل لائبریری (سابق امپیریل) کی ہے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) جماعت اسلامی کے بارے میں۔

(۲) مراد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔

(۳) قادیانی حضرات کی کتاب پر مخالفانہ ریویو کی وجہ سے۔

(۴) قادیانی جماعت کا ترجمان۔

(۵) مولانا کے برادر بزرگ مولوی ڈپٹی عبدالمجید صاحب مکتوب الیہ سے ان کے بڑے ہی مخلصانہ تعلقات تھے۔

(۶) حاجی عبدالقیوم صاحب انصاری محمد امین اور اُن کے چچازاد بھائی احمد زماں صاحب یہ لوگ ہوٹل کا کاروبار کرتے تھے۔

(۷) خاکسار مرتب۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۲ جون سنہ ۱۹۵۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

اکبر نامہ شائع ہوگیا[1]۔ اب کی بھی وہی صورت نذر کی ہے یعنی آپ کے اور ڈاکٹر صاحب[2] کے لیے ایک مشترک پیش کش۔ آپ کے نام کا نسخہ دفتر صدق میں رکھا ہوا ہے۔ جب اور جس وقت جی چاہے منگوا لیجئے۔ اور ڈاکٹر صاحب کو بھی آپ ہی مطلع کریں۔ کلکتہ کا پتہ بذریعہ اسلامیہ ہوٹل زکریا اسٹریٹ رہے گا[3]۔ اکبر نامہ کی رسید ممکن ہے آپ جلد لکھنا چاہیں اس لیے یہ گذارش ہے۔

کل یہ ناتمام خط یہاں تک پہنچا تھا کہ ڈاک کا وقت ہوگیا۔ شام کو عنایت نامہ مل گیا۔ تحریر میں آپ نے خوب یاد دلایا۔ اس کی ضرورت تو اپنے لیے بھی تھی۔ مولانا گیلانی کا خط ابھی نہیں آیا اب ان شاء اللہ وطن بخیریت پہونچ گئے ہوں گے۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) مولانا کی اکبر الہ آبادی پر کتاب شائع کردہ فروغ اردو لکھنؤ۔

(۲) مراد ڈاکٹر حکیم عبدالعلی صاحب۔ مولانا علی میاں صاحب کے برادر مولانا اکبر۔

(۳) کلکتہ کے دوران قیام میں جہاں مولانا ایک دو روز میں جانے والے تھے۔ یہ ہوٹل حافظ عبدالجبار صاحب دریابادی نے قائم کیا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۵ جون ۱۹۵۴ء

برادرم! السلام علیکم

سفر عین وقت پر ملتوی کرنا پڑا۔ کچھ ایسی ہی خانگی قسم کی مجبوریاں پیش آگئیں[1]۔ کل تین تار معذرت کے روانہ کیے۔ بہرحال ارادہ رب ارادہ عبد پر غالب رہا۔ آپ کی فرمائش کی سعادت کی تعمیل بھی ہاتھ سے نکل گئی۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) اس کی تفصیل مولانا نے اگلے خط میں خود بیان کی ہے۔

بسم اللہ

دریاباد
۲ جولائی ۱۹۵۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

کلکتہ والا کارڈ بھی یہاں آگیا۔ دونوں ساتھ ہی پہنچے۔

التوائے سفر کا ماجرا سنیے۔ پہلے تو گھر میں طبیعت خراب ہوئی۔ کچھ ایسی زیادہ تو نہیں لیکن بہرحال ارادہ سفر میں حائل۔ پھر ہاشم کا بچہ عبدالرب سلمہٗ بہت ہی شدید تپ میں دفعتہً مبتلا ہوگیا۔ ہذیانی کیفیت۔ صحت کامل اب بھی نہیں ہوئی۔ معًا اس کے بعد اس کی ماں زچگی کی عین حالت میں لرزہ وتپ۔ اس کا سلسلہ اب تک قائم ہے اور خاصا تشویش ناک دعا ضرور فرمائیں اور نوزائیدہ بچے کی جان کا تو اللہ حافظ ہے یہ سب لوگ لکھنؤ

میں ہیں ۔

الندوا کو موقوفی ہی کے معنی میں سمجھئے ۔ ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ میاں ہاشم جن کی رفاقت لازمی ہے ان کی کوئی بڑی چھٹی جس میں ہفتہ عشرہ کا وقت کلکتہ کے لیے نکال سکیں زمانۂ قریب میں نہیں ۔

ماہنامہ Voice of Islam کراچی میں حضرت کا ترجمہ نکلنا شروع ہوا ہے کسی صغیر احمد بی اے ایل ایل بی کے قلم سے ۔ انگریزی میں مضمون بے جان سا ہو گیا ہے ۔ پھر بھی بعض انگریزی خوانوں کے حق میں غنیمت ہے ۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کو اس وقت الندوا موقوف کا علم نہیں ہوا تھا اس لیے پہلی اطلاع پر انھوں نے مولانا کو کلکتے کے پتے پر خط لکھا کہ وہاں پہنچ گئے ہوں گے ۔

(۲) یعنی نمی صاحبہ مرحومہ ۔

(۳) اب ڈاکٹر عبدالرب محمد سلیم قدوائی لکچرر شعبۂ سیاست کشمیر ۔

(۴) ماشاءاللہ یہ بچی خالدہ سلمہا راقم مرتب کی منجھلی لڑکی جس سے مولانا موصوف کو بڑا تعلق تھا اب محمود صاحب اولاد ہے ۔ ایلیٹھی ضلع لکھنؤ کے سابق تعلق دار خاندان کے عزیزی حبیب الدین حیدر عرف طارق سے شادی ہوئی ۔

(۵) مراد حضرت اشرف علی تھانوی ۔

بسم اللہ

دریاباد
۵ اگست ۱۹۵۴ء

برادرم! السلام علیکم

مضمون میں تو یقیناً آپ نے احتیاط رکھ لی ہوگی لیکن مکاتیب سلیمانی وہاں بھیج دینا تو خطرہ سے ہرگز خالی نہیں۔ کم سے کم سردست تو الٹا ہی نامناسب ہوگا ـــ ہاں ایسے خطوط ہوں جو ان جھگڑوں سے خالی ہوں تو ان کے بھیج دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اور اپنے خطوط تو میں ہرگز کہیں چھپوانا نہیں چاہتا خدا معلوم کس وقت کس عالم میں کس کس کو کیا کیا لکھا۔ اندھا دھند سارے خط چھاپ دینے کا فتنہ بڑا سخت ہے۔ ان کی مدد سے جس فرشتے کو چاہیئے خبیث ثابت کیا جا سکتا ہے۔ محمد علی اور تھانوی کی ہر چیز میں پبلک میں لانے کا قائل نہیں چہ جائیکہ ہمہ شما کی سو فی صدی کھلی ہوئی زندگی تو صرف رسولؐ کی تھی۔

آپ نے عرصہ ہوا دعائے قنوت پر سوال کیا تھا میں تو کوئی خاص نکتہ اس سے سمجھا نہیں۔ جو ظاہری معنی ہیں وہی لیتا ہوں۔ رہا عمل و عقیدہ میں غیر مطابقت تو وہ جیسی ساری زندگی میں ہے اس میں بھی ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ نے مولانا سے اس بارے میں مشورہ چاہا تھا کہ ان کے نام جو مولانا سلیمان ندوی اور خود مولانا کے خطوط ہیں وہ چھپوا لیں۔

(۲) یہی مولانا کا اصلی مذاق تھا۔

(۳) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۳/ اگست ۱۹۵۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

کارڈ تو ۳۰،۳ دن ہوئے مل گیا تھا۔ لفافہ عین انتظار میں اب وصول ہوا۔

ایک دن کے لیے الٰہ آباد گیا تھا۔ بھارتی اکیڈمی (سابق ہندوستانی اکیڈمی سے) اردو کے اخراج پر اپنی بھی مہر ثبت کرنے۔ ۸ مسلمان ممبروں میں سے کل تین آئے۔ نئے نظام میں ۳۴، ۳۵ ممبروں میں اردو کے ۲ ممبر کے لیے گنجائش باقی رہ گئی یعنی ایک نمائندہ دارالمصنفین کا رہنے گا اب تک دو تھے۔ اور صوبہ کی ہر یونیورسٹی سے ایک ایک نمائندہ آئے گا اس میں ممکن ہے کہ علی گڑھ سے کوئی نمائندہ کبھی اردو کا آجائے۔ نمائندے ضابطے سے اب صرف ہندی کے لیے آیا کریں گے لیکن خود ہندی کی تعریف میں اتنی لچک رکھ دی گئی ہے کہ برج بھاشا، کھڑی بولی اودھی کے ساتھ اردو بھی اس میں آجاتی ہے۔ خیر صفر محض کے مقابلے میں ۲ ہی غنیمت معلوم ہوا۔

محمد علی[1] تو پہنچ گئی ہوگی (میری ملک ہے اس لیے زائد کا پیاں ہدیتاً بھیج دینا آسان ہے)۔ بقیہ تفسیر وغیرہ جو دوسروں کی ملک ہوگی اصل دشواری اس میں پڑتی ہے۔ بہرحال تفسیر کے سلسلے میں پھر عرض کروں گا۔ ابھی تو خود میری ہی کاپی نہیں آئی ہے۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) مولانا کی تصنیف محمد علی۔ ذاتی ڈائری۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۸ ستمبر ۱۹۵۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

تفسیر کو محض نذر رہنے دیجئے۔ اس کی نیت کر چکا تھا اور آپ کی جوابی حالت بے ظاہر ہی ہے۔ بس زیادہ سے زیادہ ہو سکتا ہے کہ اپنے حلقے میں آپ ذرا اشارہ کر دیں تو ممکن ہے کہ ایک آدھ خریدار نکل آئیں۔

دعاگو

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ نے تفسیر ماجدی کی قیمت پیش کرنا چاہی تھی۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۱ اکتوبر ۱۹۵۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

۲۱ کی شام کو بنک سے ۵۰ ڈالر پچھلے مہینے کی رسید واپس ہے۔ منصب ہم نہ وصول کر سکیں گے۔ اس کی بنا اس MEMO سے معلوم ہوگی جو ہمیں وصول ہوا ہے اور ہم ملفوف کرتے ہیں۔ ۶ سالانہ مندرجہ ذیل غیر معمولی ہو رہے ہیں۔ اگست کے بموجب سارے منصوبوں کا اجرا ہمارے لیے بند ہو گیا ہے۔ کمال در کمال ملاحظہ ہو کہ اول تو بنک اس اطلاع دینے میں ۱/۲ مہینے سے زیادہ کا وقت صرف ہو گیا اور خود MEMO لفافے کے اندر سے ندارد گویا وجہ بندش سرے سے نامعلوم۔

بہرحال الٹی سیدھی تحریر اکاؤنٹنٹ جنرل کو لکھ بھیجی ہے اور دو ایک صاحبان کو بھی لکھ دیا ہے۔ مہینوں سے قبل تو کسی تصفیہ کی صورت نہیں۔ صدق کی آمدنی پر عین اسی وقت زوال نہ آگیا ہوتا تو اس بندش کو یہ آسانی نباہے لیے جاتا اب بھی انشاء اللہ کچھ زیادہ دقت نہ ہوگی۔

کئی دن ہوئے کراچی کے ایک روزنامے میں ایک مراسلہ اردو زبان کی ترقی حیثیت پر تجدید تبلیغ سے ماخوذ دیکھا لکھنے والے سید نجمی، یہ نجمی یقیناً ندوی کی خرابی ہوگی۔

والسلام دعا گو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) حیدرآباد اسٹیٹ بینک اس وقت تک اور اس کے بعد بھی کئی برس تک مولانا کی پنشن منظور کردہ نظام حیدرآباد اسی بینک سے آتی رہی۔

(۲) ایجنٹوں کی نادہندگی اور پاکستان سے اخبار کی قیمت نہ وصول ہونے کی وجہ سے مختصر مدت کے لیے صدق کی اشاعت بند کر دی گئی تھی۔

(۳) مکتوب الیہ کی تصنیف۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۱ اکتوبر ۱۹۵۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

آپ نے ایک کام کی بات خوب یاد دلائی یعنی دعا۔ لیجئے یہ حق بھی گویا ادا ہو گیا۔ چنانچہ آپ کے حق میں آپ کا خط ملنے کے بعد رات کو پہلی بار دونوں کے حق میں گو برائے نام اور بے دلی سے۔

آپ پر سایہ فضل ہے۔ آپ کا معاملہ آسان ہے۔ میرا معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت

اصل حکم یا اس کی نقل تو اب تک آنکھوں کو لگانے کی بھی نہ ملی (بینک والوں کے اس ظلم صریح کی فریاد کس سے کی جائے) صرف ناظر یار جنگؒ اور میاں غوثؒ کے خطوں سے استنباط کرکے یہ سمجھا ہوں کہ منصب دار سب القط کر دیے گئے ہیں اور ان ہی کے لپیٹ میں پنشن خوار بھی آگیا (میرے کاغذات میں سرکاری لفظ پنشن استعمال ہوتا رہا نہ کہ منصب) منصب داروں میں بھی ۶۰ سے اوپر عمر والوں کے لیے استثنا موجود ہے اور میں استثنا میں بھی بہ خوبی آجاتا ہوں میں ۶۲ کا ہوں۔

آپ نے اس تفسیری حاشیے کی طرف بھی خوب توجہ دلا دی میں نے نکال کر دیکھا تو واقعی میری عبارت کی کئی سطریں غائب تھیں۔ میں نے مطبوعہ عبارت لکھنے کے بعد لکھا تھا کہ اگرچہ مذہب صحیح و برحق یہی پیر دھونے کا ہے لیکن جن لوگوں نے دوسری قرأت جر کے ساتھ پڑھ کر مسح کو کافی سمجھا ہے۔ گنجائش ان کے لیے بھی ہے۔ چنانچہ آئمہ تفسیر میں سے ابن جریر طبری اسی طرف گئے ہیں اور صحابہ و تابعین میں سے ابن عباسؓ، انس بن مالکؓ اور عکرمہ اور شعبی کا بھی یہی مذہب منقول ہے آگے مسلسل عبارتیں درج تھیں پھر یہ تھا کہ عملاً دونوں مذہبوں میں کچھ زیادہ فرق نہیں اس لیے کہ جو مسح کے قائل ہیں وہ مسح جرتی کے نہیں مسح کلی کے قائل ہیں چنانچہ ابن جریر نے الخ ؒ

یہ ساری عبارت ۱۵ - ۲۰ سطروں کی یکسر غائب۔

بعد کو شروع سال میں آپ کے توجہ دلانے پر میں نے چند سطریں اور لکھ بھیجی تھیں یوں جمہور کے اس مذہب ضعیف کے جواب میں امور ذیل پیش کیے جاسکتے ہیں اس سے مذہب جمہور کی تقویت مزید ہوگئی تھی اور تاج صاحبؒ نے مجھے جواب میں لکھ بھیجا تھا کہ کتابت بلکہ طباعت ہو چکی اب کسی ترمیم کی گنجائش نہیں۔ یہ راز تو اب جا کر کھلا سورۂ نساء کی آیت وَلَا تَنكِحُوا الْمُحْصَنَاتِ ... کے حاشیے میں حذف و اسقاط ہے بلکہ صریح ترمیم کی مثال جلد اوّل میں پیش آچکی تھی یہ دوسری ہوئی اور کیا عجب کہ اور بھی جا بجا ہو۔ میں لفظاً بہ لفظ تو مسودے سے

ملانے سے رہا۔ یہ ساری کارگزاری مصلح صاحب کی معلوم ہوتی ہے جو متشدد دیوبندی ہیں۔ ایک خط میں مجھے لکھا تھا کہ میں صدق اور آپ کی تفسیر دونوں کا معتقد تھا لیکن صدق میں قادیانیت نوازی دیکھ کر میں نے خریداری بند کر دی۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) مراد مولانا فضل اللہ صاحب استاد شعبۂ دینیات عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد جن سے مکتوب الیہ کے بڑے تعلقات تھے۔

(۲) یہ معاملہ وہی پنشن کی بندش کا۔

(۳) حیدرآباد ہائی کورٹ کے جج اور مولانا کے ہم زلف۔

(۴) مولانا کے حقیقی پھوپھی زاد بھائی کے صاحبزادے محی الدین حسن قادری رزاقی۔

(۵) یہ حاشیہ سورۃ مائدہ میں۔

(۶) شیخ عنایت اللہ صاحب تاج کمپنی لاہور۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۸ اکتوبر ۱۹۵۲ء

برادرم! وعلیکم السلام

سوال میرے طرف کا نہیں معذوری و بےبسی کا ہے۔ تحریف کا علم تو چھپنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ پھر اب مصنف غریب کے پاس چارہ بھی کیا رہ جاتا ہے سوائے اس کے ایک شکایت نامہ لکھ بھیجے اور اس کے بعد اپنے اخبار میں اس کا اعلان کر دے یہی دونوں صورتیں اختیار کروں گا۔

میراوہ "سابق شاہی وظیفہ" تو اکتوبر ۱۹۵۰ء ہی میں یک لخت بند ہو گیا تھا۔ آٹھ مہینے کی لکھا پڑھی دوڑ دھوپ کے بعد وزیر تعلیم کی موکد و مسلسل سفارشوں اور خود وزیر اعظم ہند کی تحریک پر جون ۱۹۵۱ء سے بجائے دو سو کے ایک سو پچیس کی پنشن غیر مشروط جاری ہوئی۔ فنانس کے مراسلے میں لفظ پنشن تین بار صراحتاً آیا ہے اور خزانہ اس وقت سے ایصال رقم بھی پنشن ہی کی رسید پر کرتا رہا ہے۔ رہی عمر تو اس کا کیا ثبوت پیش کروں ہائی اسکول کا سرٹیفکٹ اب کہاں محفوظ انظرمیڈیٹ میں عمر کا خانہ ہوتا نہیں۔ لے دے کر وہی صدق و سچ کی کاپیاں جس میں بار بار اپنی عمر کا اعلان کر چکا ہوں۔ اس ثبوت کو کوئی سرکاری دفتر مانے گا؟ بہرحال ایک خط اس مضمون کا فنانس کو بھیج دینا ہے خط کا مسودہ ٹائپ کے لیے لکھنؤ بھیجا ہے اور اب دیکھیے جب ٹائپ ہو کر لوٹے۔

۱۹ اکتوبر۔

کل شام کو دوسرا عنایت نامہ ملا آپ اپنے ہی معاملے کو دیکھ لیجیے۔ انگریزی دور میں بعلایہ "گم ہو جانے" کا عذر کسی کے خیال میں بھی آ سکتا تھا۔ اب بے تکلف یہ عذر ہر دفتر میں ایک مستقل عذر ہو گیا ہے۔ ایک مہینہ گویا آپ کا بالکل ضائع ہی ہو گیا کیسے کیسے ظالموں سے سابقہ نا بنا پڑا ہے۔

باندہ میں ہمارے مسعود میاںؒ بے چارے سخت علیل ہو گئے ہیں ان کی ہمشیر کل مضطرب روانہ ہوئی ہیں حالانکہ ایسے میں سفر کا سہتا بالکل نہ تھا۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) تفسیر ماجدی میں طباعت کے وقت مصلح صاحب نے جو بھی عبارتیں بدل دی تھیں؛ ان پر مولانا کی خاموشی کو مکتوب الیہ نے مولانا کے ظرف پر محمول کیا تھا۔

(۲) مراد مولانا ابوالکلام آزاد جنھوں نے اس معاملے میں بڑی دلچسپی لی۔ یہ دوڑ دھوپ

راقم مرتب نے کی۔ رفیع احمد قدوائی صاحب مرحوم نے بھی بڑی دلچسپی لی۔

(۳) صدق جدید کا نقش اوّل ہفتہ وار۔

(۴) صدق کا پلیٹس روپیہ۔

(۵) مکتوب الیہ کی پنشن حیدرآباد کی بند ہوگئی تھی۔

(۶) مولانا کی بیگم کے بڑے بھائی۔

(۷) چچی صاحبہ مرحومہ۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۴ دسمبر ۱۹۵۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

جی ہاں حیدرآباد والے معاملے کا طے ہوجانا اس دور میں تمام تر ایک تائید غیبی ہے۔[1]

سوانح قاسمی کمال اشتیاق کے باوجود کہیں آٹھ دس دن میں ختم کر پایا وقت آخر کہاں سے لاتا ——— ہمارے مولانا گیلانی پر جذب تو معمول سے کچھ زیادہ ہی نظر آیا اور دماغ تو خاص یورپین طرز کا ہے ہی۔ کہاں کہاں سے قیاس آرائی اور استنباط کر کے بات کہاں سے کہاں پہنچادی ہے۔ مولانا طیب کے حاشیے سوائے ایک دو مقامات کے عموماً بہت سنبھلے ہوئے اور متوازن ہیں۔ حضرت قاسم کے سارے کمالات اور کرامات کو تسلیم کرنے کے بعد دری باتے حکیم الامت!

ریویو کے جلد نکلنے کا کیا امکان ——— ایک دو نہیں بیسیوں کتابیں ہیں بعض ۶، ۶ ماہ قبل کی آئی ہوئی پڑی ہیں اور بعض اہمیت میں بھی کم نہیں۔

۲۹ دسمبر کو ان شاء اللہ لکھنؤ میں ہوں گا اور سہ پہر کو خالی ہر بجے کے بعد۔ آپ کی تشریف آوری کا منتظر رہوں گا بشرط بلا زحمت۔ انتقال وظیفہ پر بھی زبانی گفتگو ہوگی۔ آپ نے اپنے لیے جو تحریک کی تھی اس کی نقل پڑی رہ گئی ہو تو اس سے بھی مستفید ہوں گا۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کی پنشن کا اجراء ہو جانا۔
(۲) یعنی کہ مولانا کی پنشن بھی حیدرآباد سے لکھنؤ منتقل ہو جائے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۱ فروری ۱۹۵۵ء

برادرم! وعلیکم السلام

آپ کی کتاب کے لیے پرسوں سے وقت نکالا۔ دونوں دن ۶۰-۶۰ صفحے دیکھ گیا اب کوئی نصف باقی رہ گئی ہے ان شاء اللہ آج اور کل میں پوری ہو جائے گی اور دفتر صدق میں ان شاء اللہ بدھ شنبہ کی صبح پہنچ جائے گی یہ کارڈ آپ کے اطمینان اور اطلاع کے لیے ہے۔

اب تک کوئی بات کہنے کے قابل نہیں ہے۔

آپ کے اصل دعوے سے صد در صد سے میں سو فی صدی تو نہیں البتہ ۷۰-۷۵ فی صدی متفق ہوں یعنی قرآن نے اصل زور اتفاق پر دیا ہے نہ کہ کسب مال پر۔ باقی ایک ثانوی درجے میں قرآن مطلق مال کو بھی محل انعام میں لایا ہے تو کوئی بامرِ ازل و بنین وغیرہ متفرق آیات ہیں نیز قصہ سلیمانی و ایوب، ذوالقرنین وغیرہ ہیں۔ بہرحال جو اس وقت مال پرستی کا فتنہ چلا ہوا ہے اس کے مقابلے میں یہ تھوڑی سی زیادتی ہر طرح گوارا ہے۔ یہ کارڈ لکھ چکا تھا کہ والا نامہ ملا۔

کوئی بات فوری جواب طلب نظر نہ آئی۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ
عبدالماجد

(۱) یعنی تجدیدِ معاشیات۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۰ مارچ ۱۹۵۵ء

برادرم! وعلیکم السلام

مُستقر آپ نے ہنکی میں بہت خوب تلاش کر لیا(۱)۔ دریاباد سے قریب تر ہو گئے۔ لکھنؤ سے بھی دور نہ ہونے پائے۔ میں ڈر رہا تھا کہ خدا معلوم کہاں آپ چلے جائیں۔

اب انشاءاللہ کسی دن کھڑی سواری ہنکی آؤں گا۔ اہل و عیال بدستور لکھنؤ میں ہیں؟ آمد و رفت لکھنؤ کا کوئی دن ہفتے میں یا کچھ تاریخیں مہینے میں متعین ہو جائیں تو شاید اور زیادہ سہولت رہے۔

آپ نے مولانا گیلانی کو وہ خط خوب لکھ دیا تھا یہ اثر الوجہ طلب ہو گیا اس کے بعد مجھ میں نے بھی کچھ لکھ دینے کی ہمت کی آپ کو شکریہ کا کارڈ کئی دن ہوئے لکھ چکا ہوں۔

میرے پاس دو ذمہ دار شخصیتوں کے خط تسلی کے آ گئے مولانا بے چارے کی بے اطمینانی طبعی کیفیت کا نتیجہ ہے۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ اس زمانے میں بعض خانگی الجھنوں کی وجہ سے ہنکی نواح شہر بارہ بنکی منتقل ہو گئے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۹ مارچ ۱۹۵۵ء

برادرم! السلام علیکم

۱۷، ۱۸، کے کارڈ کل شام ایک ساتھ ملے خدا کرے اب بالکل صحت ہوگئی ہو کل ہی صبح ایک کارڈ آپ کو لکھ چکا تھا۔

دلوہ[1] کو سفر پاکستان سے تعلق ذرہ برابر نہ تھا۔ آپ میرے پروگرام وغیرہ کے بارے میں روایت صرف میری ہی بیان کی ہوئی قبول فرمایا کریں۔ میا پروگرام بمبئی کا یا دلوہ کا قطعی ہوتا تو میں خود ہی آپ کو مطلع کرتا۔

اس وقت تک تو سفر پاکستان بالکل فسخ کر چکا تھا۔ دو دو خط معذرت کے لکھ چکا تھا۔ ایک دہلی میں ہائی کمشنر، دوسرا براہ راست کراچی ارادہ از سر نو ابھی پرسوں قائم کیا کراچی سے دو دو لمبے تار آنے کے بعد[2]

اب چھوٹے سے چھوٹے سفر ہی سے طبیعت اکتانے لگی ہے چہ جائیکہ اتنا لمبا سفر بس دعا ہی فرمائیں۔ ۲½ دن کا قیام لاہور اور ۸ دن کا کراچی میں واپسی بحری راستے سے[3]۔

منٹو[4] کے سلسلے میں جو کچھ عرض کیا تھا اس کے جواب میں گرماگرم مضمون پاکستان میں نکل رہے ہیں کہ یہ لکھنے والا وہی ہے جس نے رات کو چھپ کر سنیما دیکھا تھا[5] یہ وہی ہے جس نے دوست کی بیوی کو سبز باغ دکھا کر پھر طلاق دے دی تھی[6] وغیرہا۔

سیدھی سے سیدھی بات ذرا زبان سے نکال کر دیکھیے تو اکبر مرحوم کا کلام اور مولانا محمد علی مرحوم کی زندگی قدم قدم پر یاد آتی ہے۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) دلوہ ضلع بارہ بنکی جس کی شہرت حاجی وارث علی شاہ کے مزار کے باعث ہے۔

(۲) یہ سفر اس وقت کے گورنر جنرل پاکستان ملک غلام محمد کی دعوت پر مولانا نے اپریل ۱۹۵۵ء میں کیا تھا۔ "خاکسار مرتب بھی ان کے ہمراہ تھا۔"

(۳) لیکن واپسی دہری ٹرین سے ہوئی براہ امرتسر

(۴) اردو کے ترقی پسند اور فحاشی افسانہ نگار سعادت حسن منٹو مولانا مرحوم نے اس کے بارہ میں صدق میں لکھا تھا۔

(۵) مولانا نے لمبے لمبے وقفے کے بعد دو ایک فلمیں دیکھیں تھی اور ایک کا ذکر صدق میں بھی کیا تھا اور اپنے مضمون میں اس کی برائی ناظرین کے ذہن نشین کی تھی۔

(۶) مولانا مرحوم نے عقد ثانی کیا تھا اور پھر طبیعت کی عدم مناسبت کی وجہ سے طلاق دے دی تھی۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۸ مارچ ۱۹۵۵ء

برادرم! وعلیکم السلام

کئی دن ہوئے آپ کو دو خط لکھے تھے ایک لکھنؤ کے پتے پر ایک بنکی کے پتے پر۔ ایک کارڈ میں عرض کیا تھا کہ میرے متعلق روایتیں میری ہی زبان سے سن کر یقین کیا کیجیے نہ کسی عزیز وغیرہ کی زبان سے سن کر۔ نیز یہ کہ سفر دلوہ نہ سفر پاکستان کی پہلی منزل تھی نہ دوسری منزل۔ دونوں میں کسی قسم کا کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ آپ کے خط میں کوئی ذکر نہیں۔ خیال یہی ہوتا ہے کہ دونوں کارڈ نہیں پہنچے۔ انا للہ۔

جی ہاں کوشش تو یہی ہے کہ صدق اپنے وقت پر کسی طرح نکلے جائے آگے اللہ مالک ہے۔

غلام محمد سلمہ حیدرآبادی[1] خدا معلوم آپ کے 'رُوڈ' کے کبھی کس بنا پر متوقع ہیں۔
لکھنؤ انشاء اللہ ۱۳؍ (جمعرات) کی دو پہر کو پہنچ جاؤں گا اور جی یہ چاہتا ہے کہ سہ پہر کو آپ کی عیادت کو پہنچ جاؤں لیکن دیکھیے۔ باقی آپ کی نقل و حرکت کا کوئی سوال ہی نہیں لکھنؤ سے روانگی جمعہ کو پونے تین بجے لاہور قیام ۳،۴،۵ کو، ۶ کو صبح روانگی، کراچی میں قیام، تا ۱۵؍ اپریل خیال یہ تھا کہ واپسی براہ بمبئی سمندری جہاز سے رکھوں اب معلوم ہوا کہ ۱۵ بلکہ ۱۶ کو بھی جہاز نہ مل سکے گا اس لیے اب مجبوراً دہلی لاہور کا راستہ رکھ رہا ہوں۔ ایک دن قیام لاہور کا اور رہ جائے گا۔ لاہور میں اپنا ارادہ تو ڈاکٹر میجر خلیل الرحمٰن صدیقی کے ہاں ٹھہرنے کا ہے گو یا ڈی کمشنر کے ہاں۔ ہے اجمالی اطلاع ملی ہے کہ شاید سرکاری انتظام ڈپٹی کمشنر کے ذریعے ہو بہر صورت ڈاک کا پتہ بذریعہ پوسٹ ماسٹر لاہور کینٹ رہے گا۔
ایک خاصا قافلہ ۷ آدمیوں کا ہوگا۔ میاں بیوی اور میاں ہاشم سلمہ بطور سکریٹری کے۔ بیسیوں کیا معنی پچاسوں سیکڑوں ملنے والوں سے وقت مقرر کرانے اور ساری دیکھ بھال کے لیے ان کا ساتھ لازمی ہے اور میاں دردگاہی کا۔
لکھنؤ واپسی کی آخری تاریخ ۲۰؍ اپریل رکھی ہے تاکہ دریاباد ۲۷؍ شعبان کی شام تک ضرور پہنچ جاؤں۔ کام کا وہ انبار کے دن میں صاف کرنا ہوگا اس کے تصور سے سہما جاتا ہوں۔
لیجیے ایک ضروری بات رہی جاتی ہے۔ یہ آپ خلیفۃ اللہ کے تعطل رائے وارادے پر جو اتنا زور دیا کرتے ہیں اس پر قرآن اور سنت سے کیا دلیل ہے؟ استفادہ کے لیے سوال کر رہا ہوں۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) حضرت سید صاحب کے مسترشد اور مولانا مرحوم اور مکتوب الیہ دونوں کے معتقد۔

(۲) مولانا مرحوم کی بیوی کے ایک بڑے مخلص عزیز۔
(۳) یہ محمد معین کارکن صدق کا عرف ہے۔ یہ بھی بڑے مخلص اور کارگزار شخص ہیں۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۹ اپریل ۱۹۵۵ء

برادرم! السلام علیکم

گھر پہنچ کر بہت چاہا کہ مراسلات میں سبقت میں ہی کروں کسی طرح ممکن نہ ہوا۔ اخبار کا ڈھیر ۵،۶سو سے کیا کم ہوگا۔ رسالے بھی ۲۵، ۳۰ کی تعداد میں اور کتابیں چھوٹی بڑی میرے ساتھ آنے والی تعداد میں ۸۵ پہلے کی رکھی ہوئی اور ہر دوسرے تیسرے ڈاک سے آتی رہتی ہیں۔

سفر دو ایک تکلیفوں کو چھوڑ کر بحیثیت مجموعی آرام دہ، دلچسپ اور بڑا سبق آموز رہا۔ روداد صدق کے ۵ نمبروں سے کم میں نہ آئے گی۔ اور پھر بھی بہت سی گفتنی ناگفتنی ہی رہ جائے گی۔ الحمدللہ کہ پروگرام کی پابندی دن و تاریخ کیا معنی گاڑی کی بھی رہی۔

لاہور میں مولانا محمد حسن کی زیارت کو گیا اور بہت دیر تک باریاب رہا آپ ہی کا ذکر خیر رہا۔ حافظ جلیل احمد علی گڑھی سے بھی خوب ملاقاتیں ہوگئیں۔ دو کتابیں بھی ساتھ کردی ہیں ایک حضرت کی مجددیت خاص آپ کے رنگ کی۔ لاہور میں مولانا طیب صاحب سے بھی سرسری ملاقات ہوگئی تھی اور کراچی میں مولانا ظفر احمد تھانوی سے۔ مولوی احتشام الحق صاحب کی زیارت پہلی بار ہوئی۔ بڑا اکرام کرتے رہے۔ سرکاری مہمانی لاہور اسٹیشن ہی سے شروع ہوگئی تھی پھر کراچی میں تو اس کا پورا زور رہا۔ سید صاحبؒ کی قبر پر جاکر بڑا اثر پڑا۔ دارالمصنفین کی خدمت تھوڑی بہت بن پڑ گئی مولوی صباح الدین ٹھہرے ہی ہوئے تھے۔

سیاسیات سے اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ الگ رکھا۔ لوگوں کو ناخوش

پر کے۔ ملاقاتیوں کی کوئی حد ہی نہ تھی اور دعوتیں کھاتے کھاتے تو تھک گیا ہاشم سلمہ کو سکریٹری بنا کر لے جانا بہت کام آیا۔ دن بھر فون آتے رہتے تھے۔ کبھی کبھی آدھی رات کو بھی۔ ملک کی عام کیفیت بالکل حیدرآباد کی سی نظر آئی ہر شخص دوسروں پر لعن و طعن اور غیبتوں میں غرق بس اللہ ہی رحم کرے۔

ہاں خلیفہ عبدالحکیم آپ کو پوچھ رہے تھے۔ اب آپ سے جلد ملنے کی ظاہر ہے کیا صورت ہے۔ وہاں تک پہنچنے کی بھی صورت نہیں ہے۔ ایک دفعہ مولوی سراج الحق نے پتہ بتایا تھا تفصیل تو ذہن سے اس وقت نکل گئی اتنا یاد ہے کہ ہمت جواب دے گئی تھی۔

محتاج دُعا

عبدالماجد

(۱) یعنی سفر پاکستان سے دریاباد واپسی پر۔

(۲) لیکن بعد میں یہ روداد اس سے کہیں زیادہ نمبروں میں آئی کم سے کم اس کی تگنی یا چوگنی تعداد میں۔ اور پھر یہ ڈھائی ہفتہ پاکستان میں کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوئی۔

(۳) مولانا مفتی محمد حسن امرتسری حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے ایک ممتاز خلیفہ۔

(۴) یہ بھی حضرت تھانوی کے خاص مرید تھے پہلے مستقل تھانہ بھون ہی میں رہتے تھے۔

(۵) حضرت مولانا تھانوی کے بھانجے اور ایک ممتاز عالم دین ان کا ۱۹۸۰ء میں انتقال ہوا۔

(۶) کراچی میں جن لوگوں کا قیام گورنر جنرل ہاؤس میں رہا

(۷) اسسٹنٹ سیکریٹری دارالمصنفین اور موجودہ ناظم دارالمصنفین و مدیر معارف۔

(۸) پاکستان منتقل ہونے سے پہلے یہ عثمانیہ یونیورسٹی میں فلسفہ کے استاد تھے۔

(۹) حضرت مولانا تھانوی کے مسترشد انھوں نے مولانا سے انگریزی ترجمۂ قرآن کا بے حد اصرار کیا تھا۔ گویا وہی اس کے اصل محرک تھے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۵ جون ۱۹۵۵ء

برادرم! السلام علیکم

پارسال کا ملتوی شدہ سفر کلکتہ(۱) انشاء اللہ اب پورا کرلینا ہے۔ پرسوں صبح کو روانہ ہو کر دس
قیام کلکتہ اور چند گھنٹوں کا قیام جہاں جہاں کرکے ۵ ہو کی سکے پہر کو انشاء اللہ دریاباد واپسی ہوگی۔
کا۔ پروگرام بنے ہوئے تو عرصہ ہوچکا تھا اب خیال آیا کہ آپ نے پارسال تھوڑے منہ کے کھو ماس کی
فرمائش کی تھی اگر ضرورت اب بھی باقی ہو یا تو خط مجھے امینیہ ہوٹل زکریا اسٹریٹ کلکتہ کے پتے
پر ڈال دیجئے یا پھر لکھنؤ ہی میں ہاشم صاحب سے مل کر کہہ دیجئے وہ حسب معمول ساتھ ہوں گے۔
مولانا گیلانی کا مکتوب اس ہفتے آیا تھا خیریت ہی سمجھنا چاہیے۔ دہلی ریڈیو نے سید صاحب
کی کتابوں پر مجھ سے تبصرہ کرایا مگر افسوس ہے کہ ان کی کمزور ترین کتاب "حیات شبلی" ہے۔
داد تو دی لیکن یہ بھی کہنا پڑا کہ بہر حال کتاب ایک نوشتۂ سلیمانی ہے کوئی صحیفۂ سلیمانی تو ہے نہیں۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) یہ سفر مولانا کے ہم وطن اور صاحب حیثیت تاجروں یعنی عبدالقیوم صاحب ان کے بھائی امین صاحب اور ان کے چچازاد بھائی احمد زماں صاحب کی دعوت پر ہوا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۶ اگست ۵۵ء

برادرم!   وعلیکم السلام

اردو کا مختصر کارآمد لغت ذرا مشکل ہی سے ملے گا میرے پیش نظر نور اللغات (۴ ضخیم جلدوں میں) رہتا ہے۔ فرہنگ آصفیہ اب نایاب ہے ایک چھوٹا لغت طلبہ کے کام کا عزیز لکھنوی نے تیار کیا تھا غالباً، بڑا اللغات میں نے دیکھا نہیں لیکن قیاساً کہتا ہوں کہ وہ آپ کے کام کا ہوگا آفتاب منزل کے ذریعے غالباً مل سکے۔

ایسی کون سی بات ہو سکتی ہے جس کا لکھنا آپ جیسے صاحب قلم کے لیے دشوار ہو بہرحال میری حاضری لکھنؤ ۲۰ سے قبل تو ہونا مشکل ہے اغلب ہے کہ ۲۳ کو ہو۔ آپ کو اطلاع کر دوں گا۔

میں کیا عرض کروں بڑی گستاخی ہوتی ہے لیکن آپ کے عفو و کرم پر اعتماد کر کے عرض کرتا ہوں کہ آپ کا نقطۂ آغاز (Starting point) ہی اس معاملے میں کج نظر آتا ہے اور اس سے نتائج غلط در غلط نکلتے چلے آتے ہیں۔ کوئی معرکہ رام یا راون سے کا یا حسینؓ و یزید کا پیش ہی نہ تھا جیسا کہ آپ کی تحریروں سے برابر مترشح ہوتا رہتا ہے۔ بلکہ کشمکش علیؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ نیز معاویہؓ کے درمیان تھی میں اگر سیرت نگار سلیمان ہوتا تو یہ بات اس رنگ میں لکھتا کہ حالات تکوینی وتقدیری جب اجل صحابہ کی آویزش بلکہ مقاتلہ کو نہ روک سکے تو ندوئین بے چارے کس شمار میں ہیں۔ آخر زمانہ میں سید صاحب کو اختلاف اور شاید شدید ترین اختلاف ایک ایسے رفیق کار کے ساتھ پیش آگیا جن کی رفاقت ضرب المثل تھی جو سید صاحب کے زمانے ہی کے ایک جونیر ندوی تھے اور اب ایک شیخ کے مرید بلکہ بڑے اور چھوٹے خلیفہ بھی تھے۔ خانگی پیچیدگیاں (مثلاً دونوں کے حرم محترم کی یکجائی)

اس آگ کو اور ہوا دی۔ درمیان میں مصالحت اور مفاہمت کی صورتیں نکلیں باہم بڑے موکد عہد و پیمان ہوتے لیکن اس اتحاد کی عمر بھی بہت ناپائیدار ثابت ہوئی۔ سید صاحب بددل ہو کر باہر رہنے کے بہانے ڈھونڈنے لگے اور آخر میں ایک دوسرے ملک میں جہاں صاحبزادی، داماد اور دوسرے اعزّہ پہلے ہی سے موجود تھے اور دوسرے احباب کی بھی شرکت سے پناہ گزین ہو کر دارالمصنفین سے یکسر قطع تعلق پر مجبور ہو گئے۔ اس ناخوش گوار واقعہ کی تفصیلات میں جانا نہ سیرت نگار کے لیے خوش گوار اور نہ اس سے ناظرین کو کسی نفع کی توقع۔ (آپ کے مضمون کہفی کی اشاعت ان شاء اللہ اس نمبر سے شروع ہو جائیگی)

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) حکیم عبدالقوی کا گھریلو نام

(۲) مدینہ معارف کے سلیمان نمبر والے مکتوب الیہ کے مضمون کی اشاعت کے سلسلے میں

(۳) مکتوب الیہ نے رمضان حضرت شاہ وصی اللہ کے ساتھ اعظم گڑھ کے ایک غیر معروف گاؤں میں گزارا تھا اور اس کے بارے میں تاثرات چند روز ایک ... کے عنوان سے صدق میں بغرض اشاعت بھیجے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۵ ستمبر ۱۹۵۵ء

برادرم! السلام علیکم

آپ کو دو مفصل لکھنے ہی کو تھا کہ آپ سبقت کر گئے۔

پہلے مشورہ کا شکریہ آپ دعا کرتے رہیں کچھ تھوڑی بہت کوشش تو صدق

اس پہلو کی بھی کرتا ہے۔ مزید توفیق اللہ عطا کرے اہلیت اور طبعی مناسبت بہرحال اپنا اثر رکھتی ہی ہیں۔

۲۔ دوسرا مشورہ بھی یقیناً قابل غور اور توجہ ہے۔ آپ کی طرح ایک اور گروہ کا بھی خیال ہے۔ بہرحال میں نے اسے خوشی اور شکرگزاری کے ساتھ سُن لیا۔

اب اس خاکسار کی بھی سنئے:

پانی پتی مرید کے چندہ پیش کرنے کا جو واقعہ آپ نے لکھا ہے میں اس کی لم تک نہ پہنچا اس کی پیش کش میں آخر منافی اخلاص کیا چیز تھی؟ اپنے مرشد کی رضا تو رسول کی رضا اور ہر بزرگ کی رضا کی طرح عین رضائے الٰہی میں داخل اور اس کے ماتحت ہے اس میں ریا کا پہلو کون سا ہے؟

سنیچر ۱۰ ستمبر کو صبح سویرے سے انشاء اللہ لکھنؤ میں موجود ہونا ہے اور آپ کے لیے اس سے ذرا کچھ منٹ اور ہٹ کر یعنی پونے آٹھ اور آٹھ کے درمیان آدھ گھنٹہ آپ کے لیے نکال رکھا ہے۔ جب کئی کئی کام اکٹھا ہو جاتے ہیں تو لکھنؤ کے لیے وقت نکال لیتا ہوں۔

معارف ۱۹۴۲ء کی جلد انشاء اللہ ساتھ لاؤں گا یہ کارڈ آپ کو ہر کی دو پہر تک ملے گا اس میں جواب طلب باتیں صرف دو ہیں ان کا جواب اگر آپ سہ پہر کو ڈال دیں تو مجھے یہیں مل سکتا ہے۔

دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۲۱ر ستمبر ۱۹۵۵ء

برادرم! وعلیکم السلام

خط لکھنے ہی کو تھا کہ آپ سبقت کر گئے۔ اتوار ۲۵ر ستمبر کو موجود ہوں گا۔ دوپہر کو پہنچوں گا بے تکلف فارغ وقت تو وہی سہ پہر کا ہے لیکن احتمال قوی اس وقت دوسرے صاحبوں کے آجانے کا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ذرا قبل تکلیف کریں۔ میرے اندازہ میں ۵ سے قبل تو کوئی آئے گا نہیں۔ آپ براہ کرم ۲۵، ۳۰ منٹ قبل تشریف لے آئیں۔ انشاءاللہ رہوں گا ۲۶ کی صبح کو بھی لیکن اتنی دیر میں متعدد کام اندرونی و بیرونی دونوں قسم کے ہیں۔

گھر میں علیل زیادہ رہنے لگی ہیں۔ علاوہ اور شکایتوں کے بائی بلڈ پریشر ہے مسلسل احتیاط اور دواؤں کے استعمال سے مرض دبا رہتا ہے ذرا بے احتیاطی ہوئی یا دواؤں کے استعمال میں غفلت ہوئی کہ پھر مرض نے دبا لیا۔ دعائیں ضرور یاد رکھیں۔ صدق کے اس نمبر اور حکیم الامت دونوں کا تعلق دفتر ہی سے ہے۔ میاں آفتاب سے سب کہہ دیا تھا اب پرسوں سہ پہر کو ان کے آنے پر دریافت کروں گا۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ اپنے تمام متعلقین کے لیے خاص طور اپنے تمام دوستوں اور ان کے عزیزوں کے لیے دعا کرتے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۹ نومبر ۱۹۵۵ء

برادرم! وعلیکم السلام

جس درخواست کی تمہید پچھلے خط میں تھی وہ اس وقت پیش ہے۔

آپ کے اور غازی صاحب کے تعلقات اب جس نوبت کو پہنچ چکے ہیں وہ ہم نیازمندوں کے لیے بڑی ہی کوفت کے باعث ہیں اس لیے اب ہم مخلصوں (یہ صفحہ جمع اس لیے کہ میرے ساتھ کم سے کم دو صاحب اور بھی شریک ہیں) کی یہ متفق درخواست ہے کہ پچھلے واقعات پر خاک ڈال کر بس آپ دونوں صاحب اس طرح ہو جائیں کہ جیسے اچھے پڑوسی ہوتے ہیں۔ اور بدگمانیوں کو اللہ واسطے اور کچھ ہم نیازمندوں کی خاطر نکال ڈالیں۔ آپ کے ایک پچھلے خط میں بھیارتہ کا اشارہ جس طرح تھا اس سے اندازہ ہوا کہ بات کتنی دور تک جا پہنچی ہے۔ معاذ اللہ۔

ہم وطنی، اشتراک ندوہ اور اشتراک شیخ وغیرہ بے شمار اشتراکوں کے بعد ما بہ الاختلاف کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

ایک طویل عریضہ لکھ کر ادھر سے امید افزا جواب منگا لیا ہے جب ہی یہ لکھنے کی ہمت ہوئی۔ اب معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اخلاص کامل پیدا ہونا ہرگز ضروری نہیں لیکن اتنی رنجشیں اور بدگمانیاں تو بہر حال ناقابل برداشت ہیں۔

ہمیشہ کا تجربہ ہے اور وہی اب بھی ہو رہا ہے کہ ہر فریق اپنے کو بے قصور اور دوسرے ہی کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ غازی صاحب کا بیان ہے کہ آپ ہی کی طرف سے انھیں ترک تعلق کا نوٹس پہنچا اور اس کے بعد جب انھوں نے اپنے حسب معمول آپ کے ہاں آنے اور بیٹھنے کو لکھا تو آپ کے ہاں سے کوئی جواب نہ گیا۔ بہر حال آپ اس بحث میں

پڑے بغیر کسی کی طرف سے کیا ہوا ضرورت اس رنجش کو ختم کرنے کی ہے اور اس خوشگوار نتیجہ پر ڈاکٹر صاحب اور علی میاں جیسے صالحین کی دعائیں ملنی تو یقینی ہیں۔

مقدمہ کی خبر سے بڑی تکلیف ہوئی۔ اللہ ہر بھلے آدمی کو اس مصیبت سے بچائے مجھے تو صرف گواہ کی حیثیت سے دو چار تجربے ہوئے ہیں بس رو رو دیا ہوں۔ ہارنے والے کا ذکر نہیں جیتنے والے کا فشار ہو جاتا ہے ہر طرح کی پریشانی وزیر باری کے علاوہ جھوٹ تو قدم قدم پر چلتا ہے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مولانا مسعود علی ندوی کا وطن۔

(۲) مولانا ہمیشہ اس پہلو پر زور دیتے تھے خواہ وہ افراد کا معاملہ ہو یا اسلامی فرقوں کا۔
ڈاکٹر عبدالعلی ندوی۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۸ نومبر ۱۹۵۵ء

برادرم! السلام علیکم

آپ کا جواب میری درخواست پر بحمد اللہ میری مرضی کے موافق آیا۔ خدا کرے اب عملی صورت میں بھی اس کا ظہور جلد سے جلد ہو۔

"تجدید معاشیات" بھی خوب نکلی۔ گو ابھی صرف چند ورق الٹ پلٹ کر دیکھ سکا ہوں ریویو کی نوبت کہیں مہینوں بعد آئے گی۔ خلاصہ تبصرہ ابھی اور پیشگی عرض کیے دیتا ہوں

مولانا گیلانی کی بہترین کتاب "اسلامی معاشیات" کا بہترین جواب، مہذب، شائستہ لیکن بہر حال جواب۔ ایک ہی حقیقت کے دو مختلف پہلو تبصرہ نگار کو دونوں سے بڑی حد تک اتفاق۔

میرے محسن اور آپ کے بھی دوست اور مداح جوش بچارے دفعتہ چل بسے۔ ایک خط میں یہ لکھ کر آیا ہے کہ سبب موت ان کی تازہ کتاب مشاہدات بنی۔ جس میں رنہا کارپارٹی پر تشدید حملے تھے۔ واللہ اعلم یہ کیا راز ہے اور کچھ تفصیل نہ تھی۔ کتاب پر ریویو کئی ہفتے ہوئے لکھ چکا ہوں چھپنے کی گنجائش دیکھئے کب نکلتی ہے۔

حیات شبلی پر دہلی ریڈیو کی فرمائش پر ایک تقریر ۲۵ء میں ہوا نشر کی تھی۔ سید صاحب کی خدمت میں کچھ گستاخیاں تھیں۔ اس لیے صدق میں چھاپنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اب اخبارات نے ریڈیو سے بالا بالا حاصل کر کے شائع کر دی۔ علی میاں نے خلاف توقع پسند کیا تو ذرا تامل کے بعد آپ کی خدمت میں بھیجنے کی ہمت کر رہا ہوں۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) مولوی مسعود صاحب سے مصالحت کرنے کے بارے میں۔

(۲) مکتوب الیہ کی ایک تصنیف۔

(۳) مراد جوش یار جنگ جو مولانا کے بڑے مخلص دوستوں میں سے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۵ جنوری ۱۹۵۶ء

کرم گستر! وعلیکم السلام
مضمون پہنچ گیا ۔ انشاء اللہ نمبر ۱ میں جگہ نکالی جائے گی۔ نمبر ۹ مرتب ہو چکا تھا ہر نمبر کے لیے ایک انبار مضامین کا لگا رہتا ہے۔

میں نے اس پمفلٹ کو گویا پڑھا ہی نہ تھا اس کے مضمون کا حال تو آپ کے جواب سے کھلا۔ مولوی حکیم محمد اسحٰق ندوی کا ایک بڑا طویل مضمون اسی مسئلہ اسلام و حکومت کے سلسلے میں آیا ہے کم سے کم ۵، ۶ نمبروں میں آئے گا۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ ہو سکے تو اسے مختصر کیجیے تاکہ ۳ نمبروں میں آجائے۔ اختصار اگر کریں گے تو مناظرانہ رنگ خود بخود حذف ہو جائے گا۔

مولانا گیلانی کا تازہ مضمون "سید الملت" آپ کے پڑھنے کے قابل اسی ڈاک سے لفافے میں روانہ ہے خدا کرے بحفاظت پہنچ جائے واپس فرما دیجیے گا۔

سوال ۔ خشیت اور تواضع میں کیا مبالغہ ہو گزرتے ہیں۔

ابن نیازی صاحب کا تنقیدی آپ نے متعلق انھوں نے کبھی ایسے ہی مخلصانہ اور دردمندانہ جذبات کا اظہار کیا ہے جیسے آپ نے ان کے لیے کیے تھے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کی ایک تفسیر یہ بھی ہے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) صدق کا شمارہ نمبر ۸۔
(۲) دارالعلوم ندوہ کے ایک صاحب نظر استاد۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۵ فروری ۱۹۵۶ء

برادرم! وعلیکم السلام

القدیر صاحب کا والانامہ مع میرے جواب کے حاضر ہے اصل خط واپس فرما دیجئے گا۔

چور کی ڈانٹ کوتوال پر پڑنے کی مثال اس سے زیادہ دلچسپ اور کیا ہوگی۔

"تجدید حاشیات" پریس کو تو خدا کے فضل سے لکھ کر ڈالا ہے اب دیکھئے چھپنے کی نوبت کب آتی ہے بہ ہر حال اب انتظار کی مدت مہینوں سے اتر کر ہفتوں تک تو آ ہی گئی ہے ہفتوں دنوں نہیں۔

میری منتقلی پنشن کی درخواست کو ایک سال ہو گیا مہینوں جواب نہ ملا پھر اس دفتر سے اس دفتر کا چکر آخر ڈاکٹر ولی الدین کو درمیان میں ڈالا مہینوں ان بے چارے کو بھی ہاتھ پیر مارتے ہو گئے آخر میں انھوں نے لکھا کہ سب مرحلے طے ہو گئے ۳۰ر جنوری کو کاغذات روانہ ہو جائیں اب کل ۱۳ر فروری کو یہ خط ملا کہ آپ کا وثیقہ خزانہ عامرہ سے صدر محاسب جاتے میں کہیں غائب ہو گیا ہے اور باوجود تلاش اب تک نہیں مل سکا ہے۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) ایڈیٹر الرسالہ القدیر حیدرآباد۔ یہ رسالہ بریلوی خیال والوں کا تھا۔

(۲) استاد فلسفہ جامعہ عثمانیہ۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۹ فروری ۱۹۵۶ء برادرم! وعلیکم السلام

الفقیر صاحب کا دوسرا خط پہلے سے دوڈھائی گنے ضخامت کا اور غیظ و غضب سے لبریز۔ میں تو خوب عادی ہو چکا ہوں تکلیف اس سے ہوئی کہ وہ آپ پر بھی بہت برسے ہیں اور پھر آخر میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ یہ نجی خط ہے۔

۲ جنوری کا معارف ابھی نکال کر پھر دیکھا جی ہاں تعلیم محمدی سے تو یہ درس کچھ الگ سا ضرور ہے لیکن اب اس کا کیا علاج کہ بڑے بڑے بھی یہی کہہ گئے ہیں نام کس کس کے لوں سارا صوفیانہ لٹریچر بھرا اسی تعلیم سے ہے۔

بہر حال عنقریب ہی انھیں خط میں توجہ دلاؤں گا۔

ہاں صاحب cross division کے لیے اُردو اصطلاح کیا ہے کئی دن سے خیال کر رہا ہوں لفظ یاد نہیں پڑ رہا ہے اس کا جواب یاد کرکے ضرور لکھ دیجئے گا۔

جلسہ تبلیغ سے متعلق آپ نے اشارۃً بھی اپنے ذکر سے روک دیا حالانکہ مجھے آسانی اسی میں رہتی خیر اب خود ہی ہلکا سا نوٹ منبر میں دے رہا ہوں۔

یہ خط لکھ ہی رہا تھا کہ حیدرآباد سے ایک صاحب کا خط خوب گرما گرم و بدزبانی میں ان کے پہلے خط سے بڑھا ہوا وصول ہوا مجھ پر آپ پر دونوں پر خوب برسے ہیں۔ میاں نسیم کا بھی خط آپ کے حوالے سے وصول ہوا ہے چارے نے تفصیلات دریافت کی ہیں۔

منتقلی کا کام الگ رہا پنشن ہی دو ماہ سے رکی ہوئی ہے یعنی دسمبر و جنوری کی۔

آج تاریخ تیسرے مہینے کی رسید بھیجنے کی ہے۔

'جغرافیہ قرآنی' تو آپ کو ضرور مل چکی ہوگی۔ آپ کے خط میں کچھ ذکر نہ تھا۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) ایڈیٹر رسالہ القدیر، حیدرآباد۔
(۲) معارف میں کوئی مضمون تصوف پر نکلا تھا۔
(۳) یعنی شاہ معین الدین صاحب ایڈیٹر معارف۔

بسم اللہ

دریاباد
۹ مارچ ۱۹۵۶ء

برادرم! وعلیکم السلام
جی ہاں خدا خدا کر کے منتقلی وظیفہ کی منظوری تو آ گئی ہے۔ بے چارے ڈاکٹر ولی الدین کی مسلسل سعی و پیروی کے بعد۔ اب دیکھیے لکھنؤ کے مرحلے کب تک طے پاتے ہیں۔ پہلی بار تو اچھا خاصا بار طبیعت پر پڑے گا۔ فوٹو وغیرہ خدا معلوم کیا کیا لغویات اختیار کرنے پڑیں۔

جواہر لال کی ڈاک کے انبار کا بابہ والے اندازہ ہی نہیں کر سکتے اور پھر ملنے ملانے والوں کا بے پناہ ہجوم — پرائیویٹ سکریٹری ایک نہیں تین تین ہیں جب بھی مشکل سے کام چل پاتا ہے بہرحال ڈاک سے تراشہ بھیجنے میں کوئی مضائقہ تو ہے نہیں گو قطعاً بے نتیجہ ہے۔

نمازی صاحب اس سے پہلے دہلی جا کر پنڈت جی سے دارالمصنفین کے کام اور امداد کے سلسلے میں ملنے والے ہیں لیکن جہاں اتنے کام آ پڑیں وہاں اس قسم کی خیرخواہانہ گزارشات کا بھلا کیا موقع رہ جاتا ہے میرا اپنا بھی یہی حال ہے۔ خدا معلوم کن کن موقعوں پر پچھتانا پڑتا ہے۔ مستثنیٰ اپنے تجربے میں صرف ایک محمد علی کو پایا ہے۔ ہاں آپ کو یہ لفظ خیرخواہی خوب ہاتھ لگا ہے۔ اجی حضرت دنیا اس کو اپنی عین بدخواہی اور توہین سمجھے ہوئے ہے۔

ہوئے۔

ادھر فیض آباد کے ایک بہت متقی بزرگ شاہ عبدالرحیم نقشبندی کی تعریف سننے میں آئی تھی ایک دن جاکر حاضری دے آیا۔ بیچارے اچھے خاصے ہیں لیکن حضرت تھانوی کے بعد اب کیا کیجئے کہ کوئی دل میں جمتا ہی نہیں۔ آپ نے بھی ان کو ضرور دیکھا ہوگا۔ مولانا حسین احمد کے ساتھ اکثر لکھنؤ کا سفر کیا ہے اور ڈاکٹر صاحب کے ہاں مقیم رہے ہیں[۳]۔

ادھر اپنے کچھ حالات لکھنے شروع کر دیے ہیں۔ زندگی میں تو اس آپ بیتی کے شائع کرنے کی ہمت ہو نہیں رہی ہے انشاءاللہ وارثوں کے ہاتھ میں مسودہ چھوڑ جاؤں گا آگے اللہ کو جو کچھ منظور ہے[۴]

والسلام
عبدالماجد

(۱) یعنی حیدرآباد کی پنشن لکھنؤ منتقل ہوگئی۔

(۲) مکتوب الیہ کی رائے تھی کہ صدق کے ایسے نوٹ جن کا تعلق حکومت ہند سے ہو پنڈت نہرو وزیراعظم کے پاس خط کے ساتھ مولانا بھیجا کریں۔

(۳) ڈاکٹر صاحب سے مراد ڈاکٹر عبدالعلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء ہیں جنکے دولت خانے پر حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ میں قیام فرماتے تھے۔

(۴) مولانا جو چاہتے تھے وہی بات ہوئی یعنی آپ بیتی ان کے انتقال کے بعد شائع ہوئی۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۸ مئی ۱۹۵۶ء

برادرم! وعلیکم السلام

دونوں کارڈ مل گئے تھے۔ خانگی پریشانیاں ان کا جتنا بھی اندازہ بھائی صاحب کے خط سے ہو سکا واقعی بڑی قلق انگیز ہیں اور جسمانی بیماریوں سے بڑھ کر کوفت کا باعث۔ آپ ہی کا ظرف ہے جو اتنا بھی جھیل رہے ہیں میں تو برداشت ہی نہ کر سکتا بہت سوچتا رہا کہ میں کس طرح آپ کی خدمت کر سکتا ہوں سمجھ میں نہیں آیا بجز دعا کرتے کہ اللہ ہر طرح آپ کو سکون خاطر عطا فرمائے۔

لکھنؤ ان شاء اللہ ۳۱ کی شام کو پہنچوں گا بہت روز سے نہیں گیا ہوں بہت سے کام اکٹھے ہو گئے ہیں۔ تاہم آپ کی عیادت بھی ضروری ہے یکم جون کو (صبح یا سہ پہر) کسی وقت ضرور آپ کے ہاں کا وقت نکالنا ہے۔

شاہ وصی اللہ[1] کی ہجرت گورکھپور کی تفصیل تو کیسے اتنا بھی آپ ہی کے خط سے معلوم ہوا۔

میں نے ایک لفافے میں مولوی محمد حنیف ندوی[2] کا مضمون سید صاحب پر رکھ دیا تھا محفوظ رہ گیا ہو تو اس کو واپس فرما دیجیے گا۔ اللہ آپ پر کامل و عاجل فضل فرمائے۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) حضرت حکیم الامت کے خلیفہ اور مشہور شیخ طریقت۔
(۲) رکن ثقافت اسلامیہ لاہور۔

بسم اللہ

دریاباد
۳ جولائی ۱۹۵۶ء

برادرم! وعلیکم السلام

پرسوں جمعرات کو لکھنؤ میں ہوں گا۔ انشاء اللہ ممکن ہے صبح ۸ بجے کے لگ بھگ آپ کے ہاں کھڑی سواری حاضری دے سکوں۔ دوپہری کو واپسی ہے۔ ناشتہ ڈٹ کر کھائے ہوئے ہوں گا اس لیے آپ چائے وائے کا انتظام نہ کریں۔

حفیظ صاحب[1] کے بیان سے تو میں سمجھا تھا کہ وہ ۵۰ فی صد کامیاب واپس گئے ہیں اب آپ نے تو کچھ اور ہی لکھا۔[2]

حضرت گیلانی[3] سے شبانہ ملاقاتوں کی کچھ تفصیل آپ نے لکھی ہوتی تو مستفید ہوتا اس صورت میں تو میرے لئے معمہ ہی رہا۔

حضرت گیلانی پر مضمون آپ سے ضرور لکھواتا (معارف یا صدق کے لیے) لیکن آپ کی مسلسل علالت و انتشار طبع دیکھ کر کچھ کہنے سننے کی گنجائش نہیں پاتا۔

شاہ وصی اللہ صاحب کیا اب گورکھپور مستقل طور پر منتقل ہو گئے ہیں۔ گورکھپور پہنچ جانا ہم لوگوں کے لیے آسان تر ہے اس کھوف۔ کے مقابلے میں۔ گورکھپور کا پتہ تحریر فرما دیجئے گا۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) مولانا کے پرانے کلاس فیلو اور بے تکلف دوست اور مکتوب الیہ کے بھی دوست ڈاکٹر حفیظ سید جو الٰہ آباد یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے ریڈر شپ سے ریٹائر ہوئے۔

(۲) مکتوب الیہ کی خانگی پریشانیوں کو دور کرنے کے سلسلے میں۔

(۳) حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کا جون ۱۹۵۶ء میں انتقال ہوا تھا۔

(۴) فتح پور تال نرجا اعظم گڑھ کا ایک غیر معروف گاؤں جہاں گورکھپور منتقل ہونے سے پہلے مولانا شاہ وصی اللہ کا قیام تھا اور جہاں مکتوب الیہ کئی ہفتہ قیام کر چکے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۰ جولائی سنہ ۱۹۵۶ء

برادرم!   وعلیکم السلام

علی میاں سلمہ سے ملنے آنے کا خیال میں یوں بھی کر رہا تھا اب آپ کے فرمانے سے وہ ارادہ اور قوی ہو گیا انشاء اللہ اس وقت وہ لکھنؤ آ ہی گئے ہوں گے اور خدا کرے ابھی کچھ روز تک باہر نہ جائیں ان کے پروگرام کی خبر پاتے ہی لکھنؤ کا ارادہ کروں گا۔ آپ سے وہ گفتگو انھیں کے سامنے ٹھیک رہے گی۔

آپ کا سن ون تو خیر اصلی کوفت اور جسم کو گھلا دینے والی چیز آپ کی خانگی فکرمندیاں ہیں میں تو انکا خیال کر کے لرز جاتا ہوں۔ پہ ممکن کوشش ان کے دور ہونے کی ہونا چاہیے جس دن یہ کوفت دور ہو جائے آپ انشاء اللہ اپنی صحت جسمانی اور سکون خاطر دونوں میں نمایاں فرق پائیں گے۔ استعمال میں حتی الامکان مقویات مثلاً ماء اللحم مصطفائی اور مفرحات مثلاً خمیرہ گاؤزبان عنبری جواہر والا بھی رکھیے ہاں خوب یاد پڑا حکیم محمد مصطفیٰ مرحوم نے پپیتا اور برتر شی کا استعمال دل کے لیے مفید بتایا ہے۔

آپ ماشاء اللہ مومن ہونے کے ساتھ ساتھ اہل کتاب بھی اس دفعہ آپ کے ہاں حاضر ہو کر بڑی للچائی ہوئی نظر آپ کی کتابوں پر پڑی خصوصاً A Dictionary of Greek and Roman Biography کی جلدوں پر۔ وقت بالکل نہ تھا ورنہ دل بے اختیار یہ چاہ رہا تھا کہ گھنٹہ دو گھنٹہ کے لیے آپ کے کتب خانے میں بیٹھ جاؤں۔

والسلام
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۳ اگست ۱۹۵۶ء

برادرم! السلام علیکم

مضمون پڑھ لیا اور نمبر ۳۶ کے لفافۂ مضامین میں رکھ دیا۔ البتہ دو نمبروں سے کم میں کسی طرح نہیں آسکتا۔

ہاں صاحب وہ آپ نے انگریزی کی دو جلدیں (یونانی و رومی سوانح عمریاں) چند روز کے لیے عنایت کرنے کو فرمایا تھا اس کے بعد مجھے اس کا خیال نہ آیا اور آپ کے ذہن سے تو یقیناً اتر گیا اب آسان صورت یہ خیال میں آتی ہے کہ بھائی صاحب جس روز آپ کے ہاں رکشے پر جائیں بس وہ کتابیں ان کے رکشے پر رکھا دیجیے اور اس کو کہیں خوب نوٹ کر لیجئے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) صدق کا نمبر ۳۶۔

(۲) مولانا کے برادر بزرگ مولوی عبدالمجید مرحوم ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر۔

دریاباد
۱۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء بسم اللہ

برادرم! وعلیکم السلام

آپ کی والدہ ماجدہ مرحومہ و مغفورہ کی تعزیت میں آپ کو کچھ لکھنا گویا لقمان کو حکمت پڑھانا ہے ـــــ بہرحال آپ خوش قسمت اور قابل رشک ہیں کہ اب تک آپ کو ان کی خدمت کا موقع ملتا رہا ـــــ اور آپ کی مغفوریت کے لیے تنہا یہی عمل کافی ہو سکتا ہے۔

انشاءاللہ ۲۸ (اتوار) کو دوپہر سے ذرا قبل خاتون منزل پہنچ کر ظہر اور کھانے

سے فراغت کرنا ہے ۲ بجے انشاءاللہ نکلوں گا اور پہلے ڈالی گنج کے قبرستان میں مرحومہ کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر آپ کے ہاں حاضر ہو جاؤں گا۔ ہر ۳ بجے اجازت چاہوں گا ۴ بجے تک کونسل ہاؤس صوبہ حج کمیٹی کے لیے پہنچنا ہے۔ ابھی حاجی مصطفیٰ خاں کا خط پہنچا۔ کراچی سے آئے ہوئے ہیں کچھ نہ کچھ وقت انھیں دینا ہے قبل واپسی دریاباد۔

گھر میں علالت بڑھ گئی ہے آثار خدانخواستہ ضعف معدہ کے معلوم ہو رہے ہیں علاج لکھنؤ میں ہو رہا ہے دعا فرمائیں۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) یہ مرحومہ بڑی ہی مومنہ صالحہ تھیں حج میں مولانا کے ساتھ مکتوب الیہ اور ان کے والد کے ساتھ گئی تھیں۔

(۲) مالک فرم اصغر علی محمد علی مولانا کے مخلصین خصوصی میں سے۔

بسم اللہ

دریاباد۔

۲۵ دسمبر ۱۹۵۶ء

برادرم وعلیکم السلام

اس مضمون کی اگر گنجائش ہوتی تو میں خود ہی نہ لکھ دیتا۔ نہ لکھنے کے کھلے ہوئے معنی یہ تھے کہ گنجائش نہیں۔ جب آپ کا سا ذہین اور ذی فہم ایسے سوالات کر بیٹھتا ہے تو سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے۔

صدق ایک تو روزانہ نہیں ہفتہ وار پر کتنی قلیل گنجائش اور کتنا ہجوم مضامین اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کتنی در پیچیدہ مراحل در فرنگ سے یوم اشاعت سے پورا ایک ہفتہ پہلے

مضامین وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ احباب سے توقع مجھے یہ رہتی ہے کہ خط بھیجنے کے کم ازکم دس دن تک توصدق کا انتظار کرلیں۔

ہر ہفتے ایسے تقاضے دوتین دن آتے رہتے ہیں کہ ابھی ہمارا مراسلہ یا اس سے متعلق کوئی نوٹ نہیں نکلا اور نہ ہی آپ نے کوئی جواب دیا ــــ گویا دہرا مطالبہ کہ ایک مرتبہ اخبار میں لکھوں اور اس سے قبل مراسلہ نگار کو اس کا یقین اور اطمینان بھی دلا دوں ــــ اب کیا عرض کروں کہ اپنے دوستوں، مخلصوں قدرداؤں کے ہاتھ سے بھی کتنا تنگ رہتا ہوں اور کتابوں کے بارے میں تو کچھ پوچھیے نہیں ــــ یہ فقرہ تو گویا تکیہ کلام ہو گیا کہ مصدق میں رائے تو حسب فرست لکھتے رہیے گا۔"

آپ کے ہر مراسلے پر یقین کریں سب سے پہلے توجہ دیتا ہوں۔ مولوی مکارم [1] بے چارے کی شکایت تو میں نے اشارۃً بھی نہیں کی تھی خدا معلوم آپ کا ذہن ان کی طرف کیسے گیا۔ وہ خود ہی اتنے کثیر العیال ہیں نیز ان سے زیادہ کیا کرسکتے ہیں میرے پاس تو جو ٹھہ کے ایک اور عزیز کا خط آیا تھا کہ ان بے چاری کی بڑی تنگی سے بسر ہو رہی ہے جو مولانا کی کتابوں کے ذریعے سے انتظام کرا دیتے اور میں نے بس اسی کا مشورہ آپ سے اور مولانا منظور سے چاہا تھا (وہ بھی آپ ہی کے ذریعے)۔

گھر میں ۲۳ دسمبر کو صبح میرے سامنے شدید دورہ کھانسی کا پڑ گیا تھا دس منٹ کے لیے ہم سب بدحواس ہو گئے تھے حکیم امین اور ڈاکٹر صاحب کو جلد سے جلد بلوایا خیر پھر افاقہ تو ہو گیا تھا اور سب ہی میں دریا بادآ سکا۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مولانا مناظر احسن گیلانی کے منجھلے بھائی۔

(۲) مولانا مناظر احسن کی بیوہ۔

(۱) مولانا کے بھانجے۔
(۲) مراد ڈاکٹر عبدالعلی صاحب جو سارے گھر بھر کے معالج تھے۔

دریاباد   بسم اللہ
۱۵ جولائی ۱۹۵۷ء

برادرم!   وعلیکم السلام

خدا کرے اب آپ کے ہاں دونوں مریضوں کو شفا ہو رہی ہو۔
بھائی صاحب بیچارے کا ہرا فاقہ وقتی اور عارضی ہی ثابت ہوتا ہے بس اللہ ہی فضل فرمائے۔
الحق کا وہ نوٹ بالکل ذہن میں نہیں اور پرچہ کا تلاش کرنا زحمت سے خالی نہیں۔
اب کی اتوار ۲۱ جولائی کو نسبتہً فرصت ہے انشاء اللہ سب خیریت رہی تو سوچتا ہوں کہ بھسارہ کی زیارت کر آؤں۔ پہنچے دن کے دس بجے کے بعد پہنچوں گا اور ۵ بجے شام کو واپس روانہ ہو جاؤں۔ اسی ڈاک سے ناظر صاحب کو لکھے دیتا ہوں۔ کیا اچھا ہوتا اگر آپ کو بھی اسی دن فرصت و فراغ خاطر حاصل ہوتی۔
منشی صاحب متانی نے آپ کے طویل خط کی نقل مجھے بھی مرحمت کی ہے۔
آپ کے فحوائے کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی دوسری تحریریں اپنے مخالفین اور معترضین کے جواب میں اس سے مختلف ہی اب و لہجہ رکھتی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو مجھ کو ان کی نشاندہی کیجیے ـــــ نئی اور پرانی کی بھی قید نہیں کسی زمانہ کی بھی ہوں اور زبانی نہ سہی دو چار ہی سہی۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

۱۱؎ منشی عبدالرحمٰن خان ملتانی نے مولانا تھانوی کی تصانیف پاکستان میں بڑے سلیقے سے شائع کی تھیں۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۲ راگست ۱۹۵۷ء

برادرم! السلام علیکم

۱۹ رکا لکھا ہوا اور ۲۰ رکا چلا ہوا کارڈ کل ملا۔ خدا کرے اب مزید افاقہ ہو گیا ہو۔ سفرنامہ پٹنہ و ملحقات ایک ہفتہ کے بعد نکلنا شروع ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب کے نام کا تعزیت نامہ بھی انشاء اللہ صدق میں نکلے گا۔ میرا کارڈ مل گیا ہوگا۔

لاہور میں ایک عظیم الشان اسلامی، علمی و دینی کانفرنس آخر دسمبر اور شروع جنوری میں ایک عشرہ تک ہو رہی ہے۔ ایران، انڈونیشیا، شام وغیرہ کے علاوہ ۷، ۸ ہندوستانی بھی مدعو ہیں۔ علی میاں، ڈاکٹر میر ولی الدین، یہ خاکسار، ڈاکٹر عبدالحق، مدراس وغیرہم سرکاری دعوت نامہ ابھی نہیں آیا ہے۔ یہ نجی کی اطلاعیں ہیں۔

یہ عجیب لطیفہ ہے کہ جو شکایت منشی صاحب کے مکتوب سے پیدا ہوئی وہی بجنسہ آپ کے مراسلے کی اشاعت سے انظر شاہ وغیرہ کو ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس سے اصل مقصد کو نقصان پہنچے گا۔ اور یہی خیال دیوبند والوں کا بھی ہے کہ اشاعت سے قبل خود ان کا بیان لینا تھا۔ ایسے ناقابل عمل مشورے ہر وقت ہی سننے پڑتے ہیں۔ جواب کا حق مولوی جمیل صاحب وغیرہ کو ظاہر ہے کہ اسی طرح ہے جیسے دیوبند والوں کو تھا۔

پھر یہ سنا ہے کہ منشی صاحب کے مکتوب کی زد اصل میں مولوی جمیل صاحب پر ہے نہ کہ منشی صاحب پر۔

منشی صاحب نے یادِ آخرت کے پروف کے کچھ اوراق بھیجے ہیں آپ کے لیے انھیں ان شاءاللہ پرسوں لکھنؤ لے جاؤں گا۔ شام کو آپ کے ہاں اگر آسکا تو لیتا آؤں گا ورنہ میاں آفتاب کے پاس چھوڑ آؤں گا۔

گھر میں علیل بہت زیادہ رہیں۔ اب افاقہ ہے۔ لکھنؤ میں زیرِ علاج ہیں۔ ۱۱ راتیں مسلسل لیٹنے سے محروم بیٹھے بیٹھے سو لیتی تھیں۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مولانا نے ڈاکٹر ذاکر حسین گورنر بہار کی دعوت پر پٹنہ کا سفر کیا تھا اور انھی کے مہمان رہے تھے۔ اس کے علاوہ گیلانی، پھلواری شریف، نالندہ اور بہار شریف بھی گئے تھے۔

(۲) ڈاکٹر عبد العلی کی بیگم صاحبہ کے انتقال پر۔

(۳) صدر پبلک سروس کمیشن مدراس، سابق پرو وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی یہ مولانا کے بڑے ہی مخلص تھے۔

مولانا تھانوی کا وعظ۔

بسم اللہ

دریاباد
۷ / فروری ۵۸ء

برادرم! السلام علیکم

آپ سے دل بڑا شرمندہ ہے کہ مدتوں سے نیاز کا موقع ہی نہ ملا اور اس دن جو ملا بھی تو برائے نام تھا۔ لاہور جاتے ہی مولانا محمد حسن صاحب سے مل لیا تھا

ملاقات بحمد اللہ بڑی تفصیلی رہی آپ کا بھی ذکر خیر رہا۔ دوبارہ حاضری کی نوبت تو نہ آئی اصل وجہ سواری کی تھی۔ البتہ مولانا ہی کے بھیجے ہوئے موٹر پر ان کے دونوں صاحبزادوں اور ایک صاحب فن معتقد کے ہمراہ جدید زیر تعمیر مدرسہ اشرف المدارس وغیرہ کی خوب سیر کی ماشاء اللہ بڑا ہی وسیع رقبہ ہے لق و دق عالیشان مسجد، مدرسہ اور ساری عمارات متعلق ایک سے بڑھ کر ایک میں تو دنگ اور متحیر ہی رہ گیا لکھنؤ کا معاملہ بے زمانہ کیا بلکہ شاہانہ پیمانہ پر مدراس سے بہت ہی خوش آیا۔ ذاتی اور ملی دونوں حیثیتوں سے تفصیل رفتہ رفتہ صدق میں آئے گی، اور ڈاکٹر عبدالحق صاحب تو ایک مثالی انسان نکلے۔

فاران کے یہ اوراق مجھے خاص طور سے مرحمت ہوئے ہیں برابر ایسے موقع پر مرحمت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ سرسری نظر جا بجا سے کر لی ہے مقصد آپ کو صرف یہ دکھانا ہے کہ یہ وہی ماہر صاحب ہیں جو ہر نئے خطوط میں میرے ساتھ اپنا کس درجہ اخلاص ظاہر فرماتے رہتے ہیں۔ آپ کا بھی ذکر خیر مختصراً آگیا ہے۔

صوفی صاحب کا مضمون مولانا پر ملفوف ہے اسے واپس فرما دیجیے گا۔

انشاء اللہ ہفتے عشرہ کے اندر آپ ہی لوگوں سے ملنے سفر لکھنؤ کا وقت نکالوں گا۔

گھر میں ابھی بیمار سے ہی ہیں۔ مرحوم کی والدہ کا حال بس دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ خط ختم کر چکا تھا کہ قومی آواز میں تازہ مضمون نظر سے گزرا۔ ماشاء اللہ و بارک اللہ یہ تو پہلے سے بھی بڑھ کر رہا۔ مفہوم، انداز بیان ہر پہلو اور ہر اعتبار سے نافع، قاطع، جامع۔

لاہور کے مذاکرہ میں جن صاحب نے آپ کو خاص طور پر پوچھا تھا ان کا نام اب یاد پڑا مولوی عادل گنگوہی سابق رکن دائرۃ المعارف۔

یوں آپ کا ذکر مولوی فضل قدیر ندوی، مولوی نور الحق ندوی، مولانا شفیع دیوبندی وغیرہ کئی صاحبوں سے رہا اور مدراس میں مولوی ابوالجلال سے۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) یہ سفر سیرت نبوی قرآن کی روشنی میں پر لکچر دینے کے لیے ہوا تھا وہاں بلانے میں ڈاکٹر عبدالحق پیش پیش تھے۔

(۲) جب نادان میں ماہر صاحب کا کوئی مضمون مولانا کے خلاف ہوتا۔

(۳) صوفی نذیر احمد صاحب کشمیری۔ صدق کے مراسلہ نگار۔

(۴) خان بہادر شیخ مسعود الزماں صاحب بار ایٹ لا جن کا انتقال جنوری میں ہوا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

۳ مارچ ۵۸ء

برادرم! وعلیکم السلام

اس سارہ روز کی بابت آپ کو اطلاع ادھوری ملی۔ میں بائدے جا رہا تھا ڈھائی تین گھنٹے ریل میں لگ رہے تھے۔ نظر باغ امین آباد خاتون منزل وغیرہ میں شرکت کر کے ۱۲ بجے روانہ ہوگیا وہاں تین گھنٹے قیام کر کے پھر اسی طرح گاڑی سواری کھٹ کھٹاتا ہوا رات کو یہاں پہنچ گیا تھا۔ کل اتوار منانی ڈاک کا انبار عظیم جو دو ہی دن میں لگ جاتا ہے اسی کا تعلق بس دیکھنے سے ہے۔ بہر حال یہ خط پہلی ڈاک سے لکھ رہا ہوں۔

فیس کا معاملہ پیشہ ور حضرات کے لیے خاصا نازک ہوتا ہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن کو عجب نہیں جو کبھی وقت پیش آ جو۔

اور پھر تعلقات کی نوعیت کے بارے میں بھی باہر والوں کو بڑی ہی غلط فہمیاں ہو جاتی ہیں اندازے بڑے مبالغہ آمیز ہوتے ہیں۔ سنہا صاحب سے میری ملاقات ایک بار کی بھی نہیں۔ مراسلت بھی بس ایک دو بار ہوئی ہے۔ اردو لکھنے کی انھیں مشق ہی نہیں انگریزی

و مردمیداں میں لیڈر وغیرہ میں لکھتے رہتے ہیں۔ عموماً تصوف ہی کے کسی موضوع پر۔ ان کے کسی انگریزی مضمون کا ذکر خدیو میں صدق میں لے آیا تھا بس جب سے وہ صدق پر مہربان ہو گئے اور اسے خریدنے لگے واللہ اعلم زیادہ پڑھنے کے بعد ان کا حسن ظن قائم رہا یا نہیں مجھے اس کا بھی علم نہیں کہ وہ کسٹوڈین جنرل کے ہاں جاتے بھی ہیں۔ مجھے اب تک صرف ان کی سپریم کورٹ کی پریکٹس کا علم تھا۔

بہرحال لکھ دینے کی حد تک تو ہے مجھے عذر ہی کیا ہو سکتا۔ نہ پتہ میرے پاس نہیں دفتر سے دریافت کر رہا ہوں کہ ونگل کی شام تک جواب آ جائے گا اور ان شاء اللہ بدھ کی صبح کو خط ڈال دوں گا۔

زلیخا والے معاملے میں میرے دل میں آپ کی بات بالکل ہی نہیں اتری تھی بلکہ سرتاسر حیرت ہی رہی تھی محض آپ کی شخصیت کے احترام میں وہ سطریں لکھ دی تھیں صحیح عنوان تھا ایک توضیح۔ ایک ترمیم چھپا غلط ہو کر۔

یہ تجربات سب سے پہلے لکھنے کی تھی اس کی نوبت سب سے آخر میں آرہی ہے۔ حسن عاقبت کی دعا تو بہرحال اور سن میں ہونا چاہیے اور اس میں لگتا ہی کیا ہے خط پڑھتے ہی کر دی تی اس کے بعد بھی جب جب یاد پڑ گیا لیکن اس کے ساتھ حصول صحت کی دعا کو بھی نہیں چھوڑا۔ بلکہ اسے مقدم رکھا ——— دین کی خدمت اور مزید سال سے آپ کا قلم انجام دینے لگا۔ ہے وہ اپنے رنگ میں ہرگز کسی۔ سے کم نہیں نسوہ مثلاً قومی آواز والے تازہ مضامین۔

والسلام مع دعا گو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) نظر باغ جہاں مولانا کی بڑی محبت کرنے والی بالکل سگی بہن کی طرح سگی چچازاد بہن رہتی تھیں۔

(۲) غالباً مکتوب الیہ نے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کو اس بارے میں لکھا تھا کہ کسٹوڈین جنرل کے ہاں ان کے مقدمے کی پیروی کے لیے شیو پرشاد سنہا سابق جج ہائی کورٹ دحال ایڈوکیٹ سپریم کورٹ کو طے کرادیں۔

(۳) شیو پرشاد سنہا صاحب جو مسلمانوں کے بڑے ہمدرد تھے اور اردو اور دوسرے مسئلوں پر بڑی بے باکی کے ساتھ مسلمانوں کی حمایت کرتے تھے اور انگریزی اخبارات میں برابر لکھتے رہتے تھے۔

(۴) الٰہ آباد کا پرانا انگریزی روزنامہ تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۱ مارچ ۱۹۵۹ء

برادرم! وعلیکم السلام

جی ہاں خود مجھے بھی حیرت ہے کہ اللہ میاں اتنا کام کیسے پورا کرا دیتے ہیں خصوصاً جب کہ رات میں لکھنے پڑھنے کا کام مطلقاً بند رہتا ہے اور پوری مصروفیت کا آپکو بھی علم نہیں۔

ہاں داسب خدا کے لیے مقدمہ کے کاغذات تو سنہا صاحب تک پہنچا دیجئے وہ پہلے ہی لکھ چکے ہیں اب پھر لکھا ہے (اس کے آگے ان کے خط کی انگریزی عبارت درج ہے۔ بین السطور سے انتظار کی شکایت اور الجھن نمایاں ہے۔ یہ جانتا تو آپ سے کاغذات لے کر رجسٹرڈ بھجوا دیتا۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مراد شیو پرشاد سنہا۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۳؍اپریل ۱۹۵۸ء

برادرم! وعلیکم السلام

۲۹؍ کا کارڈ اور ۱۳؍ کا لفافہ دونوں کل ہی شام ایک ساتھ ملے۔ سنہا صاحب کا انگریزی خط چلانا واقعی مشکل ہے لیکن خیر میں تو چلا ہی لیتا ہوں۔ وہ لفظ Cordial نہیں نہ وہاں اس کا کوئی تک تھا Candidly ہے صاف صاف بے لاگ کے معنی میں یعنی میں اپنی رائے بے لاگ پیش کر دوں گا۔ دوسرا لفظ تھا یعنی آپ کا مقدمہ کمزور رہنے ہی جس حالت میں ہو۔ چوتھا Saturday تھا یعنی بشرطیکہ پیشی سنیچر کے دن ہو۔ پانچواں لفظ بھی اسی مفہوم میں تھا۔

مخاطب کی مزاج شناسی ہونا بہت ضروری چیز ہوتی ہے اور ہر شخص کی طبیعت و استعداد دوسرے سے جداگانہ ہی ہوتی ہے۔ جو چیز ہم آپ کو دو اور دو چار کی طرح بدیہی معلوم ہوتی ہے دوسروں کو اس سے انکار ہوتا ہے۔ سنہا صاحب میں شرافت بہت ہے۔ باقی اور ان کی زندگی بالکل دوسرے قسم کی ہے نازک مزاج اور حساس بہت ہیں۔ اور کھوئے ہوئے رہنے کی روایت بھی صحیح ہے اب اس کھوج میں کیوں پڑیے یہ کھویا ہوا رہنا نتیجہ کس چیز کا ہو سکتا ہے۔

جب الہ آباد ہائی کورٹ کے جج تھے تو سردار پٹیل اور پنت جی کو ان کے خوف سے بہت گرفت مل گئی تھیں۔ جواہر لال جی بھی سخت ناخوش ہو گئے تھے۔ رفیع صاحب مرحوم نے درمیان میں پڑ کر صفائی کرا دی۔

کتاب انفس بھیجنے کا مشورہ میں آپ کو نہ دیتا۔ مولانا کی کتابیں تو صرف ان کو دکھانا ہوتی ہیں جو کم سے کم مبادی و مقدمات کی حد تک تو ان کے ہم خیال ہوں ورنہ الٹا اثر پڑنا بالکل

قدرتی ہے۔

جماعت اسلامی اور خود مولانا مودودی کے باب میں صحیح اور صائب رائے یہی ہے کہ اس کا نفع اس کے نقصان سے اس کا خیر اس کے شر سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔ مولانا نعمانی کے مضمون میں کچھ جزئیات و تفصیلات زیادہ معلوم ہوئے۔ باقی مجموعی رائے میں کوئی زیادہ فرق نہیں۔

جی ہاں کمپاؤنڈر صاحب مرحوم بڑے نیک آدمی تھے۔ اللہ میاں نے موت قابل رشک دی۔

ملتان کے حوالہ سے جن صاحب کی خبر وفات تھی ان کا نام نہ چل سکا۔

یہ حسن ظن صحیح نہیں کہ حضرت تھانوی کی کتابیں ہر ایک پر اچھا اثر ڈالتی ہیں جب چاہے نیاز فتح پوری یا حیات اللہ انصاری صاحب کو بھیج کر تجربہ کر لیجئے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) سنہا صاحب کا انگریزی خط پڑھنا آسان نہ تھا۔

(۲) مکتوب الیہ نے اپنی کوئی تصنیف سنہا صاحب کو بھیجی تھی۔

(۳) مولانا منظور نعمانی جن کا مضمون جماعت اسلامی سے متعلق الفرقان میں شائع ہوا تھا۔

(۴) ڈاکٹر عبدالعلی صاحب مرحوم کے کمپاؤنڈر جن کا نام بھی عبدالعلی تھا وفات رمضان میں ہوئی۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۰ رمئی ۱۹۵۹ء

برادرم! وعلیکم السلام

وہ خط ہے تو آپ کا بہت خوب لیکن سوچ میں پڑ گیا ہوں کہ اتنے کھلے ہوئے ذکر کے بعد اسے کام میں کیسے لاؤں۔ خیر ابھی تو سوچنے کا موقع ہے۔ انشاء اللہ آئندہ ہفتہ تک کوئی صورت سمجھ میں آ ہی جائے گی۔

اعظم گڑھ میں دونوں مجلسیں ۱۶ رکو ہیں۔ یوں تو ارادہ ہے ۱۵ رکو جاکر ۱۷ رکی صبح دریاباد واپس آجانے کا۔ (ابھی شاہ صاحب کا تار ملا کہ جلسہ بجائے ۱۶ رکے ۱۷ رکو ہوگا) آپ نے اس روز گفتگو میں اپنے لیے دارالمصنفین کی کمیٹیوں سے خارج کیے جانے کا لفظ استعمال کیا تھا۔ خارج کرنے کا تو کوئی ہمارے ہاں قاعدہ ہی نہیں ——— یقیناً جس کی بھی علیٰحدگی ہوتی ہے اس کے استعفے پر ہوتی ہے وہ لفظ شاید یوں ہی آپ کے زبان سے نکل گیا تھا۔

قرآن اور علم جاریہ بجائے مجھے واپس کرنے کے علی میاں کو دے دیجئے گا۔

منشی عبدالرحمن خاں سے ناخوش کیوں ہونے لگا۔ اور کتاب کی واپسی خوب ہی رہی۔ اس کا تو کوئی امکان ہی نہ تھا۔ خود وہی شاید ناخوش ہیں امید اس کی لگائے ہوئے تھے کہ لاہور پہنچ کر میں خود انھیں اپنی آمد اور قیام سے مطلع کروں گا۔

حفیظ صاحب نے اپنے روپے کے لیے ایک لمبی اسکیم مجھ سے بیان کی تھی۔ خلاصہ یہ تھا کہ اس کے امین ہیں اور وہ دونوں مشترک رہیں گے اسے دو برس سے اوپر ہوگئے۔ پھر اپنی طرف سے یاد دہانی مجھے کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتی۔

ابھی الطاف صاحب کا خط ملا۔ مکان بدل دیا ہے اسی فیض آباد روڈ پر محلہ ماڈل گر ہیں ہینگی کی نئی چوکی اور بادشاہ نگر اسٹیشن کے درمیان۔ انھیں کی اطلاع ہے کہ

مجھ سے دو فرلانگ قریب ہو گئے ہیں اور آپ سے دو فرلانگ دور۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) ڈاکٹر رفیع الدین صاحب، کراچی کی فکر انگیز تصنیف۔ مولانا ان کے مفکر ہونے کے بہت زیادہ قائل تھے۔

(۲) جہاں مولانا آخر دسمبر میں بسلسلۂ شرکت مذاکرہ اسلامی تشریف لے گئے تھے۔

(۳) مولانا کے کالج فیلو اور بے تکلف دوست اور مکتوب الیہ کے بھی پرانے دوست

(۴) خان بہادر ظفر حسن خاں سابق پرنسپل شیعہ کالج۔ مولانا مرحوم کے کالج کے زمانے کے مخلص دوست ان کے مکتوب الیہ سے بھی خصوصی تعلقات تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۲ مئی ۱۹۵۹ء

برادرم! وعلیکم السلام

میرا یہ اندازہ نہ تھا کہ جواب میں آپکو اتنا زیادہ لکھنے کی ضرورت محسوس ہوگی۔ بہرحال دو کالم بہرحال اس کے لیے نکالنے ہوں گے۔ مولانا نعمانی کا مراسلہ میں نے پورا ایک ثلث حذف کر کے چھاپا تھا لیکن اس سے قطع نظر اصل سوال یہ ہے کہ یہ چھپے کس نام سے؟ اصولی حیثیت سے ظاہر ہے کہ وہی نام ہونا چاہئے جو پہلے مراسلے میں تھا لیکن اس پر آپ کی ناخوشی ذہن میں ہے اس لیے اب نئے آپ کی اجازت بصراحت ضروری ہے۔

مصر و شام وغیرہ کی ترقیوں کو اسوہ قرار دینا تو میرے ذہن کے آس پاس بھی نہ تھا۔ البتہ میں علم و فضل کو اپنے ہاں کے چند علماء کے اندر محدود نہیں سمجھتا اور جس مسئلہ پر عالم اسلامی

کے علماء اس شدت سے متفق ہوں اس کے خلاف شرمت کے اعلان کی جرات نہیں کر سکتا۔

لکھنو حاضری کا زیادہ خیال ابھی تک ۲۷ کا ہے اور بعد عشرہ شست کا۔ لیکن احتمال بجائے ۲۷ کے ۲۱ کا بھی ہے صحیح اطلاع میاں آفتاب آپ کو انشاء اللہ دوشنبہ کو کارڈ سے کر دیں گے۔

والسلام
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۳ جون ۱۹۵۹ء

بھائی صاحب — وعلیکم السلام

مولانا گیلانی کے سارے مکتوبات اس قسم کے میں چھاپ دیا کرتا تھا۔ صدق میں نکل گیا ہوگا میاں آفتاب سے میں نے ڈھونڈوایا تو کوئی مضمون مولانا کا ہجرت کے موضوع پر ادھر چند سال کے اندر نہ ملا۔

مولانا کے خطوط کا تو انبار میرے ہاں ہے اس میں سے بھی خط ڈھونڈ نکالنا آسان نہیں ہے۔ اور پھر اس میں رہا ہی کیوں ہوگا۔ ایسے مکتوبات تو سب کاتب صدق کی نذر ہو چکے ہیں دفتر سے واپس کہاں ملے۔

ادھر بھائی صاحب بہت زیادہ علیل ہو گئے تھے۔ بریدہ دماغ تو ٹر کر انھیں دیکھنے گیا۔ بحمد اللہ افاقہ تو ہو چکا تھا لیکن کمزوری بس دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی اور مرض پوری طرح گیا نہیں۔ ہاں صاحب اس خط کے سلسلے میں ذرا سمع خراشی کی اجازت چاہتا ہوں۔ اپنی ہر بیک

تحریر میں اس کا التزام رکھتا ہوں کہ تنقید سخت کتنی ہو بہرحال نفس مسئلہ پر ہو نہ کہ شخصیت پر یا غیر مسائل پر۔ شخصی تعریض سے کام صرف جواب میں لیتا ہوں اور وہ بھی پہلی منزل سے گزر جانے کے بعد۔

آپ کا وہ دوسرا مراسلہ میرے لیے شدید حیرت اور شدید کوفت دونوں کا باعث تھا۔ حضرت اپنی ہر تنقید یا مناظرانہ تحریر میں دو چیزوں کی شدت سے پابندی کرتے تھے۔ ایک یہ کہ بالکل To the point رہیں اور کوئی بات ذرا بھی غیر متعلق نہ آنے پائے دوسرے یہ کہ مخالف کا نقطۂ نظر بالکل صحیح نقل ہو۔

وہ مراسلہ اب کیا عرض کروں ان دونوں چیزوں سے میں نے بالکل خالی پایا۔ جواب آپ صرف یہ دے سکتے تھے کہ فوٹو کے مسئلہ کو آپ غیر اہم کیسے قرار دے رہے ہیں حدیث میں فلاں فلاں صراحتیں موجود ہیں۔ شرم دان وغیرہ کی بحث مجھے بالکل ہی غیر متعلق معلوم ہوتی اور ریاء الناس میں ان لوگوں کے نہ صرف عمل بلکہ نیت پر بھی پورا حملہ ہو گیا میں اگر لکھتا بھی تو وعید شدید جو منکروں کے لیے ہے ہرگز ان لوگوں کے لیے نہ لکھتا صرف اتنا لکھ دیتا کہ عمل میں بھی حتی الامکان اخلاص کامل ہونا چاہیے اور اپنے امکان بھر نمود و نمائش سے بچتے رہنا چاہیے۔ اور یہ صدق کے نقطۂ نظر کی ترجمانی تو سراسر مبالغہ آمیز تھی۔ ان سب کے علاوہ تفضیح مسلم کا پہلو نمایاں۔

حواشی اللہ جانتا ہے کہ اس غرض سے تھے کہ آپ کو تلافی کا پورا موقع مل جائے ان حواشی کی داد تحریری و زبانی جن جن بزرگوں اور خردوں سے وصول ہوئی ہے اس کی تفصیل اب کیا دہراؤں۔ آپ کا کارڈ جو اس کے بعد وصول ہوا بالکل دوسرے رنگ کا نکلا۔

جوابی گستاخیوں میں اگرچہ مجھ سے زیادتی ہو گئی ہو تو آپ سے بھی معافی مانگتا ہوں اور اللہ کے سامنے تو استغفار کر ہی چکا ہوں۔ شخصی تعریض کا جواب پبلک میں علی العموم محض خاموشی سے دیتا ہوں۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کا مراسلہ صدق میں شائع ہوا تھا جس میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اساتذہ اور طلبا کے اسی فعل پر گرفت کی گئی تھی کہ انھوں نے ہوسٹل کی تعمیر میں چندہ لیتے وقت اپنا فوٹو اخبار میں شائع کروایا تھا۔

(۲) مکتوب الیہ کو اس پر شدید اعتراض تھا کہ ندوہ والوں نے تعمیر کے سلسلے میں شرم دان کا لفظ کیوں استعمال کیا۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۹ر جولائی ۱۹۵۶ء

برادرم! السلام علیکم

۲۸ر جولائی (سنیچر) کو ۱۰ بجے ریڈیو کمیٹی کی میٹنگ لکھنؤ میں ہے ان شاء اللہ دوپہر کو لکھنؤ پہنچ جاؤں گا میٹنگ اگر حسب توقع ۱ بجے سے قبل ختم ہو گئی اور بارش بھی غیر معمولی نہ ہوئی تو ارادہ ہے کہ عیادت کے لیے سیدھے وہیں سے حاضر ہو جاؤں۔

آپ انتظار زیادہ نہ کیجیے گا۔ دائی کا احتمال بھی اچھا خاصا ہے۔ حضرت کے دو مکتوبات جولائی اگست ۱۹۳۶ء کے خدا معلوم کہاں پڑے رہ گئے تھے اب جا کر ملے ہیں ان شاء اللہ دو ہفتے کے بعد بطور ضمیمہ حکیم الامت[۱] صدق میں دے دوں گا اس کے مواد اور صورت بھی گیا ہے۔

والسلام دعا گو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مولانا کی مقبول عام تصنیف حضرت تھانوی کے بارے میں تاثرات۔

بسم اللہ

دریاباد

۲ اگست ۱۹۵۸ء

بھائی صاحب ! السلام علیکم

مکاتیب کا پلندہ پہنچا ــــــ کام گو دلچسپ اور میرے لیے باعث سعادت ہے لیکن میرے اندازے سے کہیں زائد نکلا۔

سوالات جو ان پر قائم کیے گئے ہیں ان کے جوابات وقت طلب ہیں۔ اور پھر اکثر کے جوابات تو صرف مکتوب الیہ دے سکتے ہیں۔ گو اب اس مدت کے بعد آپ کو بھی وہ چیزیں یاد کیوں رہی ہونگی۔ بہرحال کچھ وقت تو انشاءاللہ ضرور ہی صرف کروں گا۔

والسلام

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۳ اگست ۱۹۵۸ء

بھائی صاحب ! السلام علیکم

صبح ڈاک سے کارڈ بھیج چکا ہوں۔ یہ کارڈ (میاں آفتاب کے ساتھ) لکھنؤ میں آج شام کو پڑے گا آپ کو دوشنبہ تک مل سکتا ہے

بڑی ہمت کر کے پہلی قسط ۴۴ صفحے والی اٹھائی بالاستیعاب مطالعہ اتنے کا بھی مشکل ہو گیا۔ حواشی صرف ۲۲، ۲۳ صفحے تک دے سکا۔

اب میری قطعی رائے ہے کہ ان مکاتیب میں بڑے سخت انتخاب کی ضرورت ہے تب

جاکر قابل اشاعت ہوسکیں گے۔ میرے نام کے خطوط ان سے مختلف ہیں۔ مگر آپ کے نام تو ذاتی و خانگی معاملات سے لبریز ہیں۔ بیماری، رخصت، فرض داری گریڈ کی ترقی، حصے ہرگز چھپنے کے قابل نہیں۔ صرف علمی، دینی غرضیکہ پبلک دلچسپی کے اجزا ان سے چھانٹ کر الگ کر لیے جائیں کل اوراق واپس ہیں (آفتاب سلمہ کے ذریعے)۔ آئندہ اگر میری خدمت کی ضرورت ہو تو حاضر ہوں۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۶ اگست ۱۹۵۸ء

بھائی صاحب   السلام علیکم

مکان کا فیصلہ مبارک ہو۔ چودھری نعمت اللہ واقعی بڑے شریف انسانوں میں ہیں۔ مجھے ہر طبقہ اور فرقہ میں ایسے ایسے فرشتہ انسان ملے ہیں کہ کسی طبقہ اور کسی فرقہ کو بُرا سمجھنے کی ہمت ہی نہیں پڑتی۔

مکتوبات گیلانی کے لیے اب کیا عرض کروں بہتر صورت تو یہی تھی کہ کوئی اور صاحب اس خدمت کو انجام دیتے اور میں اس کے بعد نظر ثانی کر لیتا۔ یا شروع ہی میں کچھ مشورہ دے سکتا۔ یہ صورت ناممکن ہو تو خیر پھر خود ہی ہوں توں کل کام کر ڈالنے کی کوشش کروں سارا سوال وقت کا ہے۔

اتوار ۲۴ کو ایک میٹنگ الہ آباد میں ہے قیام صرف دس گھنٹہ کروں گا ۲۵ کی شام کو بانسے پہنچا ہے گھر میں وہیں ہیں اور اس وقت علیل ہیں وہاں کا قیام ایک دن رات کا

اس بھاگ دوڑ کے باوجود کام کا ہرج پورے پانچ دن کا ہو جائے گا۔ دریاباد سے سنیچر کو جاکر کہیں بدھ کو مغرب بعد واپس پہونچنا ہے۔ جمعرات کو سارا دن ۳ دن کی جمع شدہ ڈاک کے نپٹانے میں گذرے گا۔

اعلام القرآن قرآنی شخصیات کا مسودہ بحمد اللہ مکمل ہو گیا ہے۔ اب چھپنے کی نوبت جب آئے۔ پبلشر کا مسئلہ بھی آسان نہیں۔

الاعداد فی القرآن (قرآنی شمار و اعداد) کا مسودہ اب شروع کیا ہے۔ ایک اور موضوع مدت سے پیش نظر ہے انبیاء کی بشریت قرآن مجید سے، دیکھئے کب اس کے لکھنے کی توفیق ہوتی ہے اور زندگی بھی ہے یا نہیں۔ بلاوا آجانے کا دھڑکا ہر وقت لگا رہتا ہے۔

اپنی آپ بیتی بھی الٹی سیدھی لکھ ڈالی ہے چھپنے پر ڈھائی سو صفحہ میں آئے گی یہ اپنے سامنے نہیں بعد کو چھپے گی۔

ایک خیال سوہم عصر لکھ جانے کا بھی تھا ۱۰۔ ۲۰ صفحہ لکھ کر رک گیا۔

والسلام دعا گو دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کے ایک مکان کا مقدمہ کسٹوڈین کے پاس تھا اس میں انھیں کامیابی ہوئی

(۲) مشہور نامور وکیل اور الہ آباد ہائی کورٹ کے سابق جج قانونی قابلیت کے وجہ سے ان کا شمار چوٹی کے وکیلوں میں تھا۔

(۳) الحمدللہ یہ کتاب بھی مولانا کی زندگی ہی میں شائع ہو گئی۔ اپنی تصانیف میں بعد تفسیر وہ اسی کو سب سے زیادہ پسند کرتے تھے۔

(۴) اپنے آخری وقت کا استحضار ہمیشہ مولانا کو رہا۔

(۵) یہ کتاب اس سے کہیں زیادہ ضخامت کی ہوئی۔

(۶) یہ تصنیف معاصرین کے نام سے مولانا کے انتقال کے بعد شائع ہوئی

بسم اللہ

دریاباد

۱۵ ستمبر ۱۹۵۸ء

بھائی صاحب! السلام علیکم

جزاک اللہ "قومی آواز" کے صفحات میں تبلیغ دین کرنا تبکدے میں جاکر اذان دینا ہے صدق والفرقان دونوں سے کہیں بڑھی ہوئی خدمت! بوراجہاد۔ ماشاء اللہ بارک اللہ۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کا مضمون ایک مسلمان کے نام سے "قومی آواز" میں شائع ہوا تھا جس میں عقیدہ آخرت کی اہمیت کو نمایاں کیا گیا تھا اور ایڈیٹر حیات اللہ انصاری صاحب کے اس نقطۂ نظر سے اختلاف ظاہر کیا گیا تھا کہ ساری کوششوں کا حاصل صرف یہ دنیا ہے۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۶ ستمبر ۱۹۵۸ء بھائی صاحب! السلام علیکم

ایک نہیں میرے دو دو خط خود آپ پر چڑھے ہوئے ہیں اس طرف میرے کئی خط ڈاک سے ضائع ہو چکے ہیں۔ کہیں آپ کے خط بھی تو اس کی نذر نہیں ہو گئے۔

قرآن مجید کا مطالعہ ابھی کل ۱۲ پارے تک ہوا ہے۔ اتنے میں بشریت انبیاء و عبدیت پر روشنی ڈالنے والی کوئی دو سو آیتیں مل چکی ہیں۔ اتنے بڑے ذخیرہ کو مرتب کرنا کارے دارد۔

اتوار ۲۸ دسمبر کی سہ پہر کو ان شاء اللہ خاتون منزل میں موجود ہوں گا۔

دعاگو ودعاخواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء

بھائی صاحب! وعلیکم السلام

بس اللہ نے زُہیرا سلمہا کو دوبارہ زندگی دی⁽¹⁾ سات بجے شام کا وقت، کھلا میدان آدمیوں کی آمد و رفت۔ ہم لوگ چند قدم کے فاصلے پر دالان پر بیٹھے ہوئے واقعہ کا وقوع عملاً ناممکن سا تھا لیکن آنکھوں دیکھتے ہو کر رہا۔

ناگن سخت زہریلی ہوتی ہی ہے منٹوں بلکہ سکنڈوں میں پورے اثرات ظاہر ہونے لگے پھر اللہ نے جان بچانے کے سامان بھی ہر طرح پیدا کر دیے تفصیل کہاں تک لکھوں خاصا وقت اس کے لیے چاہیے۔

ایک طرف اپنی بندگی و بے چارگی اور دوسری طرف مولا کی ربوبیت اور کریمی کے سبق چند در چند مل کر رہے ہیں۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) مولانا کی سنجلی صاحب زادی اور خاکسار مرتب کی شریک حیات کو دریاباد میں بعد مغرب ایک ناگن نے کاٹ لیا تھا بس اللہ نے فضل فرمایا کہ جان بچ گئی۔

بسم اللہ

دریاباد
۳۰ مئی ۱۹۶۱ء

برادرم! وعلیکم السلام

ابھی صبح صادق کا قرآن نمبر نکال کر دیکھ لیا۔ ضرور وہ مضمون اس قابل ہے کہ الگ کتابی صورت میں چھپے مع اس کے متعلقات کے۔ ایسے مضامین سے لفظ بہ لفظ متفق ہونا

ضروری ہے بھی نہیں۔ بہرحال پریس والے صاحب کو ضرور اس کے چھاپنے کو لکھ دیجیے۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) یہ رسالہ لکھنؤ سے نکلا تھا اور اس میں یہ مضمون مکتوب الیہ کا نکلا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۴؍اکتوبر سنہ ۱۹۶۱ء

برادرم! وعلیکم السلام

جی ہاں ہوں تو لکھنؤ میں مگر حکماً دریاباد ہی میں حدیہ ہے کہ مولانا اویس صاحب سے آج تک نہیں ملا ہوں اور ظہر کی جماعت بھی گھڑی پر کر لیتا ہوں کہ مسجد کے آتے جاتے کہیں پکڑ نہ لیا جاؤں۔ جمعہ میں خاص اہتمام اخفا کے ساتھ گیا۔ سہ پہر کو البتہ کہیں باہر نکل جاتا ہوں کبھی قیصر باغ کبھی عیش باغ کبھی حضرت گنج (انگریزی کتابوں کی دکانیں وہاں کئی ایک ہیں)

چھوٹی لڑکی کی زچگی عنقریب ہونے والی ہے ڈاکٹر نے ضعف قلب وغیرہ بتا کر زچگی کے وقت کے لیے ذرا خطرہ بتا دیا ہے لکھنؤ اس کا آنا ناگزیر ہو گیا اور اس کی ماں بہنوں کا ساتھ آنا لازمی تھا۔ پھر سب کے منتقل ہو جانے کے بعد میرے رہ جانے میں سخت عملی دشواریاں تھیں اس لیے مجبوراً مجھے بھی آنا پڑا مگر ایک خاص نظام بنانے کے بعد۔

میاں قدیرؔ کی لڑکی کا عقد بھی اس ہفتہ ہو جانے والا ہے۔ سادگی و خاموشی کے ساتھ۔ دعا فرمائیے کہ سب کی صحت و خیریت کے ساتھ دریاباد واپس جاؤں۔ آپ اگر بلا زحمت سکھ بہر کو آ سکتے ہوں تو دن لکھ بھیجیں۔ ورنہ خود ہی بلا تکلف کسی سہ پہر کو حاضر خدمت ہو سکتا ہوں۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) اس سے مراد معتقدین کی یورش ہے۔
(۲) جہاں مولانا سے بہت سے عزیز رہتے تھے۔
(۳) راقم مرتب کے چھوٹے بھائی عبدالعلیم قدوائی سلمہ کی اہلیہ۔
(۴) راقم مرتب کے حقیقی بہنوئی۔

بسم اللہ

لکھنؤ

۴ر نومبر ۱۹۶۱ء

برادرم! وعلیکم السلام

جی ہاں کل ان شاء اللہ واپس جا رہا ہوں یہاں گو مادی آسائش کے سامان دریاباد سے کہیں زائد تھے۔ لیکن وقت کا نظم و انضباط خاطر خواہ نہ بن پایا۔ ۵ ہفتے کی طویل مدت میں خدمت قرآن مجید مطلق نہ کرسکا۔ بڑا اتفاق اس کا ہے۔

مشورت کی اہمیت تو بالکل ظاہر اور مسلم ہے۔ لیکن ہر مشورہ کی نوعیت الگ ہوتی ہے میں مشورہ دینے میں بخیل نہیں بلکہ مسرف ہوں مشوروں والے کالم میں صدق میں مشورے کس کثرت سے دیتا رہتا ہوں۔ رنج کے خطوط میں ان کے علاوہ لیکن آپ نے اس روز جو حکایت اپنے کرایہ دار صاحب کی بیان کی وہ بالکل میرے لائن کی نہ تھی بس بھونچکا ہوا گُم صُم اُسے سنتا ہی رہا۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ
عبدالماجد

(۱) صدق میں ایک مسلسل مضمون "مشورے اور گزارشیں" کے عنوان کا وقتاً فوقتاً نکلتا رہتا تھا اس میں مولانا کے بڑے زریں اور حکیمانہ مشورے نکلتے رہتے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۳۰ نومبر ۱۹۶۱ء

برادرم! وعلیکم السلام

پہلا خط مل گیا تھا۔ اپنی نافہمی سے کوئی بات قابل جواب اس میں نظر نہیں آئی تھی۔ جواب بہ غرض جواب کا وقت کہاں سے لاؤں۔ لکھنؤ کے قیام میں جتنے بریجٹ ڈر رہا تھا اتنا تو نہیں ہوا لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ قرضہ کام کی حد تک تو چڑھ ہی گیا۔ ڈاک خانہ کا کچھ حال نہ پوچھئے خصوصاً منی آرڈر اور وی پی کے باب میں۔ ایک منی آرڈر پر صاف ایک سو دس لکھا ہوا تھا مجھے وصول کل سو ہوئے۔ بقیہ عشرہ کے لیے مہینوں لگ گئے ایک منی آرڈر گڑھ سے ساٹھ کا ۲۰ر فروری کو چلا تھا آج تک وصول نہیں ہوا۔ لکھا پڑھی برابر جاری رہی۔ میں نے اسٹیٹسمین[1] میں مراسلہ بھی دیا سب لاحاصل۔ پہلے خط تسکین اور دلاسے کے آئے اب وہ بھی غائب۔ غرض یہ کہ

اے عندلیب کریں مل کے آہ وزاریاں

لکھنؤ حاضری کے سلسلے میں تعمیل ارشاد کی امکانی کوشش کروں گا لیکن توقع سو فیصدی کی نہ رکھئے حکیم امین میاں خواجہ وغیرہ جو قریب کے عزیز ہیں ان کے ہاں تک پہونچنے کی نوبت سال میں دو ایک بار آتی ہے۔ علی میاں، مولوی اویس، شہید فرنگی محلی وغیرہ سب کے لیے نوبت یا باری مقرر کرلی ہے۔

سب کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) دہلی اور کلکتہ کا پرانا انگریزی روزنامہ۔

(۲) یعنی ڈاک خانہ کے اونچے حکام کے ۔
(۳) مولانا کے بھانجے اور لکھنؤ کے نامور طبیب ۔
(۴) مولانا کے پھوپھی زاد بھائی کے بڑے صاحب زادے

بسم اللہ

دریاباد
۲۵ دسمبر ۱۹۶۱ء

برادرم! السلام علیکم

لیجئے آخر حفیظ صاحب بھی رخصت ہو گئے۔ اللہ اغفرلہ وارحمہ۔ سیتاپور آنکھ کا علاج کرانے گئے تھے وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ تو مخلص ترین دوست تھے اور آپ کے بھی قدیم ترین رفیقوں میں ۔

اپنے نہ صرف مسلمان ہونے بلکہ سنی حنفی مسلمان ہونے کا بالتفصیل اقرار ڈاکٹر محمد احمد صدر شعبۂ عربی کے سامنے کر چکے تھے جو خود ایک پختہ قسم کے مولوی ہیں ۔

قومی آواز کا اتنا ضخیم مضمون پڑھنے کے لیے وقت کہاں سے لاتا بس جابجا سے نظر ڈال لی تھی اور لو بیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اب وہ پرچے محفوظ ہیں تو دوبارہ دیکھوں

دار المصنفین کی سالانہ مجلس ۱۴ دسمبر کو ہے اگر اس سردی نے زندہ چھوڑا۔ لکھنؤ کا پروگرام ۲ جنوری ۱۹۶۲ء بھتیجہ کا ایک عزیز قریب کی شادی کے سلسلے میں ہے اگر تشریف آوری بہ آسانی ممکن ہو تو ایسے وقت آیئے کہ مغرب اپنے ہاں ہی پہنچ کر پڑھ سکئیے ۔

ابھی علی گڑھ ایک دینیاتی میٹنگ میں گیا تھا۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب آپ کا ذکر کرتے رہے ۔ انھیں کے ہاں ٹھہرا تھا ۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبد الماجد

(۱) مراد ڈاکٹر محمد حفیظ سید ریڈر شعبۂ اردو الہ آباد یونیورسٹی ۔
(۲) اس سال غیر معمولی سردی پڑی تھی ۔
(۳) مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ دینیات کی میٹنگ میں شرکت کرنے ۔
(۴) یہ اس وقت مسلم یونیورسٹی کے پرو وائس چانسلر تھے ۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۰ جنوری ۱۹۶۲ء

برادرم! وعلیکم السلام

خواب میں حضرت گیلانیؒ کو آپ نے جو مقام امامت میں دیکھا بالکل ٹھیک ہی دیکھا اُن کا مرتبہ امامت کا تھا ہی ۔ باقی ایک بے علمے کو آپ نے جو لقمہ دیتے ہوئے دیکھا یہ اثر اسی پرانی محبت و حسن ظن کا ہے جو آپ کے لاشعور میں اب تک باقی ہے ۔ یوں حالت نماز کا خواب مبارک تو ہر طرح ہی ہے اصل تعبیر جو بھی ہو ۔

الہ آباد کا حال میں نے قصداً نہیں لکھا لکھنے میں مجھے تکلیف ہوتی اور پڑھنے میں آپ کو اور حاصل اب کچھ بھی نہیں ۔ میں نفرین سب سے زیادہ اپنی حماقت پر کرتا ہوں کہ مجھے تو سب موقع حاصل تھے ان سے ہر چیز کو کھول کر پوچھ لیتا ۔ اصل تحریر کو پڑھ دیتا یا کسی طرح کی ترمیم کا مشورہ دے سکتا ۔ محض بدھو بنا بیٹھا رہا اور سارے وثیقے اپنے ہاتھ سے لکھ دیے ۔

وصیت نامہ نہیں وقف نامہ نکلا ۔ نقد کل ۲۰ ہزار ۔ اسلامی ادارے یعنی اسلامی ادارو ں تنزو دار المصنفین ، مجیدیہ کالج ، فلاں یتیم خانہ فلاں طبی ادارہ فلاں ادبی ادارہ وغیرہ کے ۵ ہزار ۔ تخمیناً ۲۰ ہزار اور باقی ۴۰ ہزار اغیار کے لیے ۔

Burial according to Muslim rules اپنے تجہیز و تکفین کے لیے ایک ہزار اپنے مخلص و وفادار خادم کے لیے ½ ۲ ہزار ۔

چیف ٹرسٹی (ان کے لیے ۲ ہزار) سے ملا انھوں نے تیجا اور تیرھویں دھوم دھام سے منائی اب چالیسوں کے لیے مجھ سے اور ڈاکٹر صدیقی[۳] سے پوچھ رہے تھے آدمی معقول نظر آئے کہنے لگے اس روز مسلم یتیم خانہ[۲] والوں کو کھلا دوں گا۔

مجھ سے بتصریح فرمایا تھا کہ تمہیں ٹرسٹی رکھوں گا پھر خدا معلوم بھول گئے؟ یا کیا ہوا میں نے الٹ کر کبھی دریافت بھی نہ کیا۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) ڈاکٹر حفیظ سید مرحوم کا حال۔
(۲) یہ کالج الٰہ آباد میں ہے۔
(۳) ڈاکٹر عبدالستار صدیقی سابق صدر شعبۂ عربی الٰہ آباد یونیورسٹی۔

بسم اللہ

دریاباد
۳ فروری ۱۹۶۳ء

برادرم! وعلیکم السلام

میرے سابق خط کی نقل اوپر ملاحظہ فرمالیجئے۔ یہ ۲۰ کو روانہ ہوا تھا۔ طبیعت بس جل کر رہ جاتی ہے جب خط کے ضائع جانے کی خبر لگتی ہے انا للہ۔

محی الدین صدیقی کے واسطے سے میرے بھی کرم فرما ہیں ملاقات بھی دو ایک بار کی ہے لیکن یہ فرمائش سخت ہی ہے۔ باہر کے حضرات کو یہ اندازہ ہی نہیں کہ کتنی فرمائشیں اس قسم کی ہر ہفتہ وصول ہوتی رہتی ہیں۔

جس طرح پیشہ ور سائلوں کی کثرت نے مستحق اور سچے سائلوں کی طرف سے بدگمان کر دیا ہے اور پھر ہر سائل کی صورت دیکھتے ہی ڈر نے لگتا ہے یہی حال میرا ان فرمائش کرنے

والوں کے لیے ہوگیا ہے بہرحال ابھی تو وہ بلبندہ کھولنے کی ہمت نہیں ہوئی ہے۔ اللہ ایسا کرے کہ آپ سے اور محجوب نہ ہونا پڑے۔

ضلع بانکورہ کے ایک بڑے مخلص تمدق نواز عرصے سے بلا رہے تھے میں غرض محض ملاقات سمجھ کر نیم راضی ہوگیا تھا کہ اتنے میں خط ان کا آیا کہ ایک عالیشان مسجد کا سنگ بنیاد میرے ہاتھوں سے رکھا کر اسے مسجد ماجدی کا نام دینے والے ہیں اعاذ اللہ میں کانپ اٹھا اور قطعی معذرت لکھ بھیجی۔

اب ایک عرصے کے بعد انھوں نے دوسرا حربہ اختیار کیا ہے۔ ایک اردو کانفرنس بہت بڑے پیمانہ پر منعقد کر رہے ہیں اور اس کا افتتاح مجھ سے کرانا چاہتے ہیں اور اب کی اپنی کمک پر سید ہاشمی کو لے لیا ہے یہ حضرت خوب خوب مزہ دار خط لکھ رہے ہیں اور طرح طرح کے دلائل میرے زیر کرنے کے لیے فراہم کر رہے ہیں اب پرسوں انھیں بھی قطعی معذرت لکھ بھیجی ہے۔

لیجیے یہ خط بھی بلا ارادہ طویل ہوگیا اور اب رخصت۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) حیدرآباد کے ایک ریٹائرڈ جج۔

(۲) اپنی کتاب پر پیش لفظ لکھنے کی فرمائش کی تھی۔

(۳) اردو کے مشہور ادیب و مورخ اور بابائے اردو کے اسسٹنٹ مولانا کے دوست۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۲ فروری ۱۹۶۳؁ء

برادرم! وعلیکم السلام

جی ہاں چل چلاؤ کا زمانہ اب تو ہم سب کا ہی ہے اور دعاؤں کے سب ہی محتاج۔
دعائے خیر کے لیے تو ادنیٰ حق بھی کافی ہے پھر رفاقت قدیم کا حق بڑا حق ہے!
اپنا حال تو یہ دیکھتا ہوں کہ اتنا سن آجانے پر دنیا کی ہوس بجائے گھٹنے کے کچھ بڑھ ہی گئی۔ بس مغفرت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔
بلڈ پریشر کے علاج میں موسمبی بہت مفید ہے اور تربوز کے بیج بھی۔ انگریزی دوا Serpasil کی گولیاں بڑی مجرب بھی سمجھی جاتی ہیں اور یونانی میں تریاق فشار کا نام لیا جاتا ہے۔
اللہ دنیا و آخرت دونوں عافیت کامل کے ساتھ گزرے ہماری آپ کی دونوں۔

والسلام
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۶ فروری ۱۹۶۳؁ء

برادرم! وعلیکم السلام

حُبِّ حیات یا تحفظ نفس ایک امر طبعی ہے خواہ سن کچھ بھی ہو جائے اور طول حیات تو ہر مومن کے حق میں مبارک ہی ہوتا ہے حسنات کی ذخیرہ اندوزی کے لحاظ سے اس میں دینی یا اخلاقی قباحت کا کوئی پہلو سمجھ میں نہ آیا۔ باقی عملاً تو ہر مومن کی طرح آپ بھی

لقائے رب کے منتظر و مشتاق ہر وقت ہوں ہی گے۔

اپنا حال البتہ ابتر پاتا ہوں اور کچھ روز سے بعض مخلصوں اور حسن ظن رکھنے والوں نے طرح طرح سے مالی ہدیے پیش کرنے شروع کر دیے ہیں اور کتابوں کی مد میں آمدنی اپنی بساط اور حیثیت سے کچھ بڑھ ہی کر پانے لگا ہوں اس سے طبیعت میں قناعت پیدا ہونے کے بجائے طلب کچھ اور بڑھ گئی ہے دعا فرمایئے کہ اللہ حرص و ہوس کے فتنے سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اپنی صحت سے جب بھی فرصت ہو اور طبیعت پر بار نہ پڑے جائے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۹ مارچ ۶۲ء مخدومی وعلیکم السلام

اپنے ایمان کی طرف سے اندیشہ کی آپ نے خوب کہی میری محدود بصیرت میں تو عین ثمرۂ خشیت ہے بلکہ افراط خشیت کا ثمرہ خشیت تو نعمت الٰہی ہے لیکن اعتدال اس میں بھی ملحوظ رہے بزرگوں سے یہی سنا ہے۔

اپنے لیے کیا کہوں۔ یوں بحمداللہ کچھ ایسی ہوس مال اپنے اندر محسوس نہیں کرتا لیکن اشراف نفس کا پوری طرح مریض ہوں جہاں کہیں سے توقع قائم ہو جاتی ہے یا وعدہ ہو جاتا ہے اور مقدار چاہے کثیر ہو یا قلیل بلکہ اقل قلیل بس اس میں دھیان لگ جاتا ہے اور گو لاحول پڑھے جاتا ہوں لیکن بہرحال اس کے لیے دن گنتا رہتا ہوں۔

۲۴ ۔ ۲۵ مارچ دو دن ایک سرکاری کمیٹی بسلسلۂ انعامی کتب اردو کے لیے

لکھنؤ میں بسر کرتے ہیں جیسی دونوں بھری ہوتی ہیں دوسرے پہروں میں کسی ایک میں تو ضرور مشغولیت رہے گی دوسرے میں وقت نکل سکا تو ان شاء اللہ ضرور حاضری کی سعی کروں گا۔ گو کچھ ہی دیر کے لیے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۲ر اپریل ۱۹۶۲ء

برادرم! وعلیکم السلام

جی نہیں میں اس کلیہ کا قائل نہیں کہ خشیت کا راز تقویٰ ہے خشیت کا تعلق جذبات سے ہے اور تقویٰ کا عمل سے۔ دونوں میں تلازم کی نسبت نہیں۔ بہ حال میں تو مکرر غور کے بعد بھی آپ کے ایمان میں ذرا بھی ضعف نہیں پاتا بلکہ کچھ افراط ہی پاتا ہوں عمل کا سوال الگ ہے اس پر کچھ نہیں کہنا انابت و استغفار تو بہر حال میں کام کی چیز ہے عزم کی کمی عدم استحضار وغیرہ۔ متعدد موانع عمل میں حائل ہو سکتے ہیں حدیث میں صراحت تو آپ کی نظر سے گذر چکی ہے کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ بجز محبت خدا اور رسول کے اور کوئی عمل نہیں رکھتا آپ نے فرمایا کہ بس انسان تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہے۔

جی ہاں میاں غلام محمد سلمہ کی خلافت کے اعلان کا ارادہ نہیں البتہ خوش ہوا کہ خطوط میں لوگوں کو مشورہ دینے کا ایک اچھا ذریعہ مل گیا۔

خدا کرے اب تندرستی ٹھیک ہو۔ اب کی جواب عرصہ دراز کے بعد دے رہا ہوں۔ کیا عرض کروں بعض اوقات اتنے ضبط و نظم کے باوجود بھی بالکل بے بس ہو جاتا ہوں نئی کتابیں چھوٹی بڑی جو آتی رہتی ہیں ان کا اوسط اب بھی ۳۰-۴۰ ماہانہ سے کم نہیں۔

مکتوبات سلیمانی کا کام اب خود شروع کیا ہے خاصا وقت اس کی نذر ہوگا حواشی
کا کام آسان نہیں اتنے لمبے وقفہ زندگی میں تذکرے میرے آپ کے سب ہی کے آگئے ہیں اور
ذکر ہر جگہ ذکر خیر نہیں۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۶ جون سنہ ۱۹۶۳

برادرم! وعلیکم السلام

آپ مجھ ناکارہ اور بے ہمت سے خدا جانے کیا کیا توقعات قائم کئے ہوئے ہیں۔ مجھے
تو آج تک آپ کے استفتائے ہی کے بجز دو چار سطروں کے جواب لکھنے ہی کی توفیق نہ ہوئی چہ جائیکہ
جب ادھر سے لمبا چوڑا جواب دعوی آئے گا اور اس کا جواب الجواب آپ کی طرف سے۔
اس سارے تصور ہی سے میری ہمت کے اوسان خطا ہو رہے ہیں اپنے تئیں عزیز
کے کبھی ایسی معاملات میں نہیں پڑتا تا وقتیکہ سو فیصدی اور آنکھ بند کر کے یہ فیصلہ کرنا طے نہ سمجھ
لیں اور اس شرط پر ظاہر ہے کہ کون آمادہ ہو سکتا ہے۔ جب جب کسی معاملے میں پڑا آخر میں
کوفت ہی ہاتھ آئی۔ اس لیے سمجھ لیا کہ اپنے میں اس کی اہلیت ہی نہیں۔ صرف دوسروں کے نام پیش
کر سکتا ہوں چنانچہ اس معاملے میں کبھی عباسی موزوں نظر آئے تھے۔
اسلامی اقامت خانے کا مسئلہ البتہ ایسا ہے کہ خاطر خواہ عملی صورت اختیار کر لے
مکتوبات سلیمانی میں آپ کا ذکر کثرت سے مل رہا ہے گو ہر جگہ ذکر خیر ہی نہیں۔ ایسے سب موقعے غور
طلب ہیں۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کا عرصے سے خیال تھا کہ اپنی وسیع کوٹھی میں اسلامی اقامت خانہ قائم کریں۔
(۲) مولانا حضرت سید صاحب کے اپنے نام کے خطوط میں حواشی کے ساتھ مرتب کر رہے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۴ ستمبر ۱۹۶۲ء

برادرم! وعلیکم السلام

غذائی معمول یہ ہے کہ صبح چائے کے ساتھ اچھا خاصا ناشتہ مکھن نان پاؤ انڈا بھنے چنے وغیرہ ادل بدل کر بعد ظہر دو ڈھائی کے درمیان ہلکا ناشتہ یعنی کم غذا یعنی چائے اور کبھی ستو یا دلیہ یا آش جو یا دودھ چھوہارے یا موسمی پھل بعد مغرب پورا کھانا پیاز اور ادرک کا التزام رکھتا ہوں قبض کا پرانا مریض ہوں اس لیے رافع قبض غذائیں کچھ نہ کچھ ضرور استعمال میں رکھتا ہوں۔ غلے میں چھوٹی جوار یا بڑی جوار یا ساگ جیسے پالک، خرفہ، بتھوا، چولائی یا ترکاریاں جیسے لوکی، شلجم، چقندر، کریلا، پرول یا پھل جیسے آم، خربوزہ، امرود، کیلا، آڑو، پپیتا، انناس، گوشت کو سید الطعام سمجھتا ہوں۔ دودھ اور شہد کا بھی شائق ہوں حسب موسم طبعی مقویات و مفرحات بھی مثلاً ماء اللحم شربت روح افزا وغیرہ۔ میوا اپنے تجربے میں مفید نہ پایا ثقل سماعت پیدا ہو جاتا ہے۔ حکیم مصطفیٰ مرحوم نے کہا بھی تھا۔ گنا اپنے تجربے میں بہت مفید پایا۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۴ نومبر ۱۹۶۳ء

برادرم! وعلیکم السلام

مجھے خیال بھی نہ تھا کہ آپ کو جواب کا انتظار ہوگا ورنہ اسی وقت لکھ دیتا۔ میں نے اپنے اوپر قیاس کیا تھا مجھے ہر خط کے جواب کا انتظار نہیں رہتا خیر اب یہی سمجھئے کہ بحمد اللہ اچھا ہوں۔ تفصیل موجب تطویل۔ دل آپ کی طبیعت میں البتہ لگا ہوا ہے۔ اللہ شفائے کلی جلد نصیب کرے۔

آپ کے ایک سابق خط سے جو تھوڑی سی وقتی گرانی پیدا ہوئی تھی وہ یوں بھی جاتی ہی اب جب آپ نے تلافی کر دی تو ظاہر ہے کہ اس کا کوئی شائبہ بھی باقی نہیں رہ سکتا۔

ایک اور مسئلہ پر آپ کی توجہ آپ ہی کی ہواخواہی میں عرصے سے دلانا چاہتا تھا وقت نہ ملا مگر آج لکھے ہی ڈالتا ہوں گو بڑے ہی اختصار سے۔

آپ نے کئی بار مولانا کے قول 'افراط خیر خواہی' سے متعلق اپنے حق میں اس طرح پیش کیا ہے گویا آپ اسے اپنے حق میں کوئی بڑا سرٹیفکیٹ سمجھ رہے ہیں۔ اگر میرا یہ اندازہ صحیح ہے تو ذرا اور پر غور کر لیجیے۔

(۱) مفتی فتویٰ تو اکثر حالات پر دے گا جو مستفتی نے اسے لکھ کر بھیجے ہیں اس لیے ایسے فتووں کی ذمہ داری مفتی سے کہیں زائد خود مستفتی پر عائد ہوتی ہے۔

(۲) لفظ 'افراط' سیاق میں بہت ہی اہم ہے اگر افراط غیرت کے معنی بے جا غصہ کے ہوتے ہیں اور افراط احتیاط کے معنی بزدلی کے اور افراط فیاضی کے معنی اسراف کے تو افراط خیر خواہی کو بجائے عیب کے ہنر کیسے فرض کیا جا سکتا ہے۔

(۳) سب سے بڑھ کر خود حضرت مولانا کا طرز عمل تھا حضرت تو پہ چینے پہ بھی کسی کے

معاملہ میں کس شکل سے دخل دیتے تھے چہ جائیکہ آپ ہی آپ کسی کے معاملے میں روک ٹوک حُسنِ نیّت کا اجر آخرت میں بے شک ملے گا لیکن ظاہر میں دنیا تو احوال و الفاظ ہی دیکھ کر دخل در معقولات کا حکم لگانے میں حق بجانب ہوگی۔

یہ معروضات اگر کسی درجہ میں قابلِ قبول ہوں تو سبحان اللہ ورنہ اس خط کو ردی کی ٹوکری کے حوالے فرمایئے میں اس کے جواب کا انتظار ہرگز نہ کروں گا۔ زیادہ سے زیادہ بس اتنا لکھ بھیجیے گا (وہ بھی فوراً کہ نہیں) کہ خط پہنچ گیا۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۸ ردسمبر ۱۹۶۲ء

برادرم! وعلیکم السلام

۱ - جی ہاں نام اور قرینہ سے تو ڈاکٹر Saleem لبنانی عیسائی ہی معلوم ہوتے ہیں

۲ - سوءِ مزاج کی کچھ تفصیل نہ لکھی ہی لگا ہوا ہے۔

۔ میں یوں تو اچھا خاصا ہو گیا تھا لیکن حرارت کی کیفیت دن میں کئی گھنٹے کے لیے مختوں معلوم ہوتی رہی۔ اطبا کے نزدیک تیز معدہ بہ شرکت جگر تھی بہر حال اب تو اچھا معلوم ہوتا ہوں جوارش جالینوس اور دھوپ میں لیٹنا اور گنے کا رس یہ تین چیزیں میں نے اپنی تجویز سے رکھیں۔

۴ - کتابوں کے باب میں بزرگوں دوستوں سب سے شرمندگی اٹھانی پڑی ہے لیکن مرض بے علاج صورت یہ ہے کہ جب ۷۰ - ۸۰ کتابیں چھوٹی بڑی جمع ہو جاتی ہیں تب تعارف لکھنا شروع کرتا ہوں۔ چھپتے ہیں اوسطاً ہر پرچہ چار کتابوں کا رہتا ہے گویا کچھ کتابیں ضرور

ایسی ہوتی ہیں جن کے لیے تعارف کا انتظار ۲ پرچوں یا ۵ مہینے تک کا کرنا ہوگا۔ آپ کی
کتاب کا نمبر شروع جنوری میں آرہا ہے (لکھ تو اسی وقت ڈالا تھا) اور تعارف بھی کیا دبی گئی یعنی
چند سطریں اجمالی تعارف کی اس کی شرمندگی مزید اور بہتوں کے لیے تو صرف نام ورسیدتے
پر کفایت کرنی پڑتی ہے۔

۵ — آپ کی کتاب کے نافع ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں آپ خود اپنے بعض تعلق والوں
کی نذر میں بھیجتا ہوں بہرحال آپ کی کتابیں ہمیشہ نافع ہوتی ہیں اور اس کتاب کا نمبر تو کچھ
اور بھی بڑھا ہوا ہے۔

۶ — آپ کے ہاں دفتری کا وقت دیکھنے تذکرے جلد ہی نکل آئے۔ اس طرف مجھے سفر
مسلسل کرنے ہیں۔ الٰہ آباد، علی گڑھ، پھر لکھنؤ (جلسہ ندوہ) اور آخر میں اعظم گڑھ۔ بس اسی
تین ہفتہ کے اندر طبیعت کو بہت ہی کھل رہا ہے۔

والسلام دعا گو و دعا خواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۲۴ دسمبر ۱۹۶۲ء

مخدومی — وعلیکم السلام

۱ — دریاباد پہنچتے ہی بہتی ڈاک سے خط جمیل میاں کے نام روانہ کر دیا ... اور بیرا
وغیرہ کو بھی ٹٹولا ہوں شاید کوئی راستہ نکال دے کہ معرفت کے جھمیلوں سے آسانی
طے ہو جانے کی توقع دلائی نہیں۔ اب تک تجربہ یہی رہا ہے کہ کوئی سا بھی مقصد صاف سادہ
نہیں ہوتا۔ ہر ایک پیچیدہ در پیچیدہ بنا دیا جاتا ہے۔

۲ — لیکن آپ کو ایک دوسری تدبیر کو درمیان میں ڈالنے کی سوجھی تھی ... کا

کا طبقہ ہی دوسرا ہوتا ہے۔ این زمین را آسمانے دیگر است۔ میری اس طبقے تک بہرحال کچھ نہ کچھ رسائی ہوئی ہے اور بعض ان میں سے میرے مخلصوں میں شامل ہیں۔ (نواب صاحب چھتاری، ڈاکٹر ذاکر حسین خان، ڈاکٹر سید محمود وغیرہ) تاہم جب۔ اتفاق سے کوئی اپنا کام ان لوگوں سے لینا چاہا تو بعد کو پچھتانا پڑا ـــــ خودداری اور استغنا کا خون تو پہلے ہی قدم پر کرنا ہوتا ہے۔

۳ ـ آپ نے زبانی گفتگو میں بھی اور اپنے تازہ خط میں بھی اس نفسانی کیفیت کو 'مرض' سے تعبیر کیا تھا اور بجائے اس کو اپنا ہنر سمجھنے کے (جیسا کہ پہلے خطوط سے برابر ظاہر ہو رہا تھا) اسے ایک عیب قرار دیا ہے۔ للہ اپنی اسی تشخیص پر قائم رہیے۔ اور محض رسماً لفظاً ہی نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے بھی اسے مرض ہی سمجھیے اور شعور سے گذر کر اسکو لاشعور میں بھی اتاریئے۔ یہی اس کا بہترین علاج ہے۔ اب تک جو آپ کو شفا نہیں ہوئی تو بس اس لیے کہ آپ نے اسکو مٹانا چاہا ہی نہیں بلکہ حضرت کے سرٹیفکیٹ کی بنا پر اسے ایک کارِ خیر اور توشہ آخرت سمجھتے رہے۔ (یہی مرض ہمارے مرحوم دوست ظفر الملک بے چارے کو بھی تھا۔ اپنے آپ کو مستثنیٰ کر کے ساری دنیا کو اپنے درۂ احتساب کی زد میں لیے ہوئے تھے اور اس کو کمالِ تقویٰ سمجھتے تھے اور یہی دعویٰ اپنے متعلق جوش ملیح آبادی کی ایک تحریر میں نظر سے ابھی گذرا فخر کے ساتھ لکھا ہے کہ شخصیت کیسی ہی بلند ہو مجھ سے اس کی لفظی یا معنوی غلطی پر ٹوکے بغیر رہا ہی نہیں جاتا!) بزرگوں کو اپنے نفس پر نکتہ چینی سے کب چھٹی ملتی ہے کہ دوسروں کی طرف نظر کریں اور خصوصاً ہمارے حضرت تھانویؒ تو ترکِ فرائض تک پر چشم پوشی برت جاتے تھے تاوقتیکہ ان سے براہ راست سوال ہی نہ کیا جائے۔

۴ ـ میں نے اپنے ظرف اور اپنی تن آسانی کے لحاظ سے حضرت کی زندگی سے بجائے عبادت و ریاضت کے سبق صرف زندگی بہ عافیت گزارنے کا حاصل کیا۔ حضرتؒ کی باوجود سارے دنیوی علائق کے پرسکون و پراطمینان کی زندگی مجھے بہت ہی بھائی اور اس میں بڑا دخل حضرتؒ کی اس روشس رواداری کا پایا نواذ بہ لطف ہمہ و واکسوا ہماً بر لو دا لو دا عمل۔ بڑی سے بڑی گندگی کا ڈھیر سڑک پر لگا ہوا ہے اور وہ ہیں کہ آنکھیں نیچی کیے سلامت روی سے چلے جا رہے ہیں

اور یہ حضرت ہی کا صدقہ ہے کہ باوجود طبعاً بہت ہی غصہ ور ہونے کے بھائی، بہن، بیوی
لڑکیاں، بھتیجے، بھانجے، داماد اور رشتہ کے بھائیوں، پڑوسیوں، برادری والوں، کاشت
کاروں سے عموماً بالکل کہنا چاہیئے کہ ۹۵ فیصدی سے اوپر نہایت ہی صلح و آشتی سے اتنی زندگی
گزر گئی۔ غصہ آتا فوراً ہے لیکن اگر اتفاق سے دو چار منٹ کا وقفہ مل گیا تو بحمد اللہ اتر بھی فوراً جاتا ہے
بلکہ قصوروار کی طرف سے کوئی معقول توجیہ تاویل بھی ذہن میں آجاتی ہے۔

۵ ۔ اتنا لمبا خط لکھنے کا اتفاق مدت ہی کے بعد ہوا ہے آخر پچاس سالہ رفاقت کے حق
بھی بہت کچھ ہوتے ہیں۔ ایک بار پھر اپنا ذاتی تجربہ عرض کردوں۔ سکون قلب کے لیے بارہا مالی
قربانیاں دینا اور اپنے حق سے دست برداری کرنا پڑی۔

ابھی خیال آیا کہ میرے قریب کے بعض اعزہ دکھنی پور متصل رسولی کے ہیں اور ان کی شادیاں
بنکی میں ہوئی ہیں آج ہی کل میں ان شاء اللہ انھیں بھی خط لکھ کر دیکھتا ہوں۔

۶ ۔ اس کے بعد آپ کا دوسرا کارڈ مل گیا کتاب کا تعارف تو (جیسا کہ عرض کرچکا ہوں)
اسی وقت لکھ ڈالا تھا اس کے چھپنے کی گنجائش شروع جنوری میں نکلے گی۔

غلام محمد سلمہ کا خط بھی اسی ہفتہ آگیا بہت ہی سلجھا ہوا۔ اُن کے اور آپ کے
پہلے کارڈ کے اقتباسات اسی تعارف والے پرچے میں درج ہوں گے۔

۷ ۔ ختم کررہا تھا کہ ایک ضروری بات یاد پڑ گئی مستغیث اور استغاثہ کی حد تک بے شک
پوری آزادی بیان حاصل ہے لیکن اس روز دوران گفتگو میں بعض ایسے فقرے بھی سُننے میں
آگئے جو مجھ کم فہم کی فہم میں مصنف 'نظام صلاۃ و اصلاح' کے مرتبہ سے فروتر تھے۔
سکون و راحت قلب کے لیے زبان کی احتیاط بھی بڑی ہی ضروری چیز ہے ۔

(۲۵ دسمبر) یہ خط ۲۳ دسمبر کو ختم ہوا اور کل ۲۴ کو صبح سویرے مسولی ایک شادی میں جانا ہوا۔
معلوم ہوا کہ جمیل میاں بے چارے بیمار پڑے ہیں اور لکھنؤ میں داخل اسپتال ہوچکے ہیں۔
گرنین صاحب بنکی کے متعلق مل گئے اور میں نے تینوں سے فرداً فرداً ذکر کردیا۔ ان میں دو

صاحب صاحب اثر ہیں دونوں نے ...... کی شکایت بلکہ ایک صاحب سے تو ان کے الوبیان سے اسٹیشن والی مسجد کے سلسلے میں مقدمہ بازی بھی ہو چکی ہے۔ مقدمہ کا دلچسپ عنوان تھا۔

"حکیم ..... صاحب بہ نام پروردگار عالم"

اس درازنفسی کے جواب میں آپ کسی لمبے چوڑے خط کی زحمت ہرگز نہ گوارا فرمائیں۔ محض مختصر رسید تک مضائقہ نہیں۔

خطوط کے معاملے میں اچھے اچھے مخلص دوستوں کی طرف سے تنگ دل رہتا ہوں۔ خوشگوار خوش آئند مستثنیات میں کہنا چاہیئے کہ نمبر اوّل میاں غلام محمد سلمہ کا ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مراد بڑا گاؤں ضلع بارہ بنکی کے نامور کانگریسی لیڈر اور ممبر اسمبلی شیخ جمیل الرحمٰن قدوائی۔

(۲) چھوٹا سا قصبہ جہاں شاہ عبدالرزاق کا مزار ہے۔

(۳) بیسار شہر بارہ بنکی کا ایک محلہ۔

(۴) یہی مولانا کی طبیعت تھی۔

(۵) مراد شہر بارہ بنکی کا ایک محلہ۔

(۶) حیدرآبادی ثم کراچوی حضرت سید سلیمان ندوی کے مسترشد خصوصی۔

(۷) مکتوب الیہ کی ایک تصنیف۔

بسم اللہ

دریاباد

۹ فروری ۱۹۶۳ء برادرم! سلام علیکم

انشاء اللہ صحت بہتر ہو گی ـــــ حکیم شفاء الملک کے علاج کا تجربہ چند روز دن تو بہرحال ہو لیا تھا۔

یہ کارڈ ایک قرآنی ضرورت سے ہے۔ یہ فرمائیے آپ کو سلوک اور تصوف کے ٹیکنیکل پہلوؤں سے بھی واقفیت ہے؟ اگر ہے تو نقشبندی طریق کے مطابق قلب بھی جاری ہو گیا؟ جواب میں تکلف یا انکسار کو ہرگز کام میں نہ لائیے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۰ مارچ ۱۹۶۳ء برادرم! وعلیکم السلام

دونوں مضمون بڑے ہی قابل قدر ہیں۔ استفتا صدق میں دوں گا۔ جب بھی جگہ نکلے۔

دوسرا سوال نامہ علی گڑھ بھجوانے کی فکر میں ہوں۔

بیماری جب تو اس درست ہونے دے[1]

علالت کا استقرار اپنی جگہ اس کے اشتداد سے کم نہیں ہوتا وہی حال اس وقت اپنا ہو رہا ہے۔ بخار کی روزانہ کی آمد کو اب ہفتوں کی مدت ہو چکی ہے۔ اب آج خیال لکھنؤ منتقل ہو جانے کا کر رہا ہوں۔ یہ علمی دشواری بھی کچھ کم نہیں ہوتی بہرحال اب جو اللہ کو منظور رہو۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) اس زمانے میں مولانا کو کئی ہفتہ بخار آتا رہا تھا۔

بسم اللہ

لکھنؤ

۲۶ مارچ ۱۹۶۳ء برادرم! السلام علیکم

اپنا حال آپ کے سامنے خود ہی عرض کر سکتا ہوں۔ میاں آفتاب یا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ وہ وہ بیسیوں اور معرفتیں الحمد للہ اس بیماری میں نصیب ہو جاتی ہیں کہ مثنوی کے دفتر چاٹ جانے سے بھی نہیں ہوتیں۔ حالانکہ جو کچھ گذرتی ہے عقلاً تو اپنے اوپر رشک آ جاتا ہے۔ ضعف کا یہ حال کہ نماز کھڑے ہو کر پڑھنے کی سکت نہ وضو کرنے کی ہمت۔ عبدیت کا مظاہرہ اس سے بڑھ کر ہو نہیں سکتا۔ دن میں ڈھائی گھنٹے شدید کرب کے گزرتے ہیں۔ رات کو کھانسی وغیرہ کے علاوہ۔ یہ راز جا کے اب کھلا ہے کہ میری بیماری طبی قسم کی ہے ہی نہیں۔ سراسر مکافاتی قسم کی ہے۔ دنیا کو کیا اندازہ کہ میاں لوگ کے خاندان کے فرد کی حیثیت سے لڑکپن سے ادھیڑ سن تک کیسی کیسی زیادتیوں کا مرتکب رہ چکا ہوں خصوصاً نوکروں چاکروں پر۔ شفقت اور رحمت ہی کی بنا پر جسمانی تعب و کرب کی ایک ایک منزل سے گذارا جا رہا ہے تا آنکہ مکافات کا کورس پورا ہو جائے اس حقیقت حال کو کسی طبیب یا ڈاکٹر سے کیا بیان کروں۔ باقی لڑکیوں سے اسے کھل کر کہہ دیا ہے اور ہزاروں متعلقوں کے مقابلے میں سیکڑوں سفارشیوں سے دعا کی طلب میں دن رات رہتا ہوں سفارشیوں سے مراد فلاں بزرگ اور فلاں قطب نہیں بلکہ صرف گھر کے پروردہ لڑکے اور لڑکیاں اور فلاں پرچے ہیں۔

یہ خط صبح لکھنا شروع کیا تھا پھر حکیم آئے اور تیمار داروں کا تانتا لگا رہا اب ڈیڑھ بجے جا کر ذرا موقع نکل رہا ہے۔

دعاؤں سے استعانت فرمائیں۔

نبض قارورہ وغیرہ کی علامتیں بہتر ہیں لیکن زخش از هوا دانہ سود دانکہ۔ والسلام

عبدالماجد

بسم اللہ

لکھنؤ

۳۰ مارچ　　برادرم!　　السلام علیکم

مکافاتی کورس کے تقاضے اب تو معلوم ہوتا ہے اختتام کے قریب آگئے نزلہ اور کھانسی تو خیر اسی طرح البتہ بخار کے شدائد غائب ہیں اور کل اتنے دنوں میں پہلی بار ہے کہ بخار نہیں آیا۔

علاج اصلاً حکیم امین سلمہ کا رہا کچھ تھوڑی بہت شرکت آفتاب کی بھی رہی۔

نزلہ کھانسی ضعف وغیرہ کے علاج کی منزل اب دبی ہے۔ تجربے خوب خوب حاصل ہوئے اللہ میاں نے مہلت دی تو انھیں قلمبند کر ڈالوں گا۔

والسلام
عبدالماجد

بسم اللہ

لکھنؤ

۳۰ مارچ　　برادرم!　　السلام علیکم

بسلسلہ حواشی مکتوبات سلیمانی ان چیزوں کا جواب حسب فرصت لکھ بھیجئے گا۔

(۱) جامعہ عثمانیہ میں آپ کب پہونچے اور کب تک رہے۔

(۲) اس سے معاً قبل آپ کہاں تھے بمبئی، احمد آباد، پونا اعظم گڑھ ان مقامات میں آپ کب رہے۔

اب اصل شکایت کھانسی نزلے کی بے خصوصاً رات میں ــــ دو راتیں بڑی بے چینی سے گذریں کھانستے کھانستے معلوم ہوتا ہے حلق چھل گیا ہے۔

اس کے بعد آپ کا دستی رقعہ آفتاب سلمہ کے واسطے سے پہنچا، جزاک اللہ۔

والسلام
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۹ اپریل ۱۹۶۳ء

برادرم! وعلیکم السلام

(۱) علی گڑھ سے جواب آگیا۔ یوسف حسین خاں صاحب نے بڑا خیال میرا اور آپ کا دونوں کا کیا۔ آج لکھنؤ دو گھنٹہ کے لیے جانا پڑ رہا ہے۔ وہ لفافہ محمد (فرزند قدیر الزماں سلمہٗ) کے سپرد کیے آؤں گا، وہی اس وقت دفتر صدق کے انچارج ہیں۔ یہ کارڈ آپ کو منگل کی دوپہر کو ملے گا۔ آپ وہ لفافہ دو ایک دن کے بعد منگوا لیجیے گا۔ اس وقت تک میرے لیے اس مضمون کی جواب شدہ نقل ہو جائے گی۔

(۲) میں اتوار کو دریاباد آیا، دوشنبہ کو انفارمیشن ڈائرکٹر یوپی کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر لیے ہوئے دفتر صدق پہونچے کہ ڈائرکٹر صاحب مدیر صدق سے ملنا چاہتے ہیں۔ میری روانگی کا حال سن کر بولے کہ خیر فوراً تو نہیں لیکن ایک ہفتہ میں آکر مل لیں تو اچھا ہے ـــــ تو میرا آج کا سفر اسی نیت سے ہے، اور ظاہر ہے کہ کتنا کھل رہا ہے ـــــ نو بجے گاڑی پہونچتی ہے۔ تار بھیجا ہے کہ ہم دس بجے مل لیں تاکہ ساڑھے گیارہ بجے کی گاڑی سے واپس ہو جاؤں۔

محاسبۂ نفس کے لیے یہ مضمون سامنے لیا ہے کہ اپنی زندگی کے ہر دور کے واقعات کو سامنے لا رہا ہوں اور ان میں جن صاحبوں کے حق میں نمایاں ظلم و زیادتی یاد آ جاتی ہے (اور ان میں کثرت ہی ہے) ان کے حق میں دلی استغفار کرتا رہتا ہوں۔ اپنی آپ بیتی بھی لکھ ڈالی ہے، اس کا ایک مستقل عنوان "چند مظلوم شخصیتیں" ہے۔ جن شخصیتوں میں نام صاحبزادہ آفتاب احمد خاں اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی وغیرہ کے لکھ دیے ہیں اور باقی بھی ملازمین کے تحت مظلوم ترین وہی رہے ہیں ـــــ ایک زیادہ خاص آپ کے ساتھ مہینوں مدتوں روا رکھی یعنی آپ کی کوٹھی کے سلسلے میں۔ دوسروں کی نقالی میں خواہ مخواہ آپ پر غیظ آ رہا جب اس کی یاد آتی ہے

بے ندامت ہی ہوتی ہے ۔
اللہ تھانہ بھون کے بڑے میاں کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے کیا کیا سبق دے گئے
عین وقت پر روانگی ملتوی ہوگئی آپ کا لفافہ بہر حال لکھنؤ دستی بھیجے دیتا ہوں ۔
والسلام دعا گو و دعا خواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۲۶ مئی ۱۹۶۳ء

برادرم! وعلیکم السلام

(۱) اللہ آپ کو جلد شفائے کامل بخشے اور پوری قوت عطا کرے ۔

(۲) علی گڑھ سے جوابات دو مسلمان پروفیسروں نے دیے تھے ــــ گل صاحب[1] ہندوستان سے باہر گئے ہوئے ہیں ۔

(۳) اس لکھنؤ یونیورسٹی سے کتابوں کے نام میں نے اپنے عزیز ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی (شعبۂ اردو کے واسطے سے) حاصل کئے تھے انہیں کو لکھے بھیجتا ہوں کہ آپ کی ملاقات کا انتظام ان صاحب سے کرا دیں ۔ لکھنؤ میں اس کا ذمہ دار حبیب سلمہٗ کو کئے دیتا ہوں ۔

(۴) حاجی آفتاب سلمہٗ ان شاء اللہ ۲۸ مئی کو صبح بمبئی سے لکھنؤ پہونچ جائیں گے ۔

(۵) میں سائنس والوں کے بیانات محض پڑھ لیتا ہوں اور ان پر رائے ٹوٹی پھوٹی ہی قائم کرتا ہوں ۔ ان لوگوں پر جرح منطقی یا فلسفیانہ نظر سے بالکل نہیں کرتا ۔

(۶) لکھنؤ کے دو مسلمان سائنس داں یونیورسٹی میں نہیں کسی اور محکمہ میں ہیں ان سے ملاقات میں زیادہ وقت نہ ہوگی کوشش تو اس کی کروں گا کہ وہ خود ہی آکر آپ سے مل لیں ۔ عذر علالت آپ کی طرف سے کافی ہے ۔

میرا پروگرام لکھنؤ کا، ۲ جون کا ہے انشاء اللہ ضرور ملنے کی کوشش کروں گا۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) مراد پروفیسر پی یس گل جو اس زمانے میں مسلم یونیورسٹی میں شعبۂ فزکس کے صدر تھے
(۲) مولانا کے منجھلے بھتیجے اور داماد۔
(۳) حج سے واپسی پر۔

بسم اللہ

دریاباد
۸ر اگست ۱۹۶۳ء

برادرم! وعلیکم السلام

اللہ تقریب سعید سے فراغت ہر طرح مبارک کرے ـــــ مجھے انتظار بھی تھا خط خوب وقت سے مل گیا۔

یہ میں نہیں سمجھا کہ آپ سائنس والوں سے اور کیا چاہتے ہیں؟ جو کچھ انہیں معلوم تھا وہ انھوں نے آپ کو بتا دیا پورا Data آپ کو مل گیا آپ اس پر جرح و تنقید کر فلاں نظریہ ان کا تشنہ ہے فلاں دعوے سے تناقض کلام لازم آتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان کا کام نہیں یہ کام تو فلسفہ و کلام والوں کا ہے آپ کی تشفی کامل سائنس والے کیسے کر سکتے ہیں۔

ادھر تو ایک عرصے تک مجھے کئی کئی سفر در پیش ہیں اور بعض خاصے لمبے ہیں۔ تاہم الہ آباد کے سفر سے غافل نہیں ہوں۔ چلوں گا تو آپ ہی کے ساتھ باقی ۲۴ گھنٹے کے بعد اجازت چاہوں گا یہ پہلی بار اسی قدر کافی ہے۔

خدا کرے اب آپ کی صحت بالکل اچھی ہو۔

ڈاکٹر محمود کی بیعت یا دلی ارادت کی روایت معتبر ہے تا؟ میں نے خود انھیں سے

اس کی تصدیق چاہی تھی انھوں نے خط کے اس جزو کا جواب ہی نہ دیا۔ دہلی سے ایک صاحب نے انہی کے حوالے سے لکھا ہے کہ روایت بے اصل ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کے صاحب زادے کے عقد کی تقریب۔

(۲) مکتوب الیہ اپنی کتاب کے سلسلے میں سائنس والوں سے مواد حاصل کرنا چاہتے تھے۔

(۳) شاہ وصی اللہ صاحب سے۔

بسم اللہ

دریاباد

۳ر ستمبر ۶۳ء

برادرم! السلام علیکم

دہلی اور لکھنؤ کے سفر سے تو فارغ ہو آیا لکھنؤ ایک بار پھر آنا ہے اب کی جمعہ ۶ ستمبر کو۔ آپ سہ پہر کے وقت بے تکلف تشریف لا سکتے ہیں۔ اگر زیادہ بارش ہوگئی تو آپ کو معذور سمجھ لوں گا۔ یہاں پہنچنے کا وقت تو بہرحال نہیں ہے۔ آسانی سے ممکن ہو تو وہیں جمعرات کو شام یا جمعہ کی صبح جواب لکھ دیجیے گا۔

والدۂ زانت ۲۵ سال بعد حیدرآباد جانے کا ارادہ کر رہی ہیں۔ صحت یوں بھی خراب ہو رہی ہے عین اسی وقت اور زیادہ خراب ہوگئی ہے۔ بلڈ پریشر وغیرہ دیکھیے جو سفر کے قابل بھی ہوں۔ دُعا صحت بھی ضرور کیجیے علیم سلمہٗ کی ڈیوٹی حیدرآباد کی بارہ ہفتہ کے لیے لگی ہے انھیں کیساتھ ۷ ستمبر کو صبح روانگی کا پروگرام ہے میں جمعہ کو انہی کو رخصت کرنے آ رہا ہوں۔ خود میرے پندرہ روزہ سفر حیدرآباد کا تخمینی پروگرام چار ہفتے بعد کا ہے۔

راجستھان کا سفر ۲۴ر اکتوبر میں کرنا ہے اور علی گڑھ و اعظم گڑھ کا نومبر میں۔ تاریخیں تینوں

کمیٹیوں میں سے کسی کی بھی ابھی متعین نہیں۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) یعنی مولانا کی بیگم صاحب

(۲) اپنی بڑی بہن بیگم نواب ناظر یار جنگ سے ملنے جو حیدرآباد میں مستقل رہتی تھیں۔ ان کا انتقال جنوری ۱۹۶۳ء میں ہوا۔

(۳) اردو کتابوں کی انعامی کمیٹی کے جلسے میں شرکت کرتے اس کمیٹی کے جلسے ڈاکٹر سمپورنانند گورنر راجستھان کی صدارت میں جے پور میں ہوتے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۷ نومبر ۱۹۶۳ء

برادرم! السلام علیکم

آپ نے بھی توقعات کو گول اور مجمل رکھ کر تشنگی کا جواب تشنگی ہی سے دیا۔ میرے لیے تو مولانا یا مختصر ندوہ سے پہر کی نشست میں بڑا ہی سبق آموز رہا کہ میں نے علماء کو دیکھا ہے کہ تفسیری مسائل پر خوب گفتگو کر لیتے ہیں لیکن تلاوت قرآن نہیں کرتے۔

نسبت کا ترجمہ میں تو تعلق یا استحضار سے کرتا ہوں قوی النسبت وہ ہے جس کا تعلق بیدار اور استحضار قوی رہتا ہے۔ غفلت و ذہول اس پر بہت کم طاری ہوتی ہے اس لیے قدرۃً اس سے معاصی کا صدور بھی کم تر ہوتا ہے۔

جی ہاں مولانا علی میاں کا وہ مضمون پڑھا تھا گذشتہ نمبروں میں تو تائیدی نوٹ کی گنجائش نکل نہ سکی اب انشاء اللہ ۲۹ میں (اب مرتب ہو چکا ہے) میں ضرور کچھ عرض کروں گا لیکن ظاہر ہے کہ دونوں ہی اپنے اپنے کاموں سے گھرے ہوئے ہیں اور علی میاں کی اس ہمہ جہتی مصروفیت تو بس

ان کی کرامت ہی ہے آپ کی اسکیم کے لیے زیادہ وقت کہاں سے نکال سکتے ہیں آپ کی اسکیم کی اصل کمزوری یہی ہے کہ اس کا داعی محروم الحال ہے یہی حال مولانا گیلانی کا تھا۔
تحریک کوئی سی بھی ہو بس جب ہی چل سکتی ہے کہ جب اس کا داعی اپنی زندگی اسی کے لیے وقف کر دے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) یعنی مسلمان طالب علموں کے لیے دارالاقامہ کی۔

بسم اللہ

دریاباد
۹ جنوری ۱۹۶۴ء
برادرم! السلام علیکم
خدا کرے مزاج بہ طرح بعافیت ہو۔

صدق کے پرانے مخلص خاں صاحب نیاز علی خاں (جوہر آباد ضلع سرگودھا) میں ... سال صدق کے ایک پچھلے نوٹ کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ "اسے پڑھ کر دارالاسلام پٹھان کوٹ احیار کی تحریک تازہ ہو گئی۔ تعمیرات کا کام شروع کر دیا ہے۔ چیدہ چیدہ موضوع ... کی نیت سے۔ ایسے ادارے کے لیے ایک پورا ضابطہ بھی آپ ہی ... تیار ... ۔
یہ کام تو آپ ہی کا کام نکلا۔ ضابطے کی فرمائش کو بھی آپ کی طرف منتقل ...
یاں صاحب ایک دینی علمی مسئلے میں آپ کی رائے و مشورہ کا محتاج ...
میں بار بار چھپتا رہتا ہے کہ فلاں معاد پر ایک ہم۔ دو سال کے بچے کو ... سے پیچھے ...
میں وہ ایک ایک پتہ بتاتا ہے اور پتہ کی تصدیق ہو گئی ہے وغیرہ ... آپ ...
ثبوت اکیا تو جیہہ و تاویل فرماتے ہیں۔

دعا
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کی ایک بہت پرانی اسکیم یہ تھی کہ مسلمان طالب علموں کے لیے دارالافا مے قائم کیے جائیں۔

بسم اللہ

دریاباد
۵ فروری ۱۹۶۲ء

برادرم! السلام علیکم

پچھلے خط کے سلسلے میں ایک تراشا اور ملاحظہ ہو۔ اب آپ کیا فرماتے ہیں۔ ایک مسئلہ اور بتلیئے۔ دو شخص ہیں۔ ایک کو ذات رسالت سے عشق کی کیفیت ہے نام سنتے ہی وجد میں آجاتا ہے یا آب دیدہ ہو جاتا ہے اور درود شریف بڑی کثرت سے پڑھتا ہے شاید خواب میں زیارت بھی کر چکا ہے۔ وقس علیٰ ھذا لیکن ساتھ ہی اتباع سنّت کا کیا ذکر ہے کھلے ہوئے فرائض کی طرف سے بھی بے پروا ہے اور تعمیل احکام شریعت میں نہایت درجہ تساہل برتتا ہے۔

دوسرا شخص اس کے برعکس بڑا اہتمام اتباع سنّت کا رکھتا ہے۔ ادائے فرائض میں بڑا مستعد لیکن ساتھ ہی درجۂ محبت میں صفر محض۔ کوئی جذبہ و ولولہ اپنے اندر پاتا ہی نہیں آپ ان دونوں میں سے بہتر حالت کس کی قرار دیں گے؟

فرمائیے صحت کا حال تو بہتر ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۴؍فروری ۱۹۶۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

خدا کرے آپ اچھے اور تندرست ہوں۔

مضمون" ایک اور صرف ایک "سانس" پڑھ لیا۔ یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ اس سے سو فیصدی متفق ہوں لیکن اس کے بیشتر حصّے سے ضرور متفق ہوں اور مضمون اس قابل تو بہرحال ہے کہ اسے ملّت کے سامنے لایا جائے۔

گمنام یا نام کے ساتھ جس طرح کہئے صدق میں دے دوں۔ گنجائش جب بھی نکل پائے۔ یہ بڑا ٹیڑھا سوال رہتا ہے اور نہ معلوم کتنے کرم فرماؤں کو اس سے شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔

اسلامی اقامت خانوں سے متعلق ایک مراسلہ لاہور سے آیا ہوا ہے اور ڈاکٹر سید چغتائی دریابادی[1] نے اپنے مکتوب پیرس میں کی ہے اُن کے نکلنے کی بھی نوبت دیکھئے کب آتی ہے۔

بس میں اتنی ہی خدمت کا اہل ہوں باقی ظاہر ہے کہ دو چار مضمونوں سے کہیں یہ بگاڑ بند ہو سکتا ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مراد سعید الظفر چغتائی صاحب حال ریڈر فزکس مسلم یونیورسٹی جو اس زمانے میں پیرس ڈاکٹریٹ کرنے گئے ہوئے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۰ فروری ۱۹۶۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

عربی کتاب دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ بارک اللہ مقدمہ بھی ضرور قابل دید ہوگا۔
غریب صاحب کو تعارف نامہ بڑی مسرت سے لکھ دوں گا اب ان کا وہاں پہلا سا
اثر باقی نہیں۔ یہ تو اپنا ہی کام ہے یوپی گورنمنٹ نے اس سال مجھے اسٹیٹ حج کمیٹی کا ممبر بنادیا
ہے اس لیے ان شاء اللہ بمبئی پورٹ حج کمیٹی کو بھی لکھ سکتا ہوں بس خدا کرے یاد رہ جائے۔
کہیں وقت پر بھول نہ جاؤں۔

مضمون واپس خدمت ہے کوئی خاص اور نمایاں [illegible] تو اس سے کہیں بھی نہیں بس
یہی ہے کہ بعض مقامات کو میں ہلکا رکھتا اور بعض کو زوردار بنادیتا۔ ایسے فرق تو رہ ہی جاتے ہیں

والسلام

عبدالماجد

(۱) مولانا کے مخلص خصوصی محمد احمد غریب صاحب۔

بسم اللہ

دریاباد

۹ مارچ ۱۹۶۴ء

برادرم! وعلیکم السلام

یہ پچھلا دستی خط اتنی دیر کو ملا۔ جانتا تو ڈاک ہی سے بھیجتا اب اسی ڈاک سے منیری
صاحب کو لکھے دیتا ہوں۔ یہ غریب صاحب سے بھی بڑھ کر کارآمد ثابت ہوں گے جواب کے
لیے پتہ آپ کا لکھ دیا ہے ایسی ضرورتوں کے لیے وہیں میاں آفتاب بالکل کافی ہیں۔ وقت

کی کفایت اسی میں رہے گی۔

لکھنؤ یوں تو کل ہی آمد ہے یعنی اسی کارڈ کے ساتھ ساتھ۔ حج کمیٹی کی پہلی میٹنگ ۲۸ ۔۱۲ بجے ڈیڑھ دو گھنٹے میں فراغت انشاء اللہ ہو جائے گی۔ بس یہ کو حاضر خدمت ہو سکتا تھا لیکن دوسرے پروگرام پہلے سے ہی رکھ دیے ہیں ان پروگراموں سے اگر وقت بچ گیا تو انشاء اللہ ضرور حاضر ہو جاؤں گا ورنہ پھر آئندہ آمد پر۔ Mental کے لیے اردو میں "دماغی" اچھا خاصا چلا ہوا تھا۔ دماغی کام دماغی محنت وغیرہ Physical جسمانی کے مقابلے میں۔ ذہن کا لفظ تو انگریزی میں Intellectual کے لیے تھا تو میں نے اس قاعدے سے Mentalism کے لیے دماغیت رکھا لیکن انگریزی میں اب دماغی کے association دوسرے ہو گئے ہیں۔

میں تو مسلمانوں کی طرف سے[2] بالکل ہی مایوس ہو چکا ہوں۔ فرنگی تہذیب سے کامل مقاطعہ ممکن نہیں (کم سے کم ہم پست ہمتوں کے لیے) اور اگر اشتراک رکھئے تو کس حد تک۔ عملاً کوئی بھی حد قائم نہیں رہنے پاتی۔ سو فی صدی اس میں ضم ہو جانا پڑتا ہے۔ ہر ملک اور زمانے کا تجربہ یہی ہے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) بمبئی کے اردو دینی ماہ نامہ البلاغ کے ایڈیٹر مولانا کے مخلصوں میں

(۲) یہ مولانا کا مستقل خیال تھا مسلمانوں کی حرکتوں کی وجہ سے، اور اس وجہ سے بہت زیادہ کڑھتے رہتے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۱ ستمبر ۱۹۶۴ء

برادرم! السلام علیکم

حضرت کا مختار امذاق سفارش کے معاملے میں تو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہی ہونگے میں اس کے اتباع کا دعویٰ تو نہیں کر سکتا لیکن اپنی کم ہمتی کو کیا کروں کہ اب سالہا سال سے کسی عزیز قریب کے لیے بھی لکھا ہی نہیں جاتا اور رشید صاحب[1] سے میرے تعلقات جس درجے کے ہیں ویسے تعلقات ان سے بیسیوں کیا پچاسوں کے ہونگے۔ بہر حال ایوب سلمہٗ[2] کے پورے تعارف کے بعد یہ لکھ دیا ہے کہ اللہ ایسا کرتا کہ آپ کے ضمیر پر دباؤ پڑے بغیر اور آپ کے دل پر میل آئے بغیر قرعہ انتخاب ان کے نام نکل آئے اور آج ایک خط میں بطور ضمیمہ یہ بھی لکھ بھیجا کہ اگر ان بیچارے کی قسمت کسی طرح یاوری نہ کرے تو ان کا نام کسی آئندہ موقع کے لیے نوٹ کر رکھئے علی گڑھ میں ایسی صورتیں نکلتی رہتی ہیں۔

یہ سارا ٹکڑا میاں ایوب کے لیے بھی ہے۔

ہاں صاحب ناظر یار جنگ بے چارے بہت سخت علیل ہیں دوائیں ہر طرح کی ہو چکیں بس دعا کا وقت ہے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مراد پروفیسر رشید احمد صدیقی صاحب ہیں جو اس وقت جامعہ اردو علی گڑھ کے نائب شیخ الجامعہ تھے۔

(۲) مکتوب الیہ کے داماد جنہوں نے جامعہ اردو کی رجسٹراری کے لیے درخواست دی تھی۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

برادرم! وعلیکم السلام

لکھنؤ مع قافلہ کل ۱۶ اکتوبر کو ۹ بجے کے بعد انشاءاللہ پہونچنا ہے اور ۱۲ بجے کے بعد قبرستان عیش باغ روانہ ہو جاؤں گا۔ ایسی مستعدی سے کام نہ لوں تو پروگرام پورے نہ ہوسکیں۔ یہ خط اسی لحاظ سے عملاً آپ کے لیے بے کار ہی ہے۔ انشاءاللہ ۴ ہفتے والے قیام میں اگر دوبارہ موقع ملا تو ضرور ہم رکابی کی سعادت حاصل کروں گا۔ عیش باغ تو گویا ہمارا خاندانی قبرستان ہوگیا ہے۔ بھائی، بھاوج، ہمشیر اور چھوٹے بڑے لاکر خدا معلوم کتنے عزیز دہاں دفن ہیں۔

علماء سے آپ کا سوال بے بڑا دلچسپ۔ ۶۴ آج مرتب ہوگیا اور اب ۶۵ میں انشاءاللہ اس کے لیے ضرور جگہ نکال لونگا سائل کے چہرے پر ایک ہلکا سا نقاب ڈال کر۔

بیگم انیس قدوائی ولایت میاں مرحوم کی لڑکی ہیں اور رفیع قدوائی کی بیوہ بھاوج[۲]۔ شوہر شفیع مرحوم[۳] مسوری میں ۱۹۴۷ء میں ایک رفیوجی کی گولی کا نشانہ بنے۔ دلی میں رہتی ہیں۔ قومی خدمت کے لیے وقف۔ غالباً پارلیمنٹ کی ممبر ہیں۔ بے پردہ ہونے کے باوجود ہیں مشرقی قسم کی بڑی سادہ مزاج اور خاصی مذہبی۔۔۔

ناظر یار جنگ بے چارے کا مرض تو تشخیص ہوا ہے البتہ بحمد اللہ سر دست افاقہ بے علاج مسکنات سے ہو رہا ہے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) یعنی خواتین کا مسلمانوں کے جلسے میں شرکت کا۔ مجلس مشاورت کا ابتدائی اجلاس

(۱) مکتوب الیہ کی لکھنؤ کی کوٹھی کا نام
(۲) لکھنؤ کا سب سے بڑا قبرستان جہاں مولانا کے قریبی اعزہ یعنی بھائی، بہن اور بھاوج وغیرہ مدفون ہیں۔
(۳) کراچی کا ایک دینی ماہنامہ

بسم اللہ

دریاباد
۱۹ / نومبر ۱۹۶۶ء

برادرم! وعلیکم السلام

دوسرا والا نامہ بھی "لکھنؤ ہوتا" ہوا مل گیا تھا اور اس نے شرمندگی میں اور اضافہ کیا۔ میں نے پہلا ہی کارڈ پاکر خاتون منزل لکھ دیا تھا کہ فون سے اطلاع دے بھی دی جائے اور معذرت بھی کر لی جائے۔

جی نہیں علی گڑھ سے پھر کوئی اطلاع نہیں آئی اور میرے پاس کیوں آتی۔ مجھے تو خود اپنے ذاتی معاملے کچھ اس سے ملتے جلتے آخر کبھی کبھی پیش آتے رہتے ہیں اپنے قصد و ارادے کی حد تک کبھی جواب کے انتظار میں نہیں رہتا۔ تجربے سے معلوم ہوا کہ سکون وعافیت اسی میں ہے۔ سارا فیض انھیں بڑے میاں کا ہے۔ بڑے لوگوں نے ان سے بزرگی و درویشی کے سبق لیے ہوں گے میں نے تو اپنے ظرف کے لحاظ سے صرف یہ سیکھا کہ زندگی زیادہ سے زیادہ عافیت و سہولت کے ساتھ کیوں کر بسر کی جا سکتی ہے۔

اب سب سے زیادہ فکر مندار دو تفسیر کو طبع ثانی کے بارہ میں رہتا ہوں، دہلی وغیرہ سب کہیں سے مایوسی ہو گئی ہے۔ ۵۰۔۶۰ ہزار کا سرمایہ اکبارگی لگانے کا دم کس میں ہے۔ بظاہر تو یہ حسرت لے کر ہی دنیا سے جانا ہے۔

یہ خط کل ڈاک میں نہیں ڈالا خیال ہوا کہ شاید میرے پہلے خط کے جواب میں شام کو

آپ کا خط آتا ہو حالانکہ اس خط میں جواب طلب کوئی بات تھی ہی نہیں۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) افسوس ہے کہ مولانا مرحوم یہی حسرت لیے ہوئے جوارِ رحمت میں پہنچ گئے اُنکی زندگی میں اُردو تفسیر کی طبع ثانی صرف گیارہویں ہی پارے تک ہو پائی۔

بسم اللہ

دریاباد

۵ ؍ نومبر ۱۹۶۳ء

برادرم! وعلیکم السلام

۳۰ ؍ کا لکھا ہوا خط کل ۴ ؍ کی شام کو ملا

ایک آسان صورت تو یہ ہے کہ آپ پرسوں جمعہ کو دہرہ ایکسپریس سے دریاباد آجائیں میاں آفتاب آپکو لکھنؤ اسٹیشن پر مل جائیں گے ان کا معمول اسی سے آنے کا ہے واپسی میں دہرہ ہی ۵ بجے آپ کو مل سکتا ہے اور اس طرح کھانے، نماز، قیلولہ کے علاوہ بھی ڈھائی تین گھنٹے آپ کو مل جائیں گے۔ لیکن اتنی جلدی آپ کا بیتابانہ ہو سکے۔

دوسرے اور تیسرے ہفتے میاں آفتاب نہ ہوں گے دو ہفتے کے لیے پاکستان جا رہے ہیں میرا تو بھی دسمبر میں دوبارہ لکھنؤ کا پروگرام ہے۔ ایک ۱۹ ؍ دسمبر کو دارُدو کی ایک سرکاری کمیٹی میں، ایک علی گڑھ کی مجلس دینیات کے لیے۔ اس کی تاریخ ابھی تک نامعلوم ہے اندازہ ہے کہ شاید پہلے ہفتے میں ہو۔

ادارہ جامعہ اردو (علی گڑھ) کے ایک صاحب(۱) دریاباد آئے ہوئے ہیں جامعہ کے امتحانوں کا ایک سنٹر دریاباد میں اب کی سال ہوگیا۔ وہ کہتے تھے کہ رجسٹرار کا تقرر

ابھی تک معلق ہے[۲] درخواستیں ستراسی کی تعداد میں پہونچ چکی ہیں ڈگریوں، سفارشوں تجربوں سب کے لحاظ سے ایک سے بڑھ کر ایک۔ جس کسی کا بھی تقرر ہوگا جواری کی طرح محض قسمت سے ہوگا۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) امتحان کے سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت۔
(۲) اس رجسٹراری کے لیے مکتوب الیہ کے داماد نے درخواست دی تھی۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۹ نومبر ۱۹۶۳ء

برادرم! وعلیکم السلام

تیسرا کارڈ کل شام کو وصول ہوا جواب پہلی ڈاک سے جا رہا ہے لیکن اب اسے کیا کروں کہ آج اتوار ہے ظاہر ہے کہ یہ کارڈ آپ کو پرسوں منگل سے پہلے وصول نہیں ہو سکتا ہے۔

علی گڑھ میں میری میٹنگ[۱] ۸ دسمبر کو ہے یعنی ۷ کو لکھنؤ کچھ قبل پہونچ کر رات کی گاڑی سے روانہ ہو جانا ہے علی گڑھ گاڑی ۴/۱/۲ بجے جتنا تی وقت پہونچتی ہے آپ اس سردی کے وقت کا اندازہ کر کے فیصلہ کیجئے میں خود بھی یہی محض وقت بچانے کی دھن میں اس مجاہدے کو گوارا کر رہا ہوں ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب ہوں یا کوئی صاحب ہوں تجربات پیہم کے بعد میں ہر ایک سے توقعات قائم کرنے میں بڑا ہی محتاط ہو گیا ہوں ہر ایک کو اپنی مرضی، مذاق کے مطابق کیسے لے آؤں اور کس کس سے لڑتا پھروں اس لیے

بحمداللہ کسی سے ناخوشی کے موقع بھی بہت ہی گھٹ گئے ہیں۔ یہ بھی فیض انہیں بڑے میاں کا ہے۔

دیہہ کے سنیچر کے بجائے دہرہ کا وقت تو محض میں نے میاں آفتاب کی رفاقت کے خیال سے رکھ دیا تھا۔ خیر اب سرِ دست تو کوئی سوال ہی نہیں۔

والسلام و دُعا گو و دُعا خواہ
عبدالماجد

(۱) شعبہ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی کی سالانہ میٹنگ
(۲) یعنی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح

بسم اللہ

دریاباد
۲۵ دسمبر ۱۹۶۲ء

برادرم! وعلیکم السلام

آپ نے میرے حافظے کا بڑا سخت امتحان لیا اور میں اس میں بالکل ہی فیل نکلا الفاظ بیعت اور تخصیص سلسلہ صابریہ اب کچھ ذہن ہی میں نہیں ایک دُھندلا سا خیال تو ہے مگر کوئی بات بھی جزم و وثوق سے نہیں کہہ سکتا استخارہ کیا تو ضرور ہوگا لیکن اس کے یا تلقین توبہ کی بابت کوئی بات اب حافظے میں نہیں۔

شرمندہ ہوں کہ آپ کی خدمت اس سلسلے میں کرنے سے یوں معذور رہا۔

ہمارے شہید صاحب فرنگی محلی بھی آخر چل بسے میرے بڑے بے تکلف دوست ۳۷ - ۳۸ سال کے تھے اللہ بال بال مغفرت فرمائے۔

والسلام دُعا گو و دُعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ اور مولانا دونوں حضرت مولانا حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ مکتوب الیہ نے اس بیعت کے الفاظ کے بارے میں مولانا سے پوچھا تھا۔
(۲) یعنی مولوی صبغۃ اللہ صاحب شہید انصاری فرنگی محلی۔

بسم اللہ

دریاباد
یکم مارچ ۱۹۶۵ء

برادرم! وعلیکم السلام

آپ نے سوال جس نقطۂ نظر سے کیا ہے بالکل صحیح ہے لیکن وہاں کی دنیا ہی بالکل دوسری تھی۔ وہاں ایسے سوالات کا کیا گذر۔ بہرحال آپ کا سوال مع میرے نوٹ کے اس نمبر میں ان شاء اللہ نکلے گا۔

زاہدہ کی طبیعت پہلے سے تو بحمداللہ بہت بہتر ہے پھر بھی ابھی علالت ہی ہے اور دعاؤں کی ضرورت بھی۔ وہ تو خیر ہی ہے باقی ان کی والدہ مجموعہ امراض ہو رہی ہیں۔ وجع المفاصل اختلاج وغیرہ تو مستقل ہیں اور بلڈپریشر بھی وقتاً فوقتاً۔ اب لکھنؤ انھیں پہونچا آیا ہوں۔ ڈاکٹر قریشی کا علاج شروع ہوا ہے دعاؤں کی ضرورت تو ان کے لیے ہے۔ پیر فرماتے ہیں کمزوری ہوتی جا رہی ہیں اسی وجع مفاصل سے۔

سب سے پہلے ضرورت ہیں اردو کی سرکاری کمیٹی کی میٹنگ ۱۴ مارچ کو ہے ادھر سے تو لکھنؤ بس سرسری گذر جاؤں گا واپسی میں ۱۶ کو ان شاء اللہ ۲۴ گھنٹے ٹھہروں گا۔ دو نشستیں بعد دوپہر بھی رہیں گی لیکن یقین ہے کہ ۵ - ۱/۲ ۵ بجے تک سب ختم ہو جائیں۔ ۲۰ - ۲۵ منٹ کا وقت مغرب تک فارغ رہے گا۔ بےتکلف اسی وقت کرم فرما سکتے ہیں۔

مولوی مسعود بےچارہ پیروں سے بالکل ہی معذور ہو گئے ہیں قدم دو قدم بھی نہیں چل سکتے بلکہ سہارے کے لیے ایک آدمی بھی کافی نہیں دو آدمی گود میں

اٹھا کر کرسی یا رکشے پر بٹھا دیتے ہیں شدید تشنج وغیرہ کی بھی شکایتیں ہیں البتہ دماغ پر ا
ماشاء اللہ کوئی اثر نہیں۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مولانا کی چھوٹی صاحب زادی۔
(۲) ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی۔
(۳) مولوی مسعود علی ندوی صاحب نیجر دارالمصنفین۔

بسم اللہ

دریاباد
۹ مارچ ۱۹۶۵ء

برادرم! وعلیکم السلام

Happening کے لیے وقوعہ ٹھیک رہے گا۔ Mentalism کے لیے
ذہنیت ہی رکھیے۔ بطور اصطلاح ایسے لفظ پہلے سے موجود ہی ہیں جو عام بول چال
کے بھی اور ساتھ ہی ساتھ کسی نہ کسی فن کی اصطلاح بھی۔ بخار، شعور، حرارت مزاج وغیرہ
۱۶ منگل کو ان شاء اللہ لکھنؤ میں ہوں گا اور ۵ بجے تک دوسری مصروفیتوں
سے فارغ ہو چکا ہوں گا۔ آپ اس وقت بے تکلف کرم فرمائیں اور ہاں اب کی
بے تکلف ایک درخواست بھی ہے لمبی تقریر نہیں چند منٹ کی گفتگو بھی لڑکیوں کی اسکول
کالج کی تعلیم پر بھی ذرا کر دیں۔ لڑکیاں پس پردہ مستفید ہوں گی۔
زاہدہ اور ان کی والدہ لکھنؤ میں زیر علاج ہیں اور محتاج دُعا۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ ایک کتاب لکھ رہے تھے غالباً سائنس اور مذہب کے بارے میں اسی کے لیے اصطلاحات کے اردو مترادف کے بارے میں مولانا سے استفسار کیا تھا۔

(۲) مولانا کی چھوٹی صاحبزادی۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۸ مارچ ۶۵ء

برادرم! السلام علیکم

اب کیا بتاؤں کہ آپ سے کس درجہ شرمندہ ہوں آپ خود ہی اندازہ لگا لیجئے کالکا میل تین گھنٹے لیٹ دہلی پہنچا جس سے اُدھر کی گاڑی[۱] ملنا ناممکن ہوگئی دہلی ۱۲ بجے رات کو پہونچا سب استقبالی واپس جا چکے تھے خراب خستہ میزبان کے ہاں پہونچا میں تو اسی وقت یعنی ۴ بجے رات کو ٹیکسی کر کے سفر پر مستعد ہوگیا مگر میزبان صاحب نے کسی طرح نہ مانا دوائی بہار صرف سہ پہر کو جاتا تھا خیر بہرے پور صدر صاحب کو ٹرنک کال کر دیا جواب ملا کہ میں میٹنگ ایک دن کے لیے بڑھائے دیتا ہوں دوسری صبح کو بہ اطمینان پہونچئے۔

واپسی میں ۱۷ کو چند گھنٹے کے لیے علی گڑھ میں اترا دو بجے آپ کے لیے خاتون منزل فون کرنا چاہا سوا گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ لگ گیا اور رنگنگ نہ ہوپائی بار کراسے منسوخ کر دیا ادھر میاں قدیر کو بھی خیال نہ آیا اور آپ سے خواہ مخواہ شرمندگی اٹھانی پڑی[۲]۔

مریضہ نمبر اوّل کو یعنی گھر میں افاقہ مطلق نہیں بلکہ اچھی خاصی زیادتی علاج مجبوراً بدلنا پڑا۔ کل سہ پہر کو انھیں چھوڑ کر چلا تو آیا لیکن دل برابر وہیں اٹکا ہوا ہے اور سوچ رہا ہوں کہ لکھنؤ کچھ دن کے لیے منتقل ہو جاؤں اہم ترین شکایت بلڈ پریشر ہی کی ہے ضعف بہت

زیادہ بڑھ گیا ہے۔

زاہدہ کی بھی کھانسی کی شدت بدستور بخار ادھر کئی دن سے نہیں آیا تھا پرسوں سے پھر حرارت ہوگئی ہے عام صحت ماشاء اللہ اچھی ہے یعنی چلنا پھرنا ہنسنا بولنا حسب معمول۔ اس لئے دیکھنے والوں پر اثر اتنا برا نہیں پڑتا جتنا ان کی والدہ کا۔

بہرحال اللہ ہی فضل فرمائے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) یعنی جے پور جانے والی ٹرین

(۲) مراد ڈاکٹر سمپورنانند گورنر راجستھان

(۳) مولانا کو اس بارہ میں بڑا اہتمام رہتا تھا کہ طے شدہ پروگرام میں کوئی فرق نہ پڑے اور اگر کسی مجبوری سے ایسا ہو جائے تو جن صاحب سے یہ پروگرام طے ہوا ہو انھیں بروقت اطلاع ہو جائے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۶ اپریل ۱۹۶۵ء

برادرم! السلام علیکم

میں نے ۱۰ اپریل (سنیچر کو آپ کو خاتون منزل کے لئے زحمت دی تھی) مولانا الہ آبادی وارد ہ کی خبر جب کو ملی آپ خاتون منزل وہیں چلنے کے ارادے سے اگر آسکیں تو کیسا ہے؟

نماز ظہر ہمارے یہاں پڑھ کر معاً وہاں چلے چلیں۔ عیادت کی ملاقات تو بس چند ہی منٹ ہوتی ہے اگر حالات اتنے کی بھی اجازت دیں۔

اس منظوری کی اطلاع یا تو ہم کو آفتاب سلمہ کے ذریعے بھجوادیں اور یا یہ
سینیجر ہی کو فون سے کرادیں ۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) حضرت شاہ وصی اللہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مراد
ہیں جو بغرض علاج لکھنؤ تشریف لائے تھے ۔

بسم اللہ

دریاباد

۷ جون ۶۵ء

برادرم! وعلیکم السلام

بحمداللہ اب تو کہنا چاہیئے کہ اچھا ہوں۔ کھانسی البتہ ابھی خاصی آتے جاتے ہی ہے۔
آج سے انشاءاللہ بینوکا غرارہ شروع کردوں گا۔ آپ کو خط لکھنے کی برکت ہے کہ ابھی یہ یاد پڑ گیا
کھانسی سینہ نہیں حلق کی ہے ۔

ریڈیو والی تقریر ایک مہینہ قبل ۳۰ اپریل ہی کو ریکارڈ کرلی گئی تھی۔ ۳۰ مئی کو جو تقریر
ایک مختصر سے مجمع کے سامنے خود سنانا تھا وعدہ کئی ہفتہ قبل ہوچکا تھا اسی کو سنانے کے لیے
باوجود شدت ضعف سفر کرنا پڑا پھر وہاں پہونچ کر حکیم امین سلمہ کو دکھلایا نسخہ انھیں کا ہے
اس وقت دوا کی آخری خوراک پی رہا ہوں۔

لکھنؤ جاکر اب کیا عرض کروں کیا گذرتی رہتی ہے عزیزوں مخلصوں کا ازدحام کہ
سب کو شکایتیں باقی رہ جاتی ہیں اپنی والی کوشش یہی رہتی ہے کہ بارہا بارہ
ہر موقع پر فلاں فلاں کے لیے وقت نکال لیا جائے ۔

آپ دُعا اور مسرت دُعا دونوں میں بہ حال ماجور ۔

دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۶ جون ۶۵ء

برادرم! وعلیکم السلام

جی ہاں بحمداللہ اچھا ہوں سوا اس کے کھانسی نے ساتھ نہیں چھوڑا ہے۔ اور دن میں کئی بار پیر بالکل ٹھنڈے ہوجاتے ہیں۔ صدق کی ہر تحریر کم سے کم ہفتہ قبل لکھی جاتی ہے مجھے خود ہی خیال تھا کہ اس قسم کے نوٹوں سے ایک جماعت کو ضرور گرانی پیدا ہوگی اچھا کیا کہ آپ نے بھی لکھ دیا اور مجھے ذرا تفصیل سے عرض خیال کا موقع مل گیا اب کی جمعہ کو ان شاء اللہ "از مذہب من گبر و مسلماں گلہ دارد" کے عنوان سے ملاحظ فرمایئے گا۔

علی یاور جنگ سے جن صاحبوں کو شکایتیں ہیں وہ ان کی پبلک تحریروں اور تقریروں کے حوالے سے ضرور مجھے لکھ کر بھیجیں جیسا گلہ پرائی گرفتیں تو ان پبلک تحریروں اور تقریروں کی بنا پر کر رہا ہوں۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کا جلسہ یکم جولائی کو ہے اطلاع کل شام کو پہونچی اتنی جلد میرا سفر کہاں بن پڑتا ہے مجبوراً معذرت لکھ رہا ہوں۔

ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر سید محمود، سید علی ظہیر وغیرہ کسی کے بھی پاس صدق نہیں جاتا میری کتابیں البتہ ڈاکٹر ذاکر خریدتے رہتے ہیں۔

نکتہ چینی ہلکی سے ہلکی ہو اور نرم سے نرم لفظوں میں اس کی تاب بہت ہی کم لوگ لاتے ہیں اس لیے ناخوش ہی ہوجاتے ہیں سالہا سال کا تجربہ یہی ہے۔ کتابوں پر تنقید تک سے لوگ ناخوش ہوجاتے ہیں عمر بھر میں کل تین مثالیں اس سے مستثنیٰ اس وقت یاد پڑ رہی ہیں۔ ایک شیخ الحدیث مولانا ذکریا۔ ایک بار ان کی کتاب پر کچھ نکلا جب ملاقات

ہوئی تو الگ بُلا کر مجھے لے جانے لگے میں ڈرا کہ اب شکوہ شکایت کا دفتر کھلے گا اس کے برعکس تنقیدی حصہ کا شکریہ ادا کیا۔ دوسری مثال غلام محمد کراچوی کی ہے سیرت سلیمان کی داد کے ساتھ ساتھ اچھی کڑی تنقید بھی میں نے لکھ کر خط میں بھیجی جواب میں شکریہ کا خط آیا اور تنقید کے بڑے حصہ کو قبول کر لیا۔ ان دونوں سے بھی بڑھ کر عالی ظرف مثال خود آپ کی ہے یہ سلسلۂ مکتوبات سلیمانی۔

ہاں صاحب مولانا وصی اللہ صاحب کے مُرتاض اور مقبول الٰہی ہونے میں ذرا بھی شک نہیں۔ معرفتِ حق اُردو کا ایک ہی رسالہ ہے جسے خریا کر پڑھتا ہوں لیکن مضامین کے علمی پہلو سے متعلق کیا لکھوں۔ مور لیے پیر دیکھ کر شرمندہ ہو جاتا ہے۔ تحقیق میں حوالہ اور اس کے ساتھ سکندر نامہ کا پیش کرنا یا کسی بنیادی عقیدے کے لیے سند قرآن یا حدیث صحیح کے کسی متن فقہ بلکہ اس کی بھی کسی شرح یا حاشیہ کی پیش کر دینا وغیرہ علیٰ ہٰذا یہ چیزیں پڑھ کر دل کچھ بیٹھ سا جاتا ہے۔

والسلام دُعا گو و دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) جو مارچ ۶۵ء میں مُسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہو کر آئے تھے اور چارج لینے کے چند ہی ہفتہ بعد ۲۵ اپریل ۶۵ء کو یہ افسوسناک واقعہ پیش آیا اگیزکیٹو کونسل اور کورٹ معطل کر دی گئیں اور مرکزی حکومت نے آرڈیننس جاری کر دیا۔ مسلمانوں کے ایک طبقے میں نواب صاحب بہت زیادہ غیر مقبول ہو گئے اور اس کا سلسلہ ان کے وائس چانسلری چھوڑنے تک قائم رہا۔

(۲) یہ حضرت اس وقت وزیر تعلیم تھے اور اپنی مُسلم بیزار اور مُسلم دشمن تقریروں اور تحریروں کی وجہ سے مسلمانوں میں انتہائی بدنام رہے۔

(۳) یہ دینی اور مذہبی رسالہ حضرت شاہ صاحب کے ملفوظات اور اقوال پر مشتمل ہوتا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۴ نومبر ۱۹۵۶ء

برادرم! السلام علیکم

خوب ہوا کہ جو میں نے آپ کو دوسرا خط لکھ دیا ہے اس گم شدہ پوسٹ کارڈ کی نقل اب تو وہ مضمون آپکے ذہن سے نکل ہی گئے ہوں گے کئی خط مجھے اس گم شدگی کے بعد رجسٹری بھیجنے پڑے۔

علی گڑھ کے معاملے میں انشاءاللہ کامیابی کی امید تو پڑ رہی ہے بشرطیکہ مسلمان یک جہتی کے ساتھ اور اسی بنسلہ کو مرکز بنانے میں قائم رہیں اور یہ شرطیں ہی مشکل ہیں۔ رٹ کے معاملے کو خواہ مخواہ فریقین نے شخصی و ذاتی بنا لیا خالص فنی مسئلہ تھا اسے تمام تر قانون دانوں ہی پر چھوڑ دینا تھا اگر ایک گروہ فلاں فلاں اسباب سے سپریم کورٹ کو بہتر سمجھتا ہے اور دوسرا گروہ فلاں فلاں دلائل سے ہائی کورٹ الٰہ آباد کو تو ذاتیات کا کوئی سوال ہی نہیں

جی ہاں یہ ندوی مشتری آپ کے ہی شاگرد رشید ہیں۔ مدح کے نشے کے بعد وہ ہوش و حواس کہاں قائم رہ سکتے ہیں۔ افضل مرحوم کی زبان سے ایک ٹھمری امیر خسرو کی سنی تھی ؎

بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی
جو آوت ہے سوجات ہے بھٹکی

تصدیق قدم قدم پہ ہو رہی ہے

یہ اسمٰعیل وہی ہیں جو وہاں جاکر ہندوستان بھر میں بس ایک میرے معتقد رہ گئے تھے اور نہایت ہی مبالغے کے ساتھ میری مدح میں مضمون لکھ دیا

تھا جسے میں نے تردیدی نوٹوں کے ساتھ چھاپ دیا تھا۔

والسلام دُعاگو ودُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مسلم یونیورسٹی میں آرڈیننس کے نفاذ کے لیے یہ رٹ دائر کیا گیا تھا۔

(۲) محمد اسمٰعیل صاحب مدراسی جو ندوہ سے فارغ ہونے کے بعد مزید تحصیل علم کے لئے جامعہ ازہر گئے تھے۔

(۳) مولانا کے ایک مخلص ہم نشین اور اپنے زمانے کے نامور قوال۔ جب مولانا مذہب کی طرف آئے تو کچھ عرصے تک تصوف کا غلبہ رہا اور اسی میں قوالی سنتے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۴ر ستمبر ۱۹۶۵ء

برادرم! وعلیکم السلام

مجھے مشرقی یوپی کے جانے والوں پر اب حیرت ذرا بھی نہیں ہوتی مغربیت کے اسباب اس شدت سے اور کثرت کے ساتھ کہ کسی کا بچ نکلنا نہایت دشوار ہے خواص دین کا حال کیا آپ نے معتبر حاجیوں سے سنا نہیں۔ ہر قسم کے فواحش و منکرات کی وہ شدت کہ معاذ اللہ اوپر سے نیچے تک سب کا ایک ہی رنگ۔ حیرت اس پر ہے کہ علی میاں ایسے نیک نفس لوگوں کی وہاں جا کر حرکت قلب کیوں نہیں بند ہو جاتی۔

امکان ہے ایک ہفتہ میں یعنی ۲۰ یا ۲۱ کو ملاقات ہو سکے۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) یہ لوگ وہاں سے تجدد زدہ ہو کر آتے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۶ ستمبر ۱۹۶۵ء

برادرم! وعلیکم السلام

وہ مقالہ عقلیات اور اسلام پر زیر تحریر تھا وہ اب کس منزل میں ہے یاد دہ
تفسیر کے دوسرے ایڈیشن کے پہلے پارے کا صاف ایڈیشن ہندوستان سے مایوس ہو کر لاہور بھیج دیا تھا۔ مہر صاحب[۱] کی امید دلانے پر بالآخر وہاں بھی ناکامی ہوئی واپسی کے لئے انہیں ہفتوں سے نہیں بلکہ مہینوں سے لکھ رہا تھا یہاں تک کہ اب ڈاک ہی ادھر کی بند ہو گئی[۲]۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مشہور صحافی مولوی غلام رسول مہر سابق ایڈیٹر روزنامہ انقلاب لاہور۔
(۲) بوجہ ہند پاک جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء

بسم اللہ

دریاباد
۱۰ ردسمبر ۱۹۶۵ء

برادرم! وعلیکم السلام

ماشاء اللہ خود صحت مبارک ہو۔
ان خطوط سلیمانی پر میرا حق مقدم ہے[۱]۔ سید صاحب سے میرے تعلقات ... کی مرشد صاحب کے تعلقات سے کہیں زائد ہے۔ یہ تو نجی بات ہوئی اور ضابطہ کی بات ! ... یہ ہے کہ ادارہ کے صدر کا حق ادارہ کے سکریٹری سے کچھ زائد ہی ہوتا ہے۔

۵ اگر ان شاء اللہ لکھنؤ ہوں گا خطوط تو میاں آفتاب کو پہونچ جائیں یا خود مجھی کو
بشکریہ تمام ۔

خود میرا وقت تو ابھی تک سارا گھرا ہوا ہے اگر خدانخواستہ مجلس تحقیقات شرعیہ
کا جلسہ علی میاں سلمہ اللہ کی معذوری کے باعث ملتوی ہوگیا تو ضرور ان شاء اللہ وقت
نکالنے کی کوشش کروں گا اور آپ کو مطلع کر دینے کی بھی ۔
ایک احتمال تو ۳۰ ر کی سہ پہر اور ۳۱ ر کو صبح کبھی لکھنؤ میں موجود ہونے کا ہے
آپ کے لیے ۳۱ ر کا خیال کر رہا ہوں ۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کے نام حضرت سلیمان ندوی علیہ الرحمہ کے خطوط ۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۹ ر دسمبر ۶۵ء برادرم! السلام علیکم
اس روز آپ کی ملاقات وصول ہوگئی ایک تو آپ کو خلاف توقع چاق دیکھ کر جی بڑا خوش ہوا
پھر کام کی باتیں بہت سی ہوگئیں ۔
یہاں آتے ہی خط علی گڑھ اور اعظم گڑھ دونوں جگہ لکھ دیا ہے ۔ تاریخ اور فلسفۂ اصول
اخلاق کے سلسلے میں جواب ان شاء اللہ آتے ہی ہوں گے
اب آپ زحمت کر کے اپنی تلخیص بیان القرآن سے متعلق ایک مختصر نوٹ مجھے لکھ بھیجیں
انتخاب و تسہیل وغیرہ کی کیا نوعیت ہوگی ۔ شاید کہ (گویہ ذرا بعید ہی ہے) کسی پبلشر کی نظر
پڑ جائے اور ادھر کا کچھ جزو میرے حصہ میں بھی آجائے ۔

دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۸ فروری ۱۹۶۶ء

برادرم! وعلیکم السلام

خیریت نامہ کیا عنایت نامہ کہیے کئی دن ہوئے مل گیا تھا۔

خدا کرے اب طبیعت بہتر ہو گئی ہو۔

پاکستان سے ڈاک کھل تو گئی ہے لیکن ضابطے سے اور عمل سے کم خط ابھی اکّا دکّا
آجاتے ہیں اور اخبارات تو اور بھی کم۔

جی ہاں جماعت تبلیغ کی یہی تو بار بار کھٹکتی ہے[1]۔ آج سے نہیں مولانا الیاس کے
زمانے سے لیکن پھر کیا کیا جائے ہر پہلو سے کامل لوگوں کی جماعت کہاں سے لائی جائے۔
اس خط میں کوئی بات لکھنے کی تھی نہیں آپ کے انتظار کے خیال سے لکھ دیا۔

والسلام دُعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) یہ نہ معلوم ہو سکا کہ جماعت کے کس کمزور پہلو یا کمی کے بارے میں مکتوب
الیہ نے لکھا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

۳۱ مارچ ۱۹۶۶ء

برادرم! وعلیکم السلام

جزاک اللہ لیکن بس مشورہ دینے تک تو ٹھیک تھا۔ دوا خرید کر بھیجنے کے
تکلف کا میں قائل نہ ہو سکا ابھی تو بھرپور ڈاکٹری علاج چل رہا ہے۔ یہ ختم ہو جائے تو

انشاء اللہ یہ ذخیرہ گاؤزبان کی طرح مستقل استعمال میں رہے گی۔[1]
منگل ۲۲ کی دوپہر کو دریاباد چلے جانے کا ارادہ ہے گو جی ابھی مرلیفہ کو چھوڑ کر باہر نکل جانے کو نہیں چاہتا ڈاکٹر نے ابھی پلنگ چھوڑنے کی اجازت نہیں دی ہے چلتا پھرتا دیکھ لیتا تو دل کو ڈھارس زیادہ رہتی۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) اس زمانے میں مولانا کی اہلیہ زیادہ علیل ہو گئی تھیں۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۱ مئی ۶۶ء

برادرم! وعلیکم السلام

آپ کے تازہ مکتوبات سے تو عجب ماجرا سنایا مگر بہت ہی تشنہ رکھا۔ کچھ تفصیل تو ضرور فرمائیے۔ ڈاکٹر رفیع الدین پی ایچ ڈی ڈی لٹ میرے خاص کرم فرما بھی۔ بڑے ہی صاحب فکر و نظر (حشکی کی حد تک بہو رنج ہوئے) فرزند رشید آپ کے کلام کو اپنا کام سمجھ کر اس کے لیے وقت نکالیں گے بے تکلف میرا حوالہ دے کر رجسٹرڈ پیکیٹ انھیں بھیج دیجیے۔ ریٹائر ہو کر اب گجرانوالہ میں رہتے ہیں بس یہی پتہ کافی ہوگا بلا ضرورت انتظار کی طوالت کیوں ہو۔ کل ہی انشاء اللہ انھیں خط لکھ کر آپ کا تعارف کرا دوں گا۔
آپ ماشاء اللہ بڑا گہرا کام کر رہے ہیں موقع مل سکے تو ذرا خلاصہ میرے پاس بھی بھیج دیجیئے گا۔ چغتائی کا خط ابھی تین دن ہوئے میرے پاس آیا ہے آپ کے کام کی داد دی ہے ایسے موضوع پر محض اردو میں لکھنا کچھ زیادہ مؤثر نہ ہوگا۔ ضرور انگریزی اور فرنچ میں انشاء اللہ ترجمہ کا انتظام ہو ہی جائے گا۔

گھر میں بحمداللہ جتنا سکون ہے غنیمت ہے اپنی مجوزہ دوا ضرور لکھ دیجئے۔ کارڈ اگر کل جمعرات کی دوپہر تک مل جائے تو جمعہ کی صبح کو آٹھ بجے سے قبل دستی خط میاں آفتاب کو پہونچ سکتا ہے۔

میاں غلام محمد اور چودھری نیاز علی خاں کو ضمناً آپ کی خیریت لکھ دی دونوں نے شکریہ لکھا ہے۔

پوسٹ کارڈ اور دس پیسے والے لفافے[۳] دونوں کا یہاں قحط ہے۔ لیجئے ابھی ابھی یہ علم ہوا کہ ٹکٹ بھی غائب انا للّٰہ۔ خط کا آج روانہ ہونا ضروری ہے اب سوا اس کے کہ آپ ڈاک خانہ کے نام ۱۲ پیسے کا خون کریں اور کوئی صورت نہیں۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) ڈائرکٹر اقبال اکیڈمی۔ مولانا ان کی اسلامیت اور اُن کی تصانیف کے فکر انگیز ہونے کے بڑے قائل تھے۔

(۲) مکتوب الیہ کی تصنیف مذہب اور سائنس کے بارہ میں۔

(۳) مراد Inland letter and Card

بسم اللہ

دریاباد

یکم جولائی ۶۶ء

برادرم! وعلیکم السلام

رسالہ ترجمان القرآن کا ایک نمبر ۵ جون ۶۵ء آپ کے پاس میاں آفتاب کے ذریعے سے انشاء اللہ پہونچ جائے گا اسے امانت سمجھئے مولانا تقی امینی سلمہٗ[۱] کے لیے ہے وہ جب لکھنؤ آئیں گے آپ کے پاس تو بہرحال آئیں گے انھیں دکھا کر اپنے پاس رکھ لیجئے گا میاں آفتاب ہو، واپس بھی لے لیں گے۔

میری ملک نہیں ہے ایک صاحب سے عاریتہً حاصل ہوا تھا۔
یہ خط جا ہی رہا تھا کہ والا نامہ موصول ہو گیا جی ہاں علاج بدستور ڈاکٹر فریدی کا جاری ہے۔
اور طبیعت افاقہ کے ایک خاص درجہ پر پہونچ کر ٹھہر گئی ہے۔ یہی غنیمت ہے کہ دالان میں چل
پھر لیتی ہیں نیا علاج شروع کرانا عملاً آسان نہیں۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

(۱) استاد و ناظم شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

بسم اللہ

دریاباد
۸ جولائی ۱۹۶۶ء

برادرم! السلام علیکم
ناظر یار جنگ[۱] بھی بالآخر مرحوم ہو گئے کل جمعرات کو صبح انتقال ہوا تھا تار سہ پہر کو آیا۔
انا للہ۔ آدمی مسلمان تھے اور ہر دور میں مسلمان رہے۔ جب ولایت سے لوٹ کر آئے ہیں
۱۱ء میں میرے الحاد کا شباب تھا یہ اس وقت بھی مسلمان ہی تھے۔
خدا کرے آپ کی آنکھ اب ٹھیک ہو گئی ہو۔ میڈیکل کالج کے ماہر چشم سیتاپوری ماہر چشم
کے لڑکے ہیں۔ پسر تمام کند۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

(۱) مولانا کے ہم زلف اور سابق جج حیدرآباد ہائی کورٹ۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۲ جولائی ۱۹۶۶ء

برادرم! وعلیکم السلام

ناظر یار جنگ مرحوم کی وفات کا تار ۷ جولائی کی شام کو آیا ۸ کی صبح ہی میں نے سب سے پہلے آپ ہی کو لکھا اور اس وقت سے کئی دن تک آپ کے تعزیت نامہ کا منتظر رہا۔ یہاں تک کہ آپ کا تازہ کارڈ مل گیا جس پر آپ کے قلم کی کوئی تاریخ ہے نہیں ڈاک خانے کی مہر ۲۰ جولائی کی ہے میرا کارڈ یقیناً آپ کو نہیں ملا۔

مرحوم نے موت بڑی اچھی پائی تفصیل صدق کے آئندہ نمبر میں دیکھئے گا چغتائی رات کی کسی گاڑی سے آ گئے ہوں گے۔ یہ خط صبح سویرے ہی لکھ رہا ہوں ابھی ملاقات نہیں ہوئی قیام غالباً چند ہفتے سے زیادہ نہ رہے۔

اب تو آپ کی آنکھیں دور دراز حال میری ہی سی ہو گئیں ہم چشمی کا تقاضا بھی یہی تھا۔ میڈیکل کالج کے ماہر چشم ڈاکٹر مہرہ سیتاپور کے مشہور ماہر چشم کے لڑکے ہیں اور عجب نہیں کہ پسر تمام کند کے مصداق ہوں۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۹ جولائی ۱۹۶۶ء برادرم! السلام علیکم

چغتائی آئندہ ہفتہ لکھنؤ کا ارادہ رکھتے ہیں ملاقات میں سرسری نظر تو آپ کے کاغذات پر ڈال لیں گے پھر اس میں جتنا حصہ مناسب سمجھیں گے آپ اپنے ساتھ لیتے آئیں گے۔

غلام محمد کا ارمغان[2] پہونچ گیا بیچارے وہی ایسے ہیں جو سید صاحب[3] کا کام کسی نہ کسی طرح کئے جاتے ہیں بہ حیثیت مجموعی ترتیب حواشی وغیرہ سب اچھے ہیں۔
لیکن آخری نظرثانی پریس جاتے وقت خود مصنف ہی اپنے کلام کی کرسکتا ہے عقیدت میں غرق شاگرد یا مسترشد قلم لگانے کی جرأت کہاں سے لاسکتے ہیں۔ اتفاق سے زبان کی ایک فاش لغزش پہلے ہی صفحہ پر موجود ہے۔
اللہ کے فضل وکرم سے اب کچھ آثار تفسیر[4] کے نئے ایڈیشن کی چھپائی کے نظر آرہے ہیں میاں سید حسین[5] کا کچھ حال مدت سے نہ معلوم ہوا۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کی تصنیف کا وہ حصہ جو مادے کے بارہ میں تھا۔
(۲) حضرت سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ کے کلام کا مجموعہ۔
(۳) مراد حضرت علامہ سلیمان ندوی رحؒ
(۴) تفسیر از دریابادی
(۵) حضرت سید صاحب کے داماد جو اس وقت ایڈیشنل کمشنر تھے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۲ راگست ۶۶ء

برادرم! وعلیکم السلام
پرخنائی سے ملاقات روز ہی ہوتی ہے کل سہ پہر جب ڈاک[1] آگئی تو بس چند منٹ بعد وہ بھی آگئے اور آپ کا خط ان کو پڑھوادیا۔
ضرور تشریف لائیں بس اتنا ہے کہ آپ کی صحت کی طرف سے ذرا ڈر معلوم

ہوتا ہے اپنے مجربات ضرور ساتھ لائیے گا اور ہاں نیبو یہاں مل تو جاتا ہے لیکن ہر روز ملنا یقینی نہیں۔

۲۲ کو لکھنؤ میں اسٹیٹ حج کمیٹی کی مجلس[۴] ہے اور لکھنؤ یونیورسٹی کی لائبریری میں بھی کام ہے اس لیے پروگرام یہ ہے کہ ان شاء اللہ ۲۱ کی سہ پہر کو پہونچوں گا اور ۲۳ کی دوپہر کو واپسی مع زنانہ اسی لیے آپ جلد سے جلد ۲۴ کا قصد فرمائیں۔

رقم تفسیر[۵] کا معاملہ بالکل متعین ہو جاتا تو میں خود ہی آپ کو لکھتا[۶] اس وقت تک صورت یہ ہے کہ بڑی رقم ایک بڑی شخصیت کی تحریک پر وصول ہونے والی تو ابھی موہوم ہی سے ہے موعود ہی ہے صرف اُمید باقی ہوئی ہے[۷]۔ البتہ ایک معقول رقم ایک مخلص[۸] نے صدق کا مضمون پڑھتے ہی (اپنے نام کے اخفا کی تاکید کے ساتھ) بیرون ہند[۹] سے نقد ادا کر دی ہے اس سے اتنا ہے کہ چاروں جلدوں میں سے پہلی جلد (۷½ پارہ تک) ان شاء اللہ چھپ جائے گی[۱۰] مفتی عتیق الرحمٰن صاحب اس میں[۱۱] پوری دلچسپی لے رہے ہیں اُمید تو پڑ رہی ہے کہ ان شاء اللہ چند ہی روز کے بعد مسودہ ان کے حوالے کر دوں گا۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) مولانا کی ڈاک ان کے گھر سہ پہر کو مل جاتی تھی۔

(۲) دریاباد

(۳) مکتوب الیہ کو نیبو بہت موافق آتا ہے اور اس کا استعمال بڑی پابندی سے کرتے تھے۔

(۴) مولانا یوپی حج کمیٹی کے برسہا برس ممبر رہے ہیں۔

(۵) یعنی تفسیر ماجدی کی طباعت کے سلسلہ میں جو دینے کا وعدہ ہوا تھا۔

(۶) مکتوب الیہ تفسیر ماجدی کے بے انتہا قدر داں تھے اور اس کی اشاعت کے بارہ میں نہ صرف پوچھتے رہتے تھے بلکہ برابر مشورے دیتے رہتے تھے۔

(۷) یہ مخلص ڈاکٹر خان عبداللطیف صاحب تھے۔

(۸) یعنی کویت سے۔

(۹) چنانچہ انھیں ڈاکٹر صاحب کے عطیات خصوصی سے مولانا کی زندگی میں نہ صرف پہلی جلد شائع ہوئی بلکہ دوسری بھی۔

بسم اللہ

دریاباد

۳۱ اگست ۶۶ء

برادرم! السلام علیکم

سب سے پہلے تو اپنی بے تمیزیوں کی معافی چاہتا ہوں خصوصاً اس بڑی بے تمیزی کا کہ میں نے شرکت ایک بار بھی نہ کی عذر اپنی طرف سے صرف ایک اور وہ بھی عذر لنگ سالہا سال سے عادت بالکل اکیلے کھانے کی پڑ گئی ہے لڑکے وڑکے کوئی بھی شریک دسترخوان نہیں ہوتے جہاں کہیں کبھی مہمان ہو کر جاتا ہوں تو ان سے بھی حتی الامکان اس کی فرمائش کر دیتا ہوں بہرحال اپنی اس عادت پر سخت شرمندہ ہوں۔

وقف نامہ یا وصیت نامہ سارا پڑھ ڈالا ماشاء اللہ بہت اچھا ہے اچھا خاصا اس سے مستفید ہوا بعض حصے تو بڑے ہی مؤثر ہیں صدق میں چھپنے کے قابل بارک اللہ۔

وہ مقدمات کی ڈگریوں والی سطریں پڑھ کر تو کچھ نہ سمجھ پایا۔

یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ انسان سب کو خوش نہیں رکھ سکتا کسی نہ کسی کی ناخوشی ناگزیر ہے لیکن کوشش اس کی تو بہرحال کی ہی جا سکتی ہے کہ دوست زیادہ سے زیادہ رہیں اور دشمن کم سے کم جیسا کہ معاملہ حضرت تھانوی کا تھا کہ سابقہ والوں میں اُن کا

کوئی مخالف شاذ و نادر ہی تھا۔

مولانا محمد علیؒ میرے محبوب تھے لیکن یہ بد قسمتی ان کے ساتھ بھی لگی ہوئی تھی بہت عرصہ کے بعد یہ بات سمجھ میں آئی کہ مولانا کو زبان پر قابو نہ تھا بشدید طیش کے علاوہ ابھی ایسی باتیں زبان سے نکل جاتی تھیں جو دوسروں کے دل میں لگ جاتی تھیں۔

ان دونوں کتابوں[۳] کے دیکھنے کا وقت اگر نکل آتے تو اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔

مختصر اظہار رائے کے لیے اصرار بلکہ فرمائش بھی ہرگز نہیں لیکن اگر ہو جائے تو مزید خوش قسمتی۔

ان کتابوں کو اگر رکھنا چاہیں تو بخوشی۔ نہ رکھنا چاہیں تو وہیں حکیم آفتاب[۴] کے حوالے فرما دی جائیں۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کا وقف نامہ یا وصیت نامہ۔

(۲) یعنی یہ کہ سابقے والوں کو ان سے شکایتیں رہتی تھیں۔

(۳) مولانا کی دو تصانیف۔

(۴) حکیم عبدالقوی کا عرف۔

بسم اللہ

دریاباد
۳ر دسمبر ۵۹ء
برادرم
وعلیکم السلام

شہنشہ[۱] کی پہلی عنایت اشرفی[۲] رنگ کی تھی یہ مکرر عنایت بے شان و گمان (بلکہ خلاف گمان) ٹھیک حسین احمدی[۳] رنگ کی ہوتی۔ مسرت و شکر گذاری کے احساس پر شرمندگی غالب رہی۔ قند مکرر تو سنا تھا۔ عسل مکرر کا مزہ خود چکھنے میں آگیا۔

مولانا امین احسن نے اپنے استاذ[۴] کا رنگ خاصا اپنے میں رچالیا ہے، انھیں کی طرح ادبی نکتے[۵] انھیں خوب سوجھ جاتے ہیں تازہ نمونہ ان کی یہی تفسیر ظلوم و جہول ہے امام رازیؒ نے بھی کچھ اس سے ملتی ہوئی چیز مختصراً لکھی ہے۔

حیرت ہے کہ ائمہ لغت جوہری فیروزآبادی وغیرہ نے سرے سے صیغۂ ظلوم کو چھوڑ ہی دیا ہے۔

اپنی ان عزیزہ کا حال آپ نے خوب لکھ بھیجا ان شاء اللہ صدق نوازوں کے کام آئے گا۔

گھر میں آپ کا خط سنا دیا ان کے حق میں دعا ضرور جاری رکھئے۔

مولوی اشرف خاں کا مفصل خط آیا ہے۔ میں لکھ رہا ہوں اگر قسمت سے راستہ کھل جائے تو جماعت تبلیغی کے ساتھ ایک پروگرام شمالی ہند کا رکھیں۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) مولانا کو شہد بہت مرغوب تھا۔
(۲) مولانا اشرف علی تھانوی۔
(۳) مولانا حسین احمدؒ۔
(۴) مولانا حمید الدین فراہیؒ۔
(۵) تفسیر قرآن میں۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۰ ستمبر ۶۶ء

برادرم! وعلیکم السلام

۱۔ والانامہ جب پہونچا تو چغتائی دو دن قبل روانہ ہو چکے تھے بہرحال یہ کہہ کر گئے تھے کہ آپ کے سوالات وہ ماہرین کو بھیج چکے تھے[۱]۔

۲۔ آپ نے اتنے طویل خط لکھنے کا تعب خواہ مخواہ اٹھایا اب میں اس پر شرمندہ ہو رہا ہوں کہ اس کا سبب کیوں بنا۔ استغفر اللہ۔

۳۔ جماعت مسجد کی افضلیت تو بالکل ظاہر ہے[۲] کسی بحث و اختلاف کی اس میں گنجائش نہیں۔ لیکن آپ کی طرح نوافل و مستحبات کا اہتمام میرے نصیب میں کہاں ہے خدا معلوم کتنی ہی چیزوں میں افضل کو چھوڑ کر غیر افضل پر عمل ہے بس معصیت صریح سے جس حد تک بھی بچا رہوں یہی اپنے لیے بہت سمجھتا ہوں۔

اس خاص جزیہ میں بڑا دخل مقامی و انتظامی دشواریوں کا ہے۔ تفصیل موجب تطویل فرنگی محل کی شاخ مولوی اسلم صاحب[۲] مرحوم کا کئی پشتوں سے تعامل تو آپ کے علم میں ہوہی گا یعنی مسجد دو قدم پر لیکن شر و فساد کی بنا پر نماز یہ سب لوگ گھروں ہی میں پڑھتے ہیں یہاں تک کہ نماز عیدین بھی۔ یہ بات میں نے الگ سے لکھ دی حجت و سند کے طور پر نہیں۔

جی بحمد اللہ لڑکیوں ہی کی طرح بھتیجوں اور دامادوں کی طرف سے بھی اطمینان[۳] ہے باقی دنیا تو بہرحال دنیا ہے جنت تو ہے نہیں۔

تفسیر کبیر کی عبارت احتیاطاً دوبارہ نقل کیے دیتا ہوں۔

اپنی ان دونوں کتابوں کے لیے میں نے عرض کر دیا تھا اگر رکھنا چاہیں تو بہ مسرت تمام رکھ سکتے ہیں ورنہ میاں آفتاب کو واپس فرما سکتے ہیں۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کے سوالات مادّے اور سائنس کے مختلف مسئلوں کے بارے میں۔

(۲) دریاباد میں کچھ عرصے سے مولانا مرحوم مغرب کے سوا اور وقتوں کی نمازیں جماعت کے ساتھ گھر پر ادا کرتے تھے مکتوب الیہ نے اسی پر سوال کیا تھا۔

(۳) مذہبیت کی طرف سے (ہم چاروں بھائی مراد ہیں) اللہ اس کو قائم رکھے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر کرے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۳ اکتوبر ۶۶ء

برادرم! السلام علیکم

۲ ۱/۲ دن رہ کر اعظم گڑھ سے واپس آگیا ہوں جلسہ عاملہ تھا۔[۱]

مولوی مسعود غریب[۲] کی حالت پہلے سے بدتر پائی اب نقل و حرکت دو آدمیوں کی مدد سے بھی ممکن نہیں۔

چوبیس گھنٹے چارپائی پر گذرتے ہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہ گاؤ تکیے کے سہارے بیٹھا دیے جاتے ہیں جسم کی لاغری بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

حواس یوں تو درست ہیں لیکن بعض وقت مختل ہو جاتے ہیں قریب بیٹھے ہوئے ہوؤں کو بھی نہیں پہچان پاتے۔ بیوہ لڑکی فیصل ختم عدت ہی باپ کی خدمت کے لیے آ گئی ہے بس وہی اور تو اسی تیمارداری کے لیے وقف ہیں۔

دو بار پردہ کرا کے اندر گیا اور آنسوؤں کے ساتھ باہر نکلا۔ اجنبی یقین ہی نہیں کر سکتا کہ یہ زندہ لاشہ غازی مسعود کا ہے۔ بس نام اللہ کا۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) دارالمصنفین کی مجلس عاملہ کے جلسے میں شرکت کرنے۔

(۲) مولوی مسعود علی صاحب بڑی ہی اچھی صحت کے مالک تھے اور جسم کے لحاظ سے بھی بڑے اچھے تھے لیکن طویل علالت کے بعد اس حالت کو پہونچ گئے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد
۲؍ مارچ ۶۷ء

برادرم! وعلیکم السلام

آپ اس تصنیف کے لیے اپنی ذاتی کوشش و کاوش کا حق ادا کر چکے اب اس کے آگے آپ کے بس میں نہیں پھر فکر کاہے کی۔ لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعہا بس جس ناتمام حالت میں ہو اس پر تمام کر دیجیے اور دیباچہ میں اس ناتمامی کا اظہار کر دیجیے

مجھے خود تفسیر کے سلسلہ میں ایسے ہی تجربات ہوتے رہے ہیں متعدد تاریخی و جغرافیائی مسائل کی جو تحقیق و تفتیش مدنظر تھی اس کا کوئی انتظام نہ ہو سکا اور بڑی حسرت ہی حسرت کے ساتھ ناتمام چھوڑ دینا پڑا۔

ہاں آپ کا یہ فقرہ میں نہ سمجھا کہ جو کچھ لکھا ہے اب اسے از سر نو لکھنا ہوگا، بس جو کچھ آپ کے امکان میں تھا وہ کر چکے معاملہ اسی پر ختم ہو جاتا ہے۔

جی ہاں گھر میں اب صحت بہت غنیمت ہے دوا کچھ عرصے سے گویا بالکل چھوڑ دی ہے اب مخلصین کی دعاؤں کا سہارا ہے۔

گدیہ کے حماد میاں کی لڑکی کا عقد دوشنبہ کو ہے ۲۲-۲۳ سال کے بعد کھڑی سواری جانے کا ارادہ کر رہا ہوں آخر بار میاں احمد کے عقد میں گیا تھا بہت سے مرحومین کی قبر پر فاتحہ پڑھنا ہے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کی تصنیف جو مذہب عقلیت اور سائنس پر تھی۔

(۲) گدیہ کے رئیس علی حماد صاحب قدوائی۔

(۳) ٹینس میں عالمی شہرت کے مالک کھلاڑی احمد حسین صاحب خلافت کی تحریک اور اس کے بعد قومی تحریکوں میں پیش پیش رہے اب کئی برس ہوئے کہ مرحوم ہو چکے۔

(۴) مثلاً مشہور اتحاد اسلامی کے علمبردار اور انگریزی میں اسلامی موضوع پر لکھنے والے شیخ مشیر حسین قدوائی ان کے بڑے بھائی شیخ مقبول حسین قدوائی، شیخ شاہد حسین قدوائی اور ... حسین قدوائی جج الہ آباد ہائی کورٹ لکھنؤ بنچ۔

بسم اللہ

دریاباد

۹ مارچ ۱۹۶۷ء

برادرم! السلام علیکم

یہ اب کی رضوان میں آپ مسلمان تو خوب اور بہت خوب نظر آیا۔ ماشاء اللہ جزاک اللہ میں اُس کے پڑھنے کا پابند نہیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ پرچے پر نظر پڑ گئی اور آپ کے نام پہ پھر گئی ۔ بلکہ ڈبل ۔ کرتا ہوں ۔ یہ کسی کتاب کا حصہ ہے کیا؟ اگر نہ ہو تو اب ہو جائے۔

گدیہ گیا تھا اور رو آیا۔

شاہد میاں مرحوم کی کوٹھی تو غنیمت ہے باقی وہ دونوں کوٹھیاں عبرت کدہ ۔ دونوں چمن یا لان خشک کھیت بنے ہوئے ۔ شہریت دیہاتیت میں اور باغ جنگل میں تبدیل ۔

پریدہ رنگ ۔ رمیدہ بُو

آپ کا گھر اور نوازش میاں کا گھر دونوں دور سے دیکھے ۔

سب سے بڑھ کر عبرت زا ان لوگوں کا قبرستان نظر آیا۔

البتہ مسجد سید اللہ اچھی حالت میں نکلی۔

مرا پہلا خط تو مل چکا ہوگا۔

ہاں میاں احمد نے آپ کو پوچھا حالانکہ اب کسی سے بات کرتے ہی نہیں۔

والسلام دُعاگو دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) یہ خواتین کے لیے لکھنؤ سے مولانا محمد ثانی مرحوم کی ادارت میں شائع ہونے والا بڑا قابل قدر دینی پرچہ۔

(۲) مولانا پرانی چیزوں سے بہت متاثر ہوتے تھے۔ خاص کر ان کے زوال سے۔ عائد گدیہ کی اجڑی ہوئی کوٹھیاں دیکھ کر بہت متاثر ہوتے تھے۔

(۳) شیخ شاہد حسین بار ایٹ لا جو یوپی کونسل کے ممبر بھی رہے اور مسلم لیگ کے کاموں سے خاص طور سے دلچسپی لیتے تھے۔ لکھنؤ کا مشہور روزنامہ ہمدم انھوں ہی نے جاری کیا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۴ مارچ ۱۹۶۲ء

برادرم! السلام علیکم

عرصہ ہوا کہ آپ کے مقالے مندرجہ رضوان کی بڑی داد آپ کو لکھ بھیجی تھی۔
خط پہونچ جانا چاہئے تھا لیکن احتمال ہر خط کے نہ پہونچنے کا بھی اچھا خاصا رہتا ہے
اپنے ہر جاننے والے مسلمان کے لیے (وہ کتنا فاسق کیوں نہ ہو) اللہ کے فضل سے
اپنے دل میں یہ اطمینان رکھتا ہوں کہ اس کی مغفرت ہوگی۔ بس اپنے اور آپ کے ایک دوست
کے لیے دل میں بار بار کھٹک ہوتی رہتی ہے کہ خدا معلوم ان کا شمار مسلمانوں میں ہوا۔ اب جی

میں آتا ہے کہ کسی صاحب کشف بزرگ سے رجوع کر کے دیکھوں گو ظاہر ہے کہ یہ علم بھی ظنی ہی رہے گا۔
آپ کی رائے و مشورے کا منتظر رہوں گا۔

والسلام

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۳۰ر اپریل ۱۹۷۶ء

برادرم! وعلیکم السلام

رشید مرحوم کا واقعہ تو آپ نے خوب لکھ بھیجا۔ جزاک اللہ۔ اسی ڈاک سے میاں غوث کو لکھ کر پوچھتا ہوں تعجب ہی ہے کہ انھوں نے از خود اب تک نہ لکھا۔

اللہ آپ کی آنکھوں کو شفا دے آنکھیں بڑی نعمت ہیں میں بھی رو موں کا مریض رہ چکا ہوں بلکہ ایک حد تک اب بھی ہوں۔ میرا تجربہ ہے کہ بواسیر، سوزاک وغیرہ کی طرح رو سے بھی جڑ سے نہیں جاتے البتہ اتنے ہلکے ہو جاتے ہیں کہ بہ منزلہ معدوم کے ہو جاتے ہیں۔

حکیم مصطفےٰ مرحوم تو آنکھوں کے ماہر خصوصی تھے ان کے دارالشفاء سے طفائی کریم علی اسٹریٹ میرٹھ سے تین ماشہ چھ ماشہ کریلا منگا لیجئے اب میرے پاس موجود نہیں ہے۔ ورنہ ضرور ہی حاضر خدمت کرتا۔ اور یہاں محض سرمہ کافی نہیں کوئی اطریفل، معجون وغیرہ کھانے کو بھی بتاتے ہیں۔ لڑکپن میں میرا علاج حکیم عبدالحبیب مرحوم نے کیا تھا تو سبب مرض جس نزلہ تشخیص کیا تھا۔ اس شادی کے سلسلے میں تاریخ وقت وغیرہ جزئیات و تفصیلات کی تو بھنک بھی میرے کان میں نہیں پڑی آپ ہی کے خط سے اتنی خبر بھی ہوئی۔

ہاں صاحب! ابھی میرے ایک سوال کا جواب آپ کے ذمہ باقی ہے اپنے اور آپ کے

انھیں مرحوم دوست کی بابت جی چاہتا ہے کہ کسی صاحب کشف سے اجمالاً ان کا خاتمہ بہ خیر دریافت ہو جاتا[1] ۔ یہ علم ظنی ہی سہی تاہم کچھ تو دل کا سہارا مل جاتا ۔ آپ جواب میں اگر ہاں لکھ بھیجیں تو دوسرا قدم بھی آپ کے مشورے سے اٹھاؤں ۔

گھر میں تو بحمد اللہ اب بہت غنیمت ہیں البتہ چھوٹی لڑکی (علیم کے گھر میں) زیادہ بیمار رہنے لگی ہے ہر چند روز کے بعد بخار اور تکلیفیں ، علاج دیسی ڈاکٹر فریدی کا ہو رہا ہے ۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبد الماجد

(۱) مولانا کسی بھی مسلمان کے حسن خاتمہ کی جب تفصیل سنتے تھے تو بہت خوش اور متاثر ہوتے تھے ۔

(۲) مولانا کے پھوپھی زاد بھائی کے چھوٹے صاحب زادے جناب غوث محی الدین صاحب قادری عرف غوثو میاں ۔

(۳) حکیم مصطفےٰ بجنوری ثم میرٹھی ۔ بڑے ہی حاذق طبیب اور حضرت مولانا کے خلیفہ ۔

(۴) کحل الجواہر

(۵) مولانا یہ سُرمہ روزانہ سوتے وقت لگاتے تھے ۔

(۶) ان مرحوم دوست کا معاملہ عقائد کے باب میں بڑا ہی کمزور تھا ۔

بسم اللہ

دریاباد

یکم جون ۱۹۴۷ء   برادرم !   وعلیکم السلام

نبی امی کے امتی کے لیے یہ اضطراری امیت (لکھنے پڑھنے سے دست برداری[1]) اقرب الی فخر و تہنیت ہے ۔ لیکن ہم لوگوں کا ظرف اتنا کہاں بہرحال یہ لکھنے پڑھنے کا پرہیز رہے

بڑا ہی سخت پرہیز۔ اللہ برداشت کرنے کی قوت اور ہمت دے۔ مجھے تو اسے لئے ہر وقت اسی کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔[2]

ہمارے ڈاکٹر صاحب[3] یوں آدمی عالی ظرف ہیں لیکن ظرف کبھی ایک اضافی لفظ ہے اس بڑے اور غیر معمولی اعزاز[3] کو ہضم نہ کر سکے۔ مجھے تو آئندہ کے لیے بڑے بڑے اندیشے ہیں۔

فطرت بشری بھی کیسی عجیب ہے ہر روز ایک نیا تجربہ دنیا کا انکشاف ہوتا رہتا ہے۔ ادھر خانگی علالتوں سے طبیعت زیادہ فکر مند رہی آپ کو دُعا کے لیے لکھنے کا بار بار ارادہ کیا بس رہ ہی گیا ایک نواسہ جو سب سے زیادہ مانوس و عزیز ہے[4] سخت تپ میعادی میں مبتلا ہو گیا تھا بخار اترا اب بھی نہیں ہے۔ صرف شدائد میں کمی ہو گئی ہے۔ چھوٹی لڑکی میاں علیم کی بیوی (جو مستقل طور پر لکھنؤ میں رہتی ہے) مسلسل اور زیادہ بیمار چلی آرہی ہے وضع حمل کا کا زمانہ جولائی میں ہوگا۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ
عبدالماجد

(۱) اس کا مشورہ ان کے معالج نے دیا تھا۔

(۲) فالج کے حملے کے بعد تقریباً ۲ سال مولانا پر اسی قسم کے حالات گزرے اور لکھنے پڑھنے سے ان کی طبیعت بالکل اچاٹ ہو گئی۔

(۳) مراد ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب ہیں۔ اعزاز سے مراد صدارت جمہوریہ ہند ہے۔

(۴) مراد محمد شافع قدوائی بھائی حبیب احمد قدوائی کے منجھلے لڑکے۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۶ اگست ۶۷ء   برادرم!   وعلیکم السلام

آنکھ کے آپریشن عموماً تو کامیاب ہی رہتے ہیں علی میاں بے چارے کی جو صورت پیش آئی وہ تو مستثنیات میں ہے[1]۔ دل مضبوط کرکے اللہ کا نام لے کر آپریشن ہی کے لیے تیار رہئے جب بھی اس کا وقت آجائے اور اس مشورے میں میں خود بھی قدم بہ قدم ہوں میری آنکھ کا بھی یہی حال زبوں ہے، بصارت روز بروز کمزور ہوتی چلی جاتی ہے[2] البتہ اپنے ہاں کی چیزیں (سرمہ وغیرہ) بھی برابر استعمال میں رکھتا ہوں اس لیے نابینائی کی رفتار ذرا دھیمی ہے۔

حضرت گنج کے مشہور عینک ساز امریکہ کے سند یافتہ محمد یوسف صاحب[3] (لکھنؤ کے مشہور قدیم خاندانی عینک سازی کے رکن) آپ سے واقف ہیں؟ بڑے مسلمان آدمی ہیں ان سے بھی مشورہ ہوجائے تو بہتر ہے سیتاپور کے ڈاکٹر ہر ہفتہ انھیں کے ہاں آکر بیٹھتے ہیں۔

سچ کی وہ جلدیں تو اب نایاب ہیں میرے پاس ایک ایک کاپی ہے۔ محمد شاہ قادری صاحب[4] (اخباری نام عبداللہ شاہ قادری) کا مضمون کئی مہینے نہیں کئی سال تک نکلتا رہا تھا ایک ایک جلد باری باری میاں آفتاب کے ہمراہ روانہ خدمت کرسکتا ہوں چنانچہ پہلی جلد ان شاء اللہ آج شام تک ان کے پاس پہونچ جائے گی۔

جی ہاں اردو والوں کا اقدام خودکشی مجھے کھٹکتا رہتا ہے۔ لکھنا رہ گیا[5] دراصل اتنی زیادہ چیزیں لکھنے کی ہوتی ہیں کہ کچھ نہ کچھ ہمیشہ چھوٹ ہی جاتی ہیں۔

چھوٹی لڑکی زچگی کے بعد بدستور علیل ہے اور محتاج دعا۔

باقی ان کی والدہ تو مستقل مریض ہیں یہی غنیمت ہے کہ اس وقت کوئی زیادتی نہیں۔

والسلام دعاگو دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مولانا علی میاں صاحب کی آنکھ کا پہلا آپریشن کامیاب نہیں ہوا تھا۔

(۲) یہ مضمون یورپ اور اسلام کے عنوان سے نکلا تھا۔

(۳) بعض حامیانِ اُردو نے اُردو کو یوپی کی سرکاری زبان کا درجہ دلوانے کے مطالبے کو منوانے کے لیے مرن برت رکھنے کا اعلان کیا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۸ ستمبر ۶۷ء

برادرم!

وعلیکم السلام

آپ کے مولانا دجال صاحب[۱] نے اس موضوع پر دفتر کا دفتر تیار کر دیا ہے آپ نے تو اس جلد میں چند ہی مضمون پڑھے۔ ہمارے حضرت تھانویؒ ان مضامین سے اچھے خاصے ناخوش تھے بلکہ بیچ[۲] سے بھی اس جرم میں ناخوش ہو گئے تھے کہ بے تحقیق باتوں کی اشاعت کرنا خود ایک جرم ہے۔

بعد کو میں نے سوچا کہ اول تو یہ احادیث نبوی خود ہی روایت کے اعلیٰ ترین معیار پر نہیں پھر ان کا انطباق حالات حاضرہ پر تمام تر ظن و تخیل پر مبنی صاف دے تے تکلف کسی نتیجے تک پہونچنا مشکل ہے میاں آفتاب سے کہہ دیا ہے کہ مولانا گیلانی کا مضمون نظر پڑ جائے تو مجھ تک پہونچا دیں۔

آپ کی دُعاؤں کے لیے ایک اور موضوع میاں قدیر کی لڑکی اور بھائی صاحب مرحوم کی نواسی تسنیم سلمہا (اہلیہ حمید الزماں) زیادہ بیمار رہنے لگی ہے زمانہ وضع حمل قریب ہے۔

آپ کی آنکھوں کے لیے دُعا اپنی عادت کے خلاف اکثر یاد پڑ جاتی ہے اور زبان ہلا دیتا ہوں۔

اکتوبر کا مہینہ میرے قیام کا لکھنؤ کا ہوتا ہے یعنی اسی کو مستقر بنا کر قریب و بعید کے سفر کرتے ہیں۔ اب کی بھی انشاء اللہ وہی پروگرام ہے جب کہ اب دو تین دن قبل ہی جانا ہے۔

۲۹ کو میٹنگ حج کمیٹی کی ہے ۳۰ کو ایک میٹنگ ندوہ میں ہے وغیرہ۔

دُعاگو

عبدالماجد

(۱) مراد مولانا محمد شاہ قادری دیدار آبادی جنھوں نے عبداللہ شاہ قادری کے نام سے مدتوں سچ میں دجال پر کئی برس تک طویل مضامین لکھے مضمون کے موضوع کی رعایت سے مکتوب الیہ نے انھیں یہ نام دیا۔

(۲) حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحم

بسم اللہ

لکھنؤ

۱۰ اکتوبر ۶۷ء

برادرم! السلام علیکم

کل ارشاد آمرانہ کے وقت غازی مسعود مرحوم کی تصویر نظر کے سامنے آگئی۔[1] اگر ایک بار بھی خطبۂ نکاح پڑھ دوں تو اس کے بعد عمر بھر کے عذاب میں اپنے کو پھنسا دوں اس نظر سے عزیزوں اور دوستوں کے حلقۂ عظیم میں کون فائدہ اٹھانا چھوڑ دے گا۔ اور کیا عذر میرے پاس رہ جائے گا۔

محض لکھ دینے کی فرمائش اتنی دشوار نہ تھی جتنی سر محفل یہ پڑھ کر سنا دینے کی ہے اور خطبہ مرا لکھا ہوا ایک نہیں چار لڑکیوں کے الگ الگ ہیں عرصہ ہوا ایک بڑی شدید فرمائش کے وقت میاں آفتاب نے چاروں کا انتخاب مرتب کر دیا تھا۔

تو تعمیل ارشاد کی واحد صورت یہ ہے کہ اس انتخاب کو حکیم آفتاب یا کوئی اور صاحب سر محفل پڑھ کر سنا دیں۔

والسلام دعاگو دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ نے مولانا سے شدید اصرار کیا تھا کہ وہ اُن کے صاحب زادے حمی کے نکاح کا خطبہ پڑھ دیں۔ غازی مسعود سے مراد مولانا کے قدیم دوست اور رفیق مولوی مسعود علی ندوی مرحوم اپنی فرمائشوں کو دو دو برس سے شدید اصرار کر کے منوا لیا کرتے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۰ نومبر ۷۲ء

برادرم! السلام علیکم

ڈاک والوں کا خدا بھلا کرے۔ بھوپال سے واپسی کے لیے ۴-۵ دن قبل میں نے اطلاعی کارڈ آپ کو لکھنؤ ہی سے ڈال دیا تھا۔ آخر نہ ملا۔ اس کارڈ میں یہ سب لکھ دیا تھا کہ سفر بھوپال سوارت رہا حضرت شاہ یعقوب سے بہترین تاثرات لے کر میں آیا۔ البتہ بےچارے اب بیمار بہت زیادہ رہنے لگے ہیں (خود بھی طبیب حاذق ہیں) اور عمر ماشاءاللہ ۸۵ سال ہے۔

انڈے کی البتہ تجویز فرمائی اپنے تجربے و تحقیق کی بنا پر اور گڈی کے پلاؤ کی بڑی تعریف کی، خصوصاً بوڑھوں اور کمزوروں کے لیے۔

جسیم بالکل لاغر ہے شباہت اچھی خاصی اکبرالہ آبادی کی نظر آئی۔ آپ کے بار بار گر پڑنے کی خبر سے فکر پیدا ہو گئی ہے۔ آپ گڈی کا پلاؤ ضرور استعمال کیجئے میں نے اور اطباء سے بھی تعریف سنی تھی۔

آج آفتاب کے آنے کا دن ہے۔ دجال کے لیے ان سے ضرور یاد دہانی کراؤں گا انھیں کے سپرد تلاش کی خدمت کی تھی۔ مولانا اصلاحی کے جواب سے مجھے مطلع کیجئے گا سورۂ کہف کے آخری رکوع میں تو اشارے دجال کے متعلق ملتے ہیں اور حدیث میں تو آخر یہ موجود ہی ہے کہ اس کی تلاوت فتنہ دجال سے محفوظ رکھے گی۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) یعنی دریاباد
(۲) بھوپال کے عارف اللہ حضرت شاہ محمد یعقوب۔
(۳) مولانا مناظر احسن گیلانی کا مضمون اس موضوع پر۔
(۴) مولانا امین احسن اصلاحی۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۴ نومبر ۵۶ء

برادرم! السلام علیکم

دجال پر میری یا فاضل گیلانیؒ کی تحریر میاں آفتاب کو تلاش سے بھی نہ ملی البتہ میری نظر محمد علی لاہوری کی کتاب دجال و یاجوج ماجوج پر پڑ گئی وہ آپ ہی کے لیے میں نے حکیم آفتاب کے پاس بھیج دی ہے وہی کبھی آپ کو پہونچا دیں گے کام کی کچھ باتیں ان شاء اللہ اس میں مل جائیں گی ۔

والسلام

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۵ نومبر ۵۶ء

برادرم! وعلیکم السلام

صدق کے شذرات وغیرہ کو کم ہی اللہ کے بندے ایسے ہیں جو اس کے معنی و مضمون کے لحاظ سے پڑھتے ہیں باقی زیادہ تر محض چاشنی اور چٹخارہ کی خاطر ـــــــ ایک نہیں کئی صاحب اور محض نوعمر نہیں خاصے سن رسیدہ میرے سامنے کہہ چکے ہیں کہ " ہمیں تو بس اس کے پڑھنے میں لطف آجاتا ہے ۔ اور اس سے کوئی بحث نہیں رہتی کہ آپ کیا لکھتے ہیں اور دعوت کس چیز کی دے رہے ہیں" اور اس داد کے بعد توقع کس اجر کی رکھوں ۔

تفسیر سے متعلق بحمداللہ اب تک کوئی تحسین اس قسم کی نہ تحریری موصول ہوئی نہ زبانی جس کسی نے بھی کہا یا لکھا نفس مسائل ہی سے متعلق لکھا ۔

مستشرقین نے قرآن ہی کیا تقریباً ہر آیت کو قابل بحث بنا دیا ہے ۔

بالکل صاف وسادہ مطالب میں وہ شبہے ڈال دیے ہیں کہ ہم لوگوں کا ذہن ہی وہاں تک نہ پہونچ سکتا تھا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ تفسیر کے وقت کن کن چیزوں کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے پرانی تفسیریں فقہیات اور صرف نحو کی حد تک کام دیتی ہیں۔

میاں سید حسین[1] کا حال کبھی کبھی لکھ دیا کیجئے۔ کہاں ہیں کس عہدے پر وغیرہ وغیرہ۔ کوئی اور ذریعہ رابطہ کا نہیں۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے داماد۔

بسم اللہ

دریاباد

۲ر فروری ۱۹۶۸ء

برادرم!

وعلیکم السلام

تحفہ گرامی[1] جس وقت پہونچا تھا جلد سے جلد وقت نکال کر اسے ایک نشست میں پڑھ ڈالا۔ ماشاء اللہ وجہ اکی اللہ خوب ہی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ عام فہم نہیں ہے۔ لیکن آخر منطق یا ریاضی یا کلام کے موضوع کو ناول بنایا بھی کیوں کر جا سکتا ہے۔ عبارت میں کسی ترمیم و تبدیلی کی ہرگز ضرورت نہیں بس یوں ہی رہنے دیجئے۔

انشاء اللہ کل صبح مسودہ میاں آفتاب کے ہمراہ لکھنؤ بھیج دوں گا

ادھر علی گڑھ ایک میٹنگ میں شعبۂ دینیات کا گیا تھا بچپن یہیں سے ساتھ لے کر گیا تھا بطور علاج و پرہیز دہی کی کثرت سے استعمال کیا لوٹ کر آیا تو بخار و نزلے نے آ دبایا۔ یہ خط بھی اس بیماری کی حالت میں لکھ رہا ہوں۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کی گرانقدر تصنیف غالباً مذہب اور عقلیات کا مسودہ۔

دریاباد

۱۰ اپریل ۱۹۶۸ء

برادرم! وعلیکم السلام

حیات نامے کی تصدیق اب تک ہو چکی ہوگی۔

ٹیلی پیتھی کے ایک پرانے لغت میں تو صرف 'اشراق' دیکھا انجمن ترقی اُردو کی لغت مصطلحات میں دور خیالی پایا (اس وزن پر دور ایمانی بھی ہو سکتا ہے) باقی خود ٹیلی پیتھی ہی کو معرّب کر کے کیوں نہ چلایئے۔ عرب آخر بے تکلف تیلیغراف (ٹیلی گراف) تیلیفون (ٹیلی فون) تیلی وزن (ٹیلی وژن) لکھنے ہی لگے ہیں۔

بغیر علی گڑھ میں پڑھے اپنے کو سی اور بنا پر علیگ لکھنا میں تو مکروہ تحریمی کے درجہ پر رکھوں گا۔

والسلام دعا گو و دعا خواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۳۰ مئی ۱۹۶۸ء برادرم! وعلیکم السلام

آپ کی تحریر چغتائی کو موصول ہو گئی اپنے والد کے خط میں انھوں نے رسید لکھی ہے۔

آج کل مشغول بہت زائد ہیں گھر بھی خط کم ہی لکھتے ہیں آپ کے لیے معذرت لکھی ہے کارڈ ٹکٹ کے اس قحط کے زمانے میں آپ کو کارڈ مل گیا عجب ہاتھے ہاتھ مچی ہوئی ہے۔

حکیم الامت کا نیا ایڈیشن خدا خدا کر کے لاہور سے نکل آیا ہے مولوی رئیس احمد جعفری

۔نے مسودہ کئی سال ہوتے مجھ سے حاصل کیا تھا انھیں کی ملک ہے۔ دیکھیے ہندوستان کتنے نسخے اور کب بھیجتے ہیں اب ادھر سے کتابوں کے آنے میں اور زیادہ دقتیں ہوگئی ہیں۔
تفسیر کی پہلی جلد امید تو ہے کہ انشاء اللہ اس ہفتہ میں نکل آئے لیکن پریس والوں کے جیسے وعدے ہوتے ہیں وہ بھی ظاہر ہیں۔
تاج کمپنی نے بیٹھے بٹھائے ایک نئی فرمائش کر دی انگریزی کے محض ترجمے کی کہ کتاب مختصر ہی رہے اور خوب نکلے میں اس رائے کا ہرگز قائل نہیں بغیر حواشی (یا براتے نام حواشی کے) کتاب اجنبیوں کے لیے بالکل چیستان رہے گی لیکن بہرحال ان کی فرمائش کی تعمیل کرنی ہے۔ بس اللہ ہی وعدے کی لاج رکھ لے۔ اصل سوال دقت کا ہے کہاں سے گنجائش نکال سکتا ہوں۔
اس سن میں بڑا آرام بیوی سے مل سکتا ہے بشرطیکہ وہ خود تندرست ہو اگر اس کو کوئی معذوری ہوگئی ہو تو ایک سخت مجاہدے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
ہمارے ہاں علالتوں کا سلسلہ کم و بیش جاری ہے اللہ کا شکر ہے کہ کسی کو زیادہ زیادتی نہیں۔

والسلام
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۷ اکتوبر ۱۹۶۹ء　　برادرم!　　السلام علیکم

آپ کے حواشی (تعلیقات) قرآن مجید بہت سے پڑھ ڈالے۔ ماشاء اللہ و بارک اللہ۔ اپنے رنگ میں بہت خوب ہیں اور مجھ کم علم کے رنگ سے بالکل الگ۔ میری خدمت جو کچھ بھی ہے وہ مُذبذبین اور خام ایمان والوں کے لیے ہے آپ کا کام ماشاء اللہ مومنین صادقین راسخین کے لیے ہے انھیں انشاء اللہ ہر طرح سے نفع ہوگا اس کا شائع نہ ہونا ظلم ہوگا۔
میں نے عرصہ ہوا آپ سے کہا تھا کہ آپ کا مطالعہ قرآنی ایک مومن راسخ کا ہے اور

میرا مطالعہ ایک کتابی کا سا۔

والسلام
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۸ نومبر ۶۵ء

برادرم! السلام علیکم

چغتائی کا پتہ حاضر ہے ان کے حفظ و امان کی دعا خاص طور پر کرتے رہتے بڑی ہی تکلیف دہ خبریں پہونچی ہیں۔

ہاں صاحب آپ نے اپنی تحریر سے ندویت کے جراثیم کی نفی جو مسرت کے ساتھ کی ہے تو اس سیاق میں ندویت سے مراد شبلیت ہے یا کچھ اور اگر شبلیت ہے تو مولانا شبلی تو آپ کے محسن ہونے کے بجائے آپ کے مغوی ہی ٹھہرے مطلب کچھ اور ہو تو اسے واضح فرما دیجئے۔

ڈاکٹر رفیع الدین آج کل بہترین کام کر رہے ہیں ماشاء اللہ و بارک اللہ اور بڑی بات یہ ہے کہ انگریزی ہیں۔

آپ کا وہ مسودہ اپنی رائے کے ساتھ ان شاء اللہ ایکی سینچر کو میاں آفتاب کے ہمراہ لکھنؤ بھیج دوں گا جب چاہیں ان کے ہاں سے منگا سکتے ہیں۔

والسلام
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۵ر دسمبر ۱۹۶۸ء

برادرم! السلام علیکم

لاحول ولاقوت میں عجب غلط فہمی میں رہا اس پشتارے کو آپ کی ترجمہ کی ہوئی مستقل کتاب سمجھ کر اس پر دیدہ ریزی کرتا رہا اور مستقل تنقید میں لگا رہا بہت دیر کے بعد جا کر طبیعت میں کھٹک پیدا ہوئی اور پورا اعقدہ تو آپ کا خط پاکر حل ہوا اس پر محنت بیکار ہی گئی بلکہ سرے سے بے محل ہو گئی۔

بہرحال وہ پلندہ اور تنقیدی سلپ سنیچر کے سکہ پہر تک انشاء اللہ میاں آفتاب کے ساتھ پہونچ جائے گی۔ یہ ذخیرہ بطور خام مواد کے ہے بہت مفید گو صرف خواص بلکہ اخص خواص کیلئے کوئی اور مصرف تو میری سمجھ میں بھی نہ آیا سوا اس کے کہ آئندہ ہفتہ اس کا تعارف ناظرین صدق سے کرادوں شملا کی دو ولڑ مسجد تک کوئی نہ کوئی کام لینے والا نکل ہی آئے گا۔

ہاں صاحب آپ کے ان قرآنی حواشی کا کیا ہوگا شاہ غلام محمد نے مجھ سے دریافت کیا ہے میں نے انھیں اطلاع دی تھی کام کی چیز ہے خوش عقیدہ مسلمانوں کے لیے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۲ جنوری ۶۹ء

برادرم! وعلیکم السلام

میرے لیے اہم ترین سوال وقت کا ہے آپ تک کو اگر دھوکا ہوتا ہے تو اسی میں۔ سفر علی گڑھ میں اور کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہوئی[1] لیکن وقت کو کیا کرتا دو دن[2] وہاں کے لینے کا رہے تھے وہ دو دن پورے سفر بارہ بنکی کے نذر ہو گئے۔ پھر کام ڈاک کا کئی گنا بڑھ گیا تعزیت نامے اب تک دو سو آچکے ہیں تار بھی دس بارہ سب کے پڑھنے کے لیے وقت نہیں نکل پا رہا ہے جواب کا تو ابھی خیال بھی نہیں کر سکتا۔ تعزیت ناموں میں سب سے ٹھنڈا مرہم آپ ہی کا ہے۔ انشاء اللہ وہ درجہ ہوگا۔ مرزا ناظر بیگ کا ملنا آسان نہیں چار پانچ بار کی کوشش کے بعد کہیں ہاتھ لگتے ہیں۔ آج صبح بھی بعد نماز فجر آدمی بھیج دیا تھا جسب دستور واپس آیا پرسوں نرسوں تک امید کامیابی ہے ان کی بیوی تعزیت میں آئی تھیں وہ کہہ گئی تھیں کہ آخری خط سوڈان سے آیا تھا اس میں یہ تھا کہ فرانس جا رہا ہوں وہیں سے لکھوں گا۔ اس نئے پتے کا برابر انتظار ہے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مولانا مسلم یونیورسٹی شعبۂ سنی دینیات کے سالانہ جلسے میں ہر سال بڑی پابندی سے جاتے تھے۔ لیکن اس دفعہ چچی صاحبہ مرحوم کے جنوری ۶۹ء میں انتقال کی وجہ سے ان کا جانا نہ ہو سکا۔

(۲) چچی صاحبہ مرحومہ کے انتقال کی وجہ سے مولانا کا دریاباد سے لکھنؤ ہوتے ہوئے ہم سب لوگوں کے ساتھ لاری پر بارہ بنکی جانا ہوا۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۹ مارچ ۷۹ء

برادرم! وعلیکم السلام

اللہ عام صحت کو بہتر کرے اور آنکھوں کو خصوصاً۔

بحری ڈاک کی طرف سے ابھی تک تو بہت زیادہ فکرمند ہونے کی وجہ نہیں۔ دو ڈھائی مہینے کی مدت تو بالکل نارمل ہے۔ میرا تجربہ تو تین تین کا بھی ہے۔

میاں سید حسین سلمہ تو آ گئے ملاقات ہوتی رہتی ہے؟

تفسیری خدمت سے دلچسپی تو بحمد اللہ قائم ہے بلکہ ماشاء اللہ کچھ بڑھ گئی ہے باقی عام مطالعہ تو اب بار ہونے لگا ہے خصوصاً ڈاک کا انبار کہ اس میں زیادہ تر ناول، افسانہ شاعری الم غلم ہی ہوتا ہے۔

ہنسی تین مہینے سے ایک بار بھی نہیں آئی ہے۔

چھوٹی لڑکی اب زیادہ بیمار رہنے لگی ہے۔

فتنے اس رفتار سے اور ان اطراف میں بڑھ رہے ہیں کہ بس حیرت ہی ہو جاتی ہے۔ الحفیظ جامعہ انگریزی اخبارات یونیورسٹیاں کوئی گوشہ خالی نہیں۔

والسلام

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۶ راپریل ۶۹ سنہ ء

برادرم! وعلیکم السلام

نسیان وغیرہ تو امور طبعی سب ہی کو پیش آتے ہیں بہ ظاہر بہت افسوسناک لیکن اس سے ذہنی ضرر آپ کو کیا؟ ضرر کیسا یہ تو سب سامان اجر مزید کا ہو رہا ہے[۱]۔

بسم اللہ ہمت کر کے ضرور تکمیل کر ڈالیے[۲] جتنا بھی بن پڑے اسے دیکھ لینا تو اپنے لیے باعث سعادت سمجھوں گا۔ چغتائی اب اسے کیا دیکھیں گے[۳]؟ واقعہ بڑا ہی عبرت انگیز و سبق آموز ہے اور ساتھ ہی اشتعال انگیز بھی۔

بصارت کی کمزوری اب نیم نابینائی کی حد سے بھی متجاوز ہو چکی ہے۔

لکھنؤ میں میرا آنا مہینوں سے نہیں ہوا بہرحال اب خیال یکم مئی جمعرات کے لیے ہو رہا ہے صبح گاڑی سے سہ پہر کو اگر آپ بے تکلف زحمت کر سکتے ہوں تو گوارا کر لیجئے۔ زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ نے بڑے تاسف کے ساتھ اپنے نسیان کے بارے میں لکھا تھا کہ بہت زیادہ چیزوں کو بھولنے لگے ہیں اسی پر مولانا نے یہ تسلی و تشفی کی باتیں لکھیں۔

(۲) مکتوب الیہ کی کتاب مذہب اور عقلیت کے مسودے کو۔

(۳) یعنی مرزا سعید الظفر چغتائی جن کے مذہبی خیالات میں انقلاب ہوا۔ اسی کے بارے میں مولانا نے اپنا تاثر لکھا ہے۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۱ مئی ۶۹ء

برادرم(۱)   وعلیکم السلام

کارڈ ملا اس سے قبل والا بھی مل گیا تھا۔

انشاءاللہ ۲ جون کو لکھنؤ کا خیال ہے۔ اس دن تو اور مصروفیتیں رہیں گی۔ ۳ جون منگل کو صبح ۸ بجے چائے پی کر آپ کی عیادت کے لیے آنے کا پروگرام ہے۔ آپ کو بلانا اس حالت میں آپ پر ظلم صریح کرنا ہے۔ ۱۱ بجے کی گاڑی سے واپسی ہے۔ تدبر قرآن حاضر خدمت ہے صدق میں مدت ہوئی اس کا ذکر آچکا ہے۔ مولانا فراہی(۲) کے مخصوص رنگ کی پوری ترجمانی ہے۔ قرآن کا یہ ایک اعجاز ہی ہے کہ مفسرین کے کتنے مذاق اس میں کس خوش اسلوبی سے کھپ جاتے ہیں۔

سید حسین سلمہ سے تو کبھی ملنا رہتا ہوگا؟ سلمان میاں(۳) سلمہ تو گویا اب امریکہ ہی کے ہو گئے جی ہاں کحل الجواہر ادھر تو سالہا سال سے استعمال میں ہے نہ دل الجار کا جو پرانا زور ابھی تک نہیں ہو رہا ہے یہ شاید اسی کے اثر سے ہے۔ عینک بار بار بدلوانے کی بات آپ نے خوب بتائی۔ دیکھئے اب اسے پر ہارے ڈاکٹر یوسف کیا فرماتے ہیں میں تو یہ سمجھ ہوئے تھا کہ آخری نمبر کی عینک دے چکے ہیں۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کی شدید علالت کی وجہ سے۔

(۲) مصنفہ مولانا امین احسن اصلاحی۔

(۳) حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کے صاحبزادے۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۱ / اگست ۶۹ء

برادرم! وعلیکم السلام

۱ — ضرور اپنا مسودہ نشریات و تحقیقات والوں کے حوالے کیجئے۔ یہ تو بڑی خوشخبری سُنائی آپ نے۔ جتنا بھی حصہ نکل سکے اسے نکل جانے دیجئے دوسرے حصوں کے انتظار میں اسے کیوں روکے رکھیئے۔

۲ — خاں صاحب سے ضرور کام لیجئے وہ تو خوب آپ کو ہاتھ آگئے ہیں ایک عطیہ غیبی کے حیثیت سے۔

۳ — چغتائی نے اپنے والد کو لکھا ہے کہ اکتوبر میں آئیں گے علی گڈھ میں اپنے تقرر کو لکھا ہے۔

۴ — ہاں صاحب عصمت انبیاء پر آپ کے قرآن سے کوئی دلیل مل سکی ہو تو ضرور مطلع فرمائیں۔

۵ — ۱۶ / اگست کو لکھنؤ کا پروگرام کئی کئی روز ادوں سے ہے۔ انشاء اللہ کہہ کہ آپ کی طرف کا ارادہ ہے بشرطیکہ پانی زیادہ نہ آگیا۔

۶ — سید حسین صاحب سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔

۷ — ڈاکٹر رضی الدین میری آخری اطلاع کے مطابق تو پٹنہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے لیکن خود میری اطلاع پرانی ہو چکی ہے آپ مولوی اشرف خان سے تحقیق کرلیں۔

۸ — پاکستان کا تازہ ترین حکم صدق و معارف کے حق میں زخم کاری بن کر رہا۔ صدق کے ایک تہائی خریدار پاکستان ہی کے تھے۔ گویا اب آمدنی ... سے گھٹ کر ۶۶ رہ گئی اور دار المصنفین والوں کی کتابوں کی اصل منڈیاں تو پاکستان ہی تھیں۔ اللہ ہی ہے جو اس بڑے دھچکے کو یہ دونوں سنبھال لے جائیں۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) کتابوں اور رسالوں کے بارے میں بندش۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۴ راگست ۶۹ء

برادرم! وعلیکم السلام

۱۔ کراچی سے آتے ہوتے ایک عزیز نے بتایا کہ ڈاکٹر رضی الدین اب اسلام آباد یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں۔

۲۔ ڈاکٹر رفیع الدین کی ڈاکٹریٹ اور ڈی لٹ دونوں ڈگریاں فلسفہ کی ہیں سائنس کی نہیں۔

۳۔ مولوی عمران خان صاحب بے شان و گمان کل یہاں وارد ہو گئے بہ سلسلہ تعزیت مفصل گفتگو ان سے ہو گئی مہتمم کا عہدہ قبول کرنے پر آمادہ ہیں بشرطیکہ اختیارات انھیں سو فیصدی دے دیتے جائیں۔ اور کوئی صاحب ان کے کسی فیصلے میں دخل نہ دے سکیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ علی میاں سرپرست بنا دیے جائیں بہ حال اتوار کی شام کو فیصلہ ہو جائیگا۔

۴۔ میں اپنے سوال کے جواب کا منتظر تھا اور ہوں یعنی عصمت انبیاء پر قرآنی دلیل۔

والسلام
عبدالماجد

دریاباد

۲۶ ستمبر ۶۰ء

برادرم! وعلیکم السلام

۱ ۔۔ برٹانیکا کا آخری مکمل ایڈیشن (چودہواں ایڈیشن) ۱۹۲۹ء میں نکلا تھا اور مکمل میرے پاس موجود ہے جب جس جلد کی ضرورت ہو اکرے بے تکلف مجھے حکم دے دیا کیجئے ان شاء اللہ بمسرت تمام بھیج دیا کروں گا یا پہونچا دیا کروں گا۔

۲ ۔ اس کے بعد سے کوئی نیا مکمل ایڈیشن نہ نکلا Reprint خفیف تغیرات کے ساتھ نکلا کرتا ہے اور ہاں اس کا ایک نام شاید نکل رہا ہے میرے پاس دو ایک نام سے ۱۹۵۲ء زمانہ ۱۹۵۲ء کے موجود ہیں۔
دو اور مستند گو اور مختصر انسائیکلوپیڈیا موجود ہیں ایک پندرہ جلدوں کی اور دوسری Every man's Encyclopaedia ۱۳ جلدوں میں۔

۳ ۔ جی ہاں میں نے اپنی مشاقی کے زمانے میں ایک ہندو ساتھی کو معمول بنانا چاہا وہ اڑگیا اور میری کوشش ناکام گئی۔

۴ ۔ آپ نے ایک جگہ بزرگوں کی توجہ دینے کا ذکر کیا ہے ۔ یہ کیا چیز ہے جواب کتابی قسم کا نہیں عملی چاہتا ہوں آپ توجہ دینے کے لیے تیار ہوں تو سب فرمائش حاضر خدمت ہو جاؤں۔
میرا کچھیا نوٹس چھپ گیا ہوگا اس میں اپنا سوال عصمت انبیاء (تحفظ وحی کی بابت نہیں) سے متعلق دہرایا تھا۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) اپنی طالب علمی کے بعد والے زمانے میں مولانا نے کچھ عرصے تک مسمیریزم کی مشق کی تھی۔

بسم اللہ

دریاباد

۵ نومبر ۶۹ء — برادرم! — السلام علیکم

ایک عزیزہ کے شدید اصرار سے ان کے لڑکے کی شادی کے لیے ایک روز اور رُک جانا پڑا اب
کل جمعرات کو ان شاء اللہ ۱۱ بجے کی گاڑی سے روانگی ہے۔

آپ چھوٹی لڑکی زاہدہ کے لیے تو دعا کرتے ہی رہتے تھے اب منجھلی لڑکی حمیرا بھی کئی ہفتے سے
اسی نوبت کو پہونچ گئی میری سب سے زیادہ مزاج داں اور راحت رساں یہی ہے مرض بظاہر ضعف
اعصاب معلوم ہوتا ہے معمولی سی بات میں ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور شدت تاثر بہت بڑھ گیا ہے،
ہومیو پیتھی سے کچھ زیادہ نفع نہیں ہوا اب دریاباد پہونچ کر ان شاء اللہ یونانی شروع کراؤں گا۔

پختانی دفعتاً واپس آگئے اور علی گڑھ میں ذکس کے لکچرر مقرر ہو گئے۔ پیرس سے سیدھے
علی گڑھ آئے اور دریاباد جانے سے پیش تر مجھ سے ملنے لکھنؤ اتر پڑے دو ملاقاتیں رہیں بحمد اللہ جو
خبریں ان کے الحاد وغیرہ کی تھیں مبالغہ آمیز ثابت ہوئیں۔ گفتگو میں ان شاء اللہ بحمد اللہ استعمال کرتے
رہے۔ اب تو علی گڑھ چلے گئے ان شاء اللہ کبھی مفصل گفتگو کرکے اطمینان حاصل کروں گا۔ دعا کو یاد
کہ ندوہ کیجیے آپ کا ذکر بھی میں نے کر دیا تھا۔ وہ جب کبھی فرصت میں آپ سے ملیں گے۔

ہاں صاحب سید حسین سلمہ سے تین ملاقاتیں ہوئیں تینوں بار میں آپ کا ذکر آیا مگر ان کی بات
میں کوئی شکایت کنایۃً بھی آپ کی طرف سے نہیں تھی بس یہی کہتے رہے کہ فاصلہ اتنا ہے اور سواری میرے
پاس کوئی نہیں ہے (بجز سائیکل کے) اس لیے ملنا نہیں ہوتا۔

اور لیجیے خود میاں آفتاب کی کمانسی بھی درشدید ہو گئی ہے۔ بلکہ ڈاکٹر فریدی کو تو شبہ آغاز
ضیق النفس کا ہو رہا ہے ــــ دُعا ان کے لیے بھی فرمائیں۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

یکم دسمبر ۶۹ سنہء

برادرم! وعلیکم السلام

دُعا کی فرمائش اور مجھ سے۔ یہ اس کی توہین کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

بہر حال خانہ پری کی حد تک تعمیل کر دینے میں عذر ہی کیا ہو سکتا ہے" اے اللہ ہمارے فلاں بھائی کو اخلاص میں مزید ترقی اور برکت سے سرفراز فرمائے" زبان ہلا کر یہ کہنا تو خود اپنے اجر کا موجب ہے۔

آپ کا خواب تو بظاہر اچھا اور مبارک معلوم ہوتا ہے یعنی فتنے کے ہر طرف سیل سے آپ کی محفوظیت کی بشارت نکلتی ہے۔

ہاں صاحب وہ اپنے دمے کا مؤثر اور شافی علاج آپ نے بتایا تھا مگر ذہن سے نکل گیا اور پھر کبھی تکلیف فرمائیے گا۔ حمیرا کو افاقہ تو اچھا خاصا ہو گیا تھا مگر روزے کے تہ دکے میں روزے رکھنے شروع کر دیئے (میرے اور حکیم صاحب دونوں کے مشورے کے خلاف پھر زیادتی ہو گئی اور مجبوراً روزے قضا کے رکھنے پڑے ہیں۔ شریعت نے مرض و ضعف سفر میں جو کھلی ہوئی اجازت قضا کی دے رکھی ہے اس کی پروا نہ کرنا در پردہ شریعت پر اعتراض کرنا ہے۔

والسلام دعا گو و دُعا خواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۹ر دسمبر سنہ ۶۹ء

برادرم! السلام علیکم

ایک بڑی دردناک خبر سنئے اور دعائے مغفرت کے لیے فوراً تیار ہو جائیے۔ ہمارے آپ کے ممدوح ڈاکٹر رفیع الدین بیچارے ایک رکشا کے حادثے کا شکار ہو کر جیٹ پٹ اللہ کے پیارے ہو گئے اور رمضان کا مبارک مہینہ پا گئے اللہ کی مشیئت کون سمجھ سکتا ہے۔ دیکھنے میں تو یہ آرہا ہے کہ محمد علی اور بہادر یار جنگ کی طرح جس نے بھی خدمت دین کو اپنا نصب العین بنایا بس وہ فوراً جنت آشیاں کر دیا جاتا ہے۔

علمی میدان میں کتنی امیدیں ان مرحوم سے وابستہ تھیں۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۳ر جنوری سنہ ۷۰ء

برادرم! وعلیکم السلام

اخبار میں اس جہاز کی تباہی کی خبر پڑھی ضرور تھی مگر بالکل سرسری ذہن کسی مسلمان افسر کی جانب بھی نہ گیا چہ جائیکہ آپ کے عزیز خاص کی جانب! بہرحال اللہ ہر طرح غریق رحمت فرمائے۔ موت بڑی عبرتناک ہوتی بیوی بچوں اور اگر والدین ہوتے تو ان سب بیچاروں پر کیا گذرتی ہوگی! احساس دینا تو مجھے کوئی خاص نظر نہ آئی۔ البتہ انسان کی بےبسی کو سوچتا رہا کہ چاند اور مریخ تک چھلانگ لگانے والا آگ

سے بچا سنے پر قادر نہ ہو سکا اور مدد کی سمندر کے بیچوں بیچ ۔

حمیرکو ماشاء اللہ اچھا خاصا افاقہ ہے ۔ زاہدہ کو البتہ زیادہ نہیں خود میرا مرض بھی گویا جاتا رہا ہے ۔ پورے ۱۲ مہینے اس مفارقت کے گذر گئے جو ۱۲ ہفتے کیا ۱۲ دن کے لیے بھی گوارا نہ تھی اور عزیزوں نے خصوصاً بڑی لڑکی رافت نے کثرت سے خواب میں دیکھا اور بہترین حالتوں میں ۔ ایک میں ہی گویا محروم رہا ۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۳۰ر جنوری ۶۲ء

برادرم!

وعلیکم السلام

میں اب کی حج بیت اللہ کو جاتے جاتے رہ گیا ایک سرکاری وفد میں بھیجا جا رہا تھا ۔ واستان تفصیل سے ملنے کے قابل ہے انشاء اللہ وسط فروری میں پہنچے گا ۔

یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میں چھوٹی مکھی کا شہد استعمال نہیں کرتا ۔ پابندی کے ساتھ دن میں دو دو بار لگاتا ہوں ۔ آپ ہی کا دیا ہوا شیشہ مدتوں لگاتا رہا ۔ آپکو سہو ہو گیا ۔ مجھے تو یاد ایسا پڑتا ہے کہ میں نے اس کا تعارف آپ سے کرایا تھا ۔ بہرحال حالت بدتری کی طرف جا رہی ہے ۔ تصنیف مضمون نگاری الگ رہی ہے ۔ معمولی مراسلت میں بھی مجاہدہ کرنا پڑتا ہے ۔

علی گڈھ گیا تھا تو امینی صاحب آپ کا ذکر خیر کرتے رہے تھے ۔

حمیر تو اب ماشاء اللہ اچھے ہیں ۔ زاہدہ کا معاملہ بدستور ۔ آجکل افاقہ کا ہے ۔ جغتائی دنیوی حیثیت سے بھی خاص پریشانیوں میں ہیں جو مالی توقعات لے کر علی گڈھ گئے تھے وہ

بالکل پوری نہ ہوئیں۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) اسی میں سعد الہاشمی مرحوم ڈپٹی سکریٹری وزارت خارجہ حکومت ہند کی کوشش کو بڑا دخل تھا۔

(۲) مولانا محمد تقی امینی ناظم شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۵ فروری ۱۹۷۳ء

برادرم! وعلیکم السلام

جو اپنے کو دوسروں کے حق میں دعا کے لیے وقف کئے ہوئے ہے وہ مریض بھلا کہاں تک اپنی دُعا گوئی میں مصروف نہ ہوں گے۔

کل شام کو علالت نامہ پاکر طبیعت بے چین ہوگئی ٹوٹی پھوٹی دعا تو بہر حال کرتا ہی۔ کچھ رکعتیں بھی بطور منّت کے مان لیں اور اس میں یہاں رہنے والی تیرا بھی شریک ہے۔

لکھنؤ والی دونوں لڑکیاں ابھی انشاء اللہ خبر پاتے ہی ضرور شریک ہونگی۔ دعا رافت سلمہا کو، وہ تو ان مخافات میں حریص ہے۔

انشاء اللہ آپ جلد اچھے ہو جائیں گے۔ آپ کی زندگی و عافیت کی ضرورت اگر اور کچھ نہیں تو دوسروں کی دُعا گوئی کے لیے بہر حال ہے۔

رافت کی اس تشخیص کی تردید بحمد اللہ ڈاکٹروں نے پوری طرح کردی۔ وہ تشخیص ایک طبیب کی نہیں نیم طبیب کی تھی بہر حال میں تو آپ ہی لوگوں کی دُعا کی برکت سمجھ رہا ہوں۔

ایک خیال ہے کہ اتوار یکم مارچ کو رات میں لکھنؤ پہنچوں (دیکھئے جو موسم اجازت دے)

اور ۳ کی صبح کو ہی ۸ بجے تک حاضر خدمت ہوجاؤں ایسے حال میں چائے وغیرہ کے تکلف میں ہرگز نہ
پڑیئے گا میں پی کر آؤں گا۔
میاں غلام محمد کو بھی خط لکھے دیتا ہوں۔

والسلام دُعاگو
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۷ مارچ ۵۸ء

برادرم! وعلیکم السلام
خوب اور بہت خوب کیا آپ نے جو خیریت نامہ خود سے لکھ بھیجا۔ دل اچھا خاصا لگا ہوا تھا
ہر روز دریافت خیریت کرنا چاہتا تھا پھر یہ خیال کرکے رُک جاتا تھا کہ خدا معلوم کوئی خط لکھنے والا آپ
کو میسر ہو کہ نہ ہو۔

کلامیات سائنس اور کلامیات قرآن مجید دونوں اپنے موضوع پر انشاء اللہ قابل قدر رہوں
گے۔ اللہ ضرور توفیق انجام دے۔

آپ کے کارڈ کی پشت پر جو عبارت تھی وہ پوری طرح چل نہ سکی مہر اس پر لگ گئی تھی۔ سفر لاہور
والی عبارت اچھی طرح سمجھ میں نہ آئی۔

مولوی اشرف پشاوری سے ملاقات لاہور میں شروع ۵۸ء میں ہوئی تھی۔ پیروں اور
ٹانگوں سے بالکل معذور ہیں بیساکھی کے سہارے چلتے پھرتے ہیں۔ فنانی التبلیغ ہیں اور تبلیغی سفروں
پر یورپ تک ہو آتے ہیں سراپا اخلاص بھی ہیں۔

ایک پروگرام یکم اپریل کے لیے لکھنؤ کا ہے۔ خدا کرے کہ سہ پہر کا وقت آپ

سے کے لیئے نکل سکے۔

والسلام دعاگو ودعا خواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۴ مئی ۵۷ء

برادرم! وعلیکم السلام

پہلے خیریت نامہ اور پھر علالت نامہ دونوں ملے۔ اللہ جلد شفا دے اور عمر و صحت دونوں میں زیادہ سے زیادہ برکت فرماتے۔ اور وہ دونوں کام تو بہر حال آپ ہی کے کرنے کے ہیں۔

آفتاب سلمہٗ خود اپنے نسخے سے بحمد اللہ اب اچھے ہو رہے ہیں۔ ۲۵ ۔ ۳۰ سال ہوئے یہ نسخہ انھوں نے کسی مریض کو دیا تھا اور بہت نافع ہوا تھا۔ اب وہ خود اسے بالکل بھول گئے تھے۔ چند روز ہوئے ان کے ایک ہم سبق پرنسپل طبیہ کالج پٹنہ نے یاد دلایا جب جاکر انھیں یاد پڑا۔ بہت اللہ اچھا خاصا نفع ہو رہا ہے۔ میاں درگاہی (محمد متین) بھی اب گویا بالکل اچھے ہیں۔ ان کے لیے آپ نے جو کچھ لکھا بالکل واقعہ ہے۔ اس اخلاص کی مثالیں اب قریب عزیزوں میں بھی بہت کم ملتی ہیں ان کے پیش رو حاجی محب علی مرحوم بھی ایسے ہی تھے۔

۱۹ مئی منگل کو دس بجے صبح حج کمیٹی کی میٹنگ ہے۔ انشاء اللہ سہ پہر کو حاضری کا وقت رکھتا ہوں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ دوسرے دن چند گھنٹوں کے لیے علی میاں کے ہاں رائے بریلی حاضری دوں تاکہ ان کا کتب خانہ دیکھ سکوں۔

علی گڈھ والے ایک لکچر کے لیے بلا رہے تھے ' رومی ان کا عصر اور ترجیحات ' علاوہ کرائے کے ایک رقم بطور آنریریم پیش کر رہے تھے معذرت لکھ بھیجی کہ حضرت سے اپنی عقیدت کے باوجود بہ حال

لکچر کے لیے مطالعہ اچھا خاصا کرنا پڑے گا اور بجز قرآنیات کے اب ہر مطالعہ کے لیے وقت نکالنے سے
معذوری ہے۔ صدق کے علاوہ اب پورا وقت مدراس لکچروں کے لیے نکال رہا ہوں۔ عنوان میرا
ہی تجویز کیا ہوا مشتملات القرآن —— قرآنی مطالعہ بیسویں صدی میں۔

بڑی لڑکی رافت تو بحمد اللہ کہنا چاہیے کہ اب بالکل اچھی ہے۔ زاہدہ بیچاری کا سلسلہ چل رہا ہے
بیچ بیچ میں انھیں بھی افاقہ معلوم ہو جاتا ہے۔ دونوں آپ کی صحت و عافیت کے لیے بہرحال دعاگو ہیں۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبد الماجد

(۱) حکیم عبد الواجد صاحب [illegible] پرنسپل سے ریٹائر ہو گئے ہیں۔

(۲) صدق کے کارگزار کارکن کا عرف۔

(۳) مولانا کے پرانے اور بڑے جاں نثار خدمت گار حسن کا ۲ جون [illegible] میں انتقال ہوا۔

بسم اللہ

دریاباد

۳ مئی [illegible]

برادرم! وعلیکم السلام

حبیب یہاں سے دوشنبہ کو تین ہفتہ واپس ہو گئے ہیں۔ ان کی ڈیوٹی لگا دی تھی کہ جلد
سے جلد آپ کے حالات مجھے مطلع کریں (مرض پر خود یہ بار نہیں ڈالا کرتا) ان کے خط کا آج تک انتظار
ہی رہا اور ڈاک کا اندیشہ تو کچھ پوچھیے ہی نہیں۔ بہرحال آپ ہی کے کارڈ سے اتنی تو اطلاع ملی الحمد للہ
کہ ... بحمد اللہ کارگر ہو گئی ہے اور ہسپتال اور آپریشن کے چکر میں پڑنا ہی نہ پڑا ہو۔
دعا کے لیے آپ کو کہنے کی کیا ضرورت۔ دل تو خود ہی گھر سے اسی میں لگا ہوا ہے مضطرب
اور منتظر ہو کر۔

انشاء اللہ جمعرات ۱۸ مئی کو ننٹ بجے کے بعد بخدمت ہوگا خدا کرے آپ کو بالکل تندرست پاؤں ۔ ڈاکٹر میر ولی الدین[1] کو ایک اور ضرورت سے خط لکھا تھا انہیں بھی دعا کے لیے لکھ دیا ہے ۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) سابق صدر پروفیسر شعبۂ فلسفہ عثمانیہ یونیورسٹی ۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۳ فروری ۶۲ء

برادرم! وعلیکم السلام

۱ ۔ ڈاکٹر فریدی صاحب کے ہاں دو تقریبیں تھیں ایک دوپہر کو عقد کی نسبتاً بہت چھوٹی دوسری شب کو ایٹ ہوم کی اور بہت بڑی ۔ علی میاں مجھے دونوں میں دکھائی نہ دیے ۔

۲ ۔ ایٹ ہوم میں ندوہ کے کئی صاحب تھے اور مفتی عتیق الرحمن صاحب بھی ۔ میں نے دونوں تقریبوں میں ہمت کرکے ڈاکٹر صاحب کو ٹوکا ۔ اور عرض کر دیا کہ آپ کے یہاں سے خوش ہو کر نہیں ناخوش ہو کر جا رہا ہوں ۔ معذرت مسکینیت کے ساتھ یہ کرتے رہے کہ "حضرت میں تو بڑا گنہ گار ہوں جہاں سیکڑوں گناہوں میں مبتلا ہوں وہاں یہ بھی سہی مفتی صاحب خاص وکالت ان کی طرف سے فرماتے رہے اور ایک بار تو دریغا کی عبارت سنادی کہ شادی بیاہ کے موقع پر زیادہ سختی نہ کی جائے ۔

۳ ۔ میاں آفتاب کا فروغ اردو کی اولاد میں شریک ہونا خوش بخت نام ہے ۔ (آفتاب اور شمس کی مناسبت ظاہر ہی ہے ۔)

۴ ــ کسی کی تجارتی اور اشتہاری نیت سے مجھے بحث نہیں فکر اور شرمندگی اس کی تھی کہ اپنے نام کا انتساب کیسے گوارا کروں شمس صاحب نے اجازت ایک رابطہ سے طلب کی تو قطعی معذوری ظاہر کردی اور کہلا دیا کہ یہ نمبر تو مشاہیر کے لیے نکالے جاتے ہیں ۔ مجھ کو گمنامی میں پڑا رہنے دیجئے" تو خود آکر مجھ سے ملے اور فرمایا کہ جب حضرت مولانا تھانوی نے پوری سوانح عمری اپنی لکھا دی اور خواجہ صاحب کے سے محتاط شخص نے لکھ دی تو میں کیوں نہ اس نظیر سے فائدہ اٹھاؤں ۔

۵ ــ یہ شمس صاحب تو محمد حسن کاکوروی کے لڑکے ہیں یہ شاید آپ کے علم میں ہو ۔

۶ ــ ۱۳ر فروری کو لکھنؤ آکر ۱۵ر فروری کو واپسی کا پروگرام ہے انشاء اللہ وقت اگر نکل سکا تو حاضری کا ارادہ ہے ۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) یعنی مروجہ خلاف شرع رسموں کے کرنے پر ۔ باجہ وغیرہ بجنے پر ۔

(۲) ادبی ماہ نامہ فروغ اردو ادارہ فروغ اردو کا ترجمان ہے اس کی مجلس ادارت میں برادر محترم حکیم عبدالقوی بھی تھے ۔

(۳) شمس صاحب نے فروغ اردو کا ایک بڑا ضخیم نمبر مولانا پر مولانا عبدالماجد دریابادی نمبر نکالنا طے کیا اور بالآخر اگست ۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء کے اشاعتوں میں ۳۴۴ صفحے کا شائع ہوا مکتوب الیہ نے اس کے بارہ میں سوال کیا تھا ۔

(۴) اشرف السوانح یعنی حضرت تھانوی کی سوانح تھانوی ہی کی زندگی میں شائع ہوئی ۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۷؍مارچ ۱۹۷۱ء

برادرم! وعلیکم السلام

آپ کا کوئی عنایت نامہ ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ کیا معنی دو ڈھائی ہفتے ہوئے بھی پہونچنا یاد نہیں پڑتا۔

آپ کا یہ قرآنی سوال میں آپ کی عبارت سے تو نہ سمجھ سکا۔ آپ نے تو یہی لکھا ہے کہ قرآن میں قرأت قرآن سے پہلے استعاذہ کا حکم ہے اور لوگ کرتے بھی ہیں تو پھر اس پر سوال کیا ہے؟

آپ نے اب کی کچھ حال اپنی صحت کا نہ لکھا یعنی بحمد اللہ آپ کو ٹھے سے اترنے لگے سوالات مجھے بھی آپ سے بہ حیثیت شیخ طریقت کرنا ہیں لوگ جواب تکلف میں ٹال جاتے ہیں آپ سے اس کی توقع نہیں۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۹؍مارچ ۱۹۷۱ء

برادرم! وعلیکم السلام

کل صبح آپ کو جواب لکھ چکا تھا کہ شام کو آپ کا کارڈ ۷؍مارچ والا گیارہویں دن مل گیا۔

استعاذہ قبل قرأت قرآن کا حکم وجوبی نہیں، استحبابی اور اسی حد تک عملاً عمل درآمد بھی ہے کوئی سوال میرے خیال میں پیدا ہی نہیں ہوتا۔ زندہ اور نہ جیتی تعلق سب سے بڑھ کر تو صفت ربوبیت ہی کا بندوں کے ساتھ اللہ کا رہتا ہے۔

ہاں صاحب! اب میرا سوال یہ ہے کہ آخر یہ ہمارے اکابر صوفیہ کا اتنا زور دوام اور اشغال و اعمال صوفیہ کہاں سے سند جواز رکھتا ہے؟ اگر یہ ضروری کسی درجے میں بھی ہوتے تو قرآن انھیں تصریح و تاکید سے کیسے چھوڑ دیتا۔

آپ کے سے لوگ جب میری تفسیر کو زیر مطالعہ رکھتے ہیں تو یقین فرمائیے مجھے بڑی ہی شرم آتی ہے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

بسم اللہ

دریاباد

۲۰ مارچ ۱۹۷۰ء

برادرم! وعلیکم السلام

ہمارے خالہ زاد بھائی مبین بھائی[1] (ریلوے بابو) تو شاید آپ کو یاد ہوں عرصے سے بہت بیمار تھے پرسوں شب جمعہ کو وفات پائی کل بعد نماز جمعہ تدفین ہوئی۔

آپ کا تیسرا خط پرسوں مل گیا۔ ہفتے کے اندر تین خط۔

میں نے تو ہدی للمتقین کی شرح یہ کی ہے کہ اس ہدایت نامہ عام و تام سے عملاً مستفید صرف وہ ہوں گے جو خوف خدا اور زندہ ضمیر رکھتے ہیں باقی جو یہ صلاحیت ضائع کر چکے ہیں اُن کے حق میں وہ ناقابل رہے گا جیسے ضیاء آفتاب سے بے فیض وہ رہ جاتے ہیں جو اپنی بصارت برباد کر چکے ہیں۔

زمانے کا یہی حال رہے گا سرد چلا جا رہا ہے اس مستقل حال پر صبر کر لیا ہے۔ میری ہمشیر[2] تو عجب شخصیت رکھتی تھیں میں نے زندگی بھر معصوم تین ہی دیکھے ایک مولانا عبد الرحمٰن ندوی نگرامی مرحوم دوسرے ڈاکٹر حکیم عبد العلی مرحوم تیسری میری ہمشیر

نماز و روزہ بحمد اللہ چاروں لڑکیاں بقدر کفاف کرتی رہتی ہیں۔ باقی نمبر اول سب سے بڑی بہن رافعت النساء کا ہے۔ یہ آفتاب کے گھر میں لاولد ہیں حج بھی اپنے پیسے سے کر آئی تھیں۔

تفسیر جلد دوئم کو آپ کیا پوچھتے ہیں اب تو پریس والوں کا تجربہ آپ کو بھی بھرپور ہو چکا ہوگا ہفتہ بھر کا وعدہ مہینے بھر میں پورا ہو جائے تو سمجھئے کہ سستے چھوٹے بہر حال اب تازہ ترین وعدہ تو ڈیڑھ ہفتے کا ہے۔

میاں آفتاب تو ماشاء اللہ عرصے سے اچھے ہیں۔

دُعاگو

عبدالماجد

(۱) شفاء الملک حکیم عبدالحبیب دریابادی کے سب سے چھوٹے بھائی اور مولانا سے سن میں کئی برس بڑے۔ یہ ہم سب لوگوں سے بہت محبت کرتے تھے۔

(۲) یہ سن میں مولانا سے بڑی تھیں بڑی ہی عابدہ اور متقی پرہیزگار۔

بسم اللہ

دریاباد

۳ اپریل ۶۸ء

برادرم! وعلیکم السلام

ہاشم سلمہ یونس سلیم صاحب کے ساتھ یونیورسٹی کے حدود میں بعد مغرب پیدل چل رہے تھے سڑک خراب تھی ایک گڑھے میں ان کا پیر پڑ گیا اور گر گئے چوٹ ایسی زیادہ تو بحمد اللہ نہیں آئی البتہ ایک گھٹنے کی ہڈی میں ضرب آ گئی پلاسٹر چڑھا دیا گیا افاقہ کی اطلاعیں آتی رہیں انشاء اللہ ۱۰ مارچ کو پلاسٹر کٹ گیا ہوگا۔

درگاہی اچھے ہیں اور حکیم آفتاب بھی (بجز دانت کے شدید درد کے) آئندہ ہفتے پروگرام ایک طبی کانفرنس میں اورنگ آباد کا چار دن کے لیے رکھتے ہیں۔

میاں عمر تو ماشاء اللہ مدنی ہو گئے چوہدری چھپے سال بھر سے اودھ رہتے تھے اب سُنا

ہے کہ باضابطہ مفروغ ہوگئے صحت بھی ماشاء اللہ بہت اچھی رہنے لگی ہے کھانسی وغیرہ کی شکایتیں کافور۔
ہاں صاحب یہ صوفیہ کے ہاں کی عملی تعلیم کچھ بتانے یا سکھانے کا وعدہ کیجئے تو وقت نکال کر
حاضر ہونے کو تیار ہوں۔ توجہ کیسے دی جاتی ہے؟ ذکر کیسے جاری ہوتا ہے؟ تنزلات ستہ کیا چیز ہے وغیرہ
وغیرہ اور سب سے بڑھ کر یہ کتاب اللہ کی صراحت سے کیوں خاموش ہے؟ علی میاں وغیرہ کئی صاحبوں
سے پوچھا سب ٹال گئے سب سے بڑھ کر حق آپ ہی پر ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
یکم مئی ۱۹۶۶ء

برادرم! السلام علیکم

کل ہی ایک خط لکھ چکا ہوں۔ اب وہ ندوہ والی میٹنگ اب کی جمعہ کو نہیں ہو رہی ہے اس
لیے جمعہ کو آنے کا کوئی سوال ہی نہیں رہا۔ خیال ہے کہ قریب ہی کوئی دوسری تاریخ مقرر ہو۔
غوثو میاں کے لیے وہ اجازہ مدینہ منورہ والی خبر غلط نکلی بے چارے پچھتے ہوئے یوں ہی پڑے
ہوئے ہیں حضرت تھانوی ہوتے تو ہرگز اس روپوش زندگی کو پسند نہ کرتے۔ ایک عجیب ناخوشگوار تجربہ
برسوں سے ہو رہا ہے۔ ایرادات و اعتراضات براہ راست الفاظ قرآنی پر بہت کم وارد ہوتے ہیں
عموماً ان کی حدیثی تشریح پر وارد ہوتے ہیں۔ حدیث سے مراد وہ حدیثی روایتیں ہیں جنھیں مفسرین نقل کرتے
چلے آتے ہیں بس یہی تشریح ذہنوں میں ایسی راسخ ہوگئی ہے کہ متن قرآن کی کوئی پروا نہیں کرتا اور محض
دین داری اس کو سمجھا جاتا ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۲ مئی ۱۹۷۱ء

برادرم! وعلیکم السلام

بڑی خوشخبری آپ نے سنائی کہ جمعہ کے لیے مسجد تک جا سکے۔ سنیچر ۱۵ مئی کی سہ پہر کو تکلیف فرمائیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وقت بعد عصر کا کوئی ۵½ کا ٹھیک رہے گا یہ نہ ہو تو اس سے قبل کا رکھیے۔

ندوہ کی ایک میٹنگ کا نوٹس آگیا ۱۵ مئی کو ہوگی لیکن وقت درج نہیں میرا خیال ہے کہ صبح ہوگی اور میں سہ پہر کو فارغ ہوں گا لیکن اگر سہ پہر کو ہوئی تو پھر آپ زحمت ۱۶ اتوار کی صبح کے وقت کیجیے گا دوسرا خط میں انشاء اللہ کل ہی پرسوں آپ کو لکھ دوں گا ندوہ سے وقت کی اطلاع پا کر۔

بھوپال کے دوسرے مجددی کا نام عمران خان ندوی ہے۔ تاج المساجد و تاج المدارس کا کام جس شاہانہ پیمانے پر اٹھایا ہے اُسے میاں کی کرامت سے کم نہیں سمجھتا۔ تخمینہ نوے لاکھ کا ہے۔ سنگ بنیاد سفیر حجاز کے ہاتھ سے رکھوایا۔ دو دن تو خیر کیا رکتا ایک دن کے لیے بہرحال گیا دریاباد سے آمد و رفت میں پورے ۲½ دن صرف ہو گئے۔

ایک تازہ حماقت یا جنون اور سنیے اس ہفتے سے عبرانی زبان سیکھنی شروع کی ہے اس سن میں اور وہ بھی بلا اُستاد، محض کتابوں کے سہارے۔

وقت یوں ہی کیا کم گھرا ہوا تھا اور اب اور گھر گیا

اب ایک اور خانگی معاملہ (بالکل غیر متوقع) سنیے اور اس میں دل سے دعا کیجیے۔ منجھلی لڑکی حمیرا جو میری سب سے زیادہ مزاج شناس ہے زاہدہ ہی کی طرح اب روز کی بیمار رہنے لگی ہے اعصابی کمزوری اور اس کے دورے۔

والسلام دعاگو دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مراد مولانا عمران خان ندوی سابق مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء۔

(۲) اس سے مولانا کے تحصیل علم کے بے پناہ شوق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

بسم اللہ

دریاباد

۲ جون ۱۹۷۱ء

برادرم! وعلیکم السلام

۳۰ مئی کا کارڈ فی الفور کارڈ پر ڈاک کرتا ہوں۔

پشاور یونیورسٹی مشہور یونیورسٹی ہے۔ کم سے کم ۲۴۔۲۵ سال سے ضرور کام کر رہی ہے ڈاکٹر رضی الدین وہیں کے وائس چانسلر شروع سے ہیں ان کا پتہ علی میاں کا لکھوایا ہوا ہے۔

آپ کا کارڈ تقیہ اردو کی فیاضانہ بلکہ مسرفانہ داد میں چار دن ہوتے وصول ہو گیا تھا۔ عربی ترجمہ کے لیے کسی سے بھی اپنی زبان سے کیسے عرض کر سکتا ہوں۔

مشہور لیڈر ڈاکٹر محمود بے چارے موت و حیات کی شدید کشمکش میں مبتلا دلی کے ایک اسپتال میں پڑے ہوئے ہیں اللہ مشکل آسان فرمائے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۲؍جون ۷۱ء

برادرم! وعلیکم السلام

عزت افزائی اور قدر افزائی کی بھی حد کر دی آپ نے تفسیر کے سلسلے میں ایسے ایسے الفاظ لکھ دیئے ہیں کہ میں کٹ کٹ کر رہ گیا۔

عربی[۱] ترجمہ تو ایسی اونچی چیز ہے کہ اس کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا۔ بہرحال اب یہ سوچا ہے کہ اس نمبر کے بعد والے صدق میں اس تجویز کا ذکر کر دوں آپ کے حوالے سے گو نام کی پوری تصریح کے ساتھ نہیں۔

آنکھوں کا تو مستقل مریض تھا ہی اب عام صحت بھی خراب رہنے لگی ہے۔ کھانسی حرارت بلکہ کبھی کبھی بخار بھی۔ اسی درمیان میں بانسے جانا ہوا انور نے کمال کیا کہ مجھے ایک نو تعمیر مکان میں اتارا جو خاندانی قبرستان سے بالکل متصل تھا مرحومہ کا مرقد چوبیسوں گھنٹے پیش نظر۔ اب کیا لکھوں دل پر کیا گزر کر رہی قبر پہ بیٹھ کر بہت کچھ کہہ ڈالا۔

دو ایک خانگی فکریں بھی آج کل سخت سوار ہو گئی ہیں بس دعا فرمائیں۔

لکھنے بیٹھوں تو بہت کچھ لکھنا پڑے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) یعنی تفسیر ماجدی اُردو کا۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۶ جولائی ۵۳ء

برادرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کے دن سے آپ کو لکھنے کا ارادہ کر کے رہ گیا آج جاکر نوبت آئی جب آپ کا خط مل گیا۔ لیٹ جانے کی خبر پڑھ کر فکر پیدا ہوگئی۔ اللہ جلد سے جلد صحت دے۔

تفسیر کے عربی ترجمہ پہ جو میرا نوٹ تھا اس میں نقطے لگی ہوئی جگہ پر علی میاں سلمہٗ اپنا نام سمجھے اور مجھے مفصل خط لکھا جس سے میری شرمندگی میں اضافہ ہوا۔ اب ان کی رائے ہے کہ پورے ترجمے کے بجائے صرف خلاصہ عربی میں منتقل کر دینا آسان تر اور زیادہ قابل عمل ہوگا (یعنی صرف ذاتی تحقیق اور نئے معلومات والے حصہ کا) میں نے جواب لکھ دیا کہ بسر و چشم بشرطیکہ انتخاب مولوی شمس تبریز خاں کریں زیر ہدایت و مشورہ مولوی اویس اور ترجمے کا کام مولوی رابع کریں خود علی میاں کی نگرانی میں۔

چغتائی آپ سے ناخوش نہیں کچھ حجاب سا محسوس کرنا قدرتی ہے۔ نہ ملنے کا عذر تو یہی کم فرصتی ہی بیان کرتے ہیں۔ چھٹیوں میں آئے ہوئے تھے اب واپس ہو گئے۔ پابندی سے تو نہیں لیکن اکثر آتے رہے، اور میں حسب موقع چپکے چپکے حضرت اکبر کے رنگ میں تبلیغ کرتا رہا۔ بحث و مباحثہ نہیں کرتے مذہبی ذکر کو ٹال جاتے ہیں یہی بہت غنیمت معلوم ہوتا ہے۔ اقبال سے بھی مذہبی عقیدت ہے بلکہ فارسی کلام کا ترجمہ فرنچ میں کیا ہے UNESCO کے لیے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب سے بھی رابطہ ضبط جاری رکھے ہوئے ہیں۔

سانحہ کے بعد پہلی دفعہ باندے جانے کا اتفاق ہوا اب کی بھی شادی میں۔ (مسعود میاں مرحوم کے چھوٹے لڑکے کی شادی اب جاکر ہوئی ہے) قبرستان پہلے ویران پڑا رہتا تھا بغیر کسی چار دیواری کے اب کی اس کے برعکس خوب تیار ہو گیا ہے اور ایک مکان بھی احاطے کے دروازے پر تعمیر ہو گیا ہے میاں انور نے مجھے اسی مکان میں اتارا۔ دن رات میں جب چاہا قبر کی زیارت کی اور کیا بتاؤں قبر دیکھ کر دل پر کیا کیا اثر پڑے۔ پہنچتے ہی کہا کہ باندے تم سے ملنے تمھیں دیکھنے تمھیں ساتھ لے جانے

آیا کرتا تھا تقدیر نے یہ دن نہ دکھایا کہ اب تمہارے مزار پر فاتحہ کے لیے آیا ہوں۔

والسلام دُعاگو دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مولانا نے مکتوب الیہ کی رائے تفسیر کے عربی ترجمے کے متعلق بلا تصریح نام صدق میں نقل کی تھی اور اس پر نوٹ دیا تھا۔

(۲) انگریزی میں اسلامیات کے مشہور فاضل اور متعدد محققانہ کتابوں کی علی الخصوص سیرت نبوی اور اسلام کے مصنف۔

(۳) یعنی مولانا کی بیگم صاحبہ کے سانحۂ انتقال کے بعد۔

بسم اللہ

دریاباد

یکم دسمبر ۷۱ء

برادرم! وعلیکم السلام

آصف قدوائی[1] کا نام تو سب سے پہلے میرے ذہن میں آیا تھا میرے بڑے مخلص ہیں اور اپنی برادری کے ہیں لیکن وہ بے چارے نیم جاں ایک انار و صد بیمار واقعتاً ہو رہے ہیں ایک اردو ہفتہ وار عزائم کا کام الگ ان کے ذمہ اور اپنی زندگی کا ہر لمحہ علی میاں سلمہٗ کے کام کے لیے وقف کیے ہوئے۔ غریب کو دم لینے کی فرصت نہیں۔

علی میاں کو اور بھی دو سرے انگریزی مترجم بھی بہت اچھے مل گئے ہیں محی الدین نام ہے سکریٹریٹ میں کسی عہدے پر ہیں اصحاب دعوت عزیمت کا انگریزی ترجمہ انھوں نے تیار کر لیا ہے[2]۔ ایسی خوش قسمتی ہر ایک کے نصیب میں کہاں آ سکتی ہے۔

میری انگریزی تفسیر تو مدت دراز ہوئے شائع ہو چکی ہے اب تو چار سال ہوئے صاحب تاج کمپنی

کی فرمائش ہوئی کہ وہ ضخیم تفسیر تو صرف خال ہی خال پڑھتے ہیں اب کی محض ترجمہ کر دیجئے تو میں اسکی اشاعت خوب کروں گا چنانچہ بہ تمام تکمیل کر دی گئی اور یہی اس روزنامہ نے آپ کے ملاحظہ کو پیش کر دیا۔
ہاں سوالات کرنے کو جو آپ نے پوچھا تو یہ کون پوچھنے والی بات تھی ؟ سوالات جو بھی چاہیئے بے تکلف پیش فرمائیے نام تو سائل کے یوں بھی اس کالم میں ظاہر نہیں کئے جاتے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) شدید گٹھیا کی وجہ سے ٹانگوں سے بے بس معذور ہو گئے ہیں اور چلنے پھرنے کے قابل نہیں۔ لیکن اس کے باوجود ماشاء اللہ لیٹے لیٹے اسلامیات پر متعدد کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کر ڈالا۔
(۲) اس کے بعد انھوں نے مولانا علی میاں صاحب کی متعدد کتابوں کا ترجمہ کیا۔

بسم اللہ

دریاباد

۹ ر دسمبر ۱۹۷۱ء برادرم! السلام علیکم

ہمارے دست گیر رشید بے چارے کسی ابتلا میں آگئے ہیں میرے پاس دعا کے لئے خط آیا ہے جس سے اضطراب بلکہ اضطرار ٹپک رہا ہے لکھا ہے کہ میرے لئے بھی اور بچوں کے لئے بھی دعا صحت کی، عافیت کی ۔ خیر میری دعا تو ٹوٹی پھوٹی جیسی ہو گی ظاہر ہی ہے باقی آپ کا نام میں نے ان کو بھی لکھ دیا ہے خود آپ کو بھی لکھے بھیجتا ہوں۔

نیا عذاب جو جنگ کی صورت میں نازل ہوا ہے دیکھئے کب ٹلتا ہے اور رکتا بھی ہے یا نہیں۔ پاکستانی مخلصوں سے لے دے کر ایک تعلق مراسلت کا باقی رہ گیا تھا اب اس کی بھی کیا صورت ہے بیسیوں گونا گوں تکلیفیں جو اٹھانا ہوں گی وہ الگ۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) ریٹائرڈ استاد فارسی نظام کالج حیدرآباد اور مولانا اور مکتوب الیہ دونوں کے مخلص خصوصی اور صاحب تصنیف۔

(۲) ہند و پاک کی جنگ جو بنگلہ دیش کے سلسلے میں ہوئی مراد ہے۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۳ دسمبر ۷۱ء برادرم! وعلیکم السلام

دونوں خطوں کے جواب بروقت ارسال کر چکا ہوں اب اگر ڈاک کے ڈاکو ظالم نہ پہونچنے دیں تو بجز اپنا سر پیٹنے کے اور کیا کروں۔

ڈاک وغیرہ تو اب جنگ شروع ہو جانے کے بعد سے بند ہوئی تھی۔ مولوی اشرف خاں کا پورا مقدمہ شروع اکتوبر میں آپ کے کئی ٹکڑے کر کر کے تو میں دے رہا ہوں۔ وحدۃ الوجود کی تعلیم اب اس میں جا بجا نظر آتی اگر شرح و سیع نظر آتی تو اختلافی حاشیے دے دیتا۔

نام سید السوانح کی بیماری میں نہیں تو اول تو اشرف السوانح مرشد کی سوانح عمری عاشق مست شدہ کے قلم سے اور یہ حیات سلیمانی مولانا داستاد کی سوانح عمری ہے مولانا و شاگرد کے قلم سے۔ دوسرے اس میں نام کی مناسبت ظاہر تھی۔

غلام دستگیر رشید کے لیے دعا کرنے کو دو خطوں میں لکھ چکا ہوں بے چارے سخت پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۲ر فروری ۱۹۶۸ء

برادرم! وعلیکم السلام

بڑے ہی شکر کی بات ہے کہ آپ کو مرض بے خوابی سے افاقہ ہوا اللہ تعالیٰ شفاء کامل عطا فرمائے ۔ سفر اعظم گڑھ علی میاں اور مولوی عمران خان کی معیت میں لطف سے کٹا (حالانکہ) اب کسی سے کبھی ملنے جلنے میں لطف سے زیادہ افسردگی ہی رہتی ہے) مختصر سی روداد سفر فوراً نہیں تو ایک ہفتے بعد مطالعہ کیجیے گا۔

حیات سلیمانی آدھی چھپ کر کاتب صاحب کے پنجۂ مغضب میں گرفتار ہے اب دیکھئے کب نکل پاتی ہے ۔ مالی حالت ادارے کی بہت سقیم ہوگئی ہے کام ریزرو فنڈ سے چل رہا ہے اور ظاہر ہے کہ کب تک چل سکتا ہے ۔ رائے یہ قرار پائی ہے کہ اب کی میٹنگ ایک کانفرنس کے ساتھ بمبئی میں کی جائے ۔ وہاں کے تاجروں سے اچھی خاصی امداد کی توقع ہے ۔ دیکھئے اللہ کو کیا منظور ہو۔ مستقل صدر اب نواب (مکرم جاہ) کے چھوٹے بھائی کو بنایا گیا ہے ۔

جلسے کی تاریخ ۲۶ر ——— ۳۰ر اپریل قرار پائی ہے ۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۶ر مارچ ۱۹۶۸ء برادرم! وعلیکم السلام

آپ کی بیماری و معذرت کو پڑھ کر دل بڑا ہی کڑھتا ہے ۔ اور جیسی بھی دعا بن پڑتی ہے اس کی توفیق بھی کچھ نہ کچھ ہوتی جاتی ہے ۔

عقلاً تو خوش ہونا چاہیئے کہ ان بہانوں سے گناہ خوب دھلتے جاتے ہیں اور جسمانی آزار کے ذریعے روح کی تطہیر ہوتی جا رہی ہے ۔ لیکن وقتی تکلیف تو بہرحال ہوتی ہی ہے اور انسان بیچارہ انگلی میں پھانس گڑنے کی بھی تکلیف نہیں برداشت کر سکتا ہے ۔

ہاں صاحب یہ آپ کتنی بار لکھ چکے ہیں کہ اب دعا و تمنا صرف مغفرت کی ہے یہ صرف مغفرت کیا معنی دنیوی راحت اور عافیت تمام تر بے نیازی کے قابل ہے؟ دعا ایسی رکھیئے جس کی تعلیم شریعت نے دی ہے یعنی عافیت دارین کرب والم کا شائبہ کبھی نہ آنے پائے نہ یہاں اور نہ وہاں نہ عاجل نہ آجل ۔

بہرحال اللہ آپ کو شفا بخشے ۔

ہاں صاحب ایک تازہ خبر سنئے جی میں آیا کہ چلتے چلاتے ایک ہلکا پھلکا سرسری تذکرہ اپنے معاصرین پر لکھ ڈالوں تحقیقی قسم کا نہیں محض قلم برداشتہ زیادہ نہیں کوئی ۷۰ - ۷۵ عنوان رکھنا ہیں ہر عنوان کے نیچے زیادہ سے زیادہ ڈھائی صفحے ۔ رفیقوں میں قدیم ترین آپ ہی ہیں آپ کا تذکرہ ناگزیر ہے ۔

بڑا مایوس اپنی تفسیر کی طرف سے ہو رہا ہوں ۔ تیسری جلد یعنی گیارھویں پارے کی کتابت کی نوبت اب خدا خدا کر کے آ رہی ہے[1] ۔ ایک خاص مسئلہ میں سارے مفسرین سے اختلاف کی نوبت آ رہی ہے اس کا موقع کہیں پارہ ۲۷ میں آئے گا اس وقت تک جیتے رہنے کی امید تو وہم سے بھی بڑھ کر موہوم ہے ۔

والسلام دعا گو و دعا جو

عبدالماجد

(۱) گیارھویں پارہ مولانا کے انتقال سے دو مہینے پہلے شائع ہوا۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۳ مئی ۷۲ء　　　　برادرم!　　　　وعلیکم السلام

دریاباد ہی میں بدستور ہوں لکھنؤ میں کیوں ہوتا۔

۲ ۔ لکھ چکا ہوں کہ دارالمصنفین کا حال بہت پتلا ہو چکا ہے تنخواہیں تک نکلنا مشکل ہو گئی ہیں اب کی یہ ٹھہری کہ جلسۂ انتظامیہ بمبئی میں کیا جائے اور صدر پرنس مفخم جاہ کو بنایا جائے۔ خیر پرنس تو آئے نہیں۔ نہ خط کا جواب آیا اور جلسہ بمبئی میں ہو گیا اور رقم معقول تو نہیں البتہ تھوڑی بہت یعنی ۲۵ ـ ۳۰ ہزار نقد وصول ہو گیا۔

۳ ۔ یوں بھی شاید ایسے نازک وقت مجھے سفر کرنا ہی پڑتا باقی عین وقت پر یعنی لکھنؤ اسٹیشن پہونچ کر شاہ معین الدین صاحب دفعتاً سخت بیمار ہو گئے اور سر سے قطعی معذور اس لیے میرا جانا اور بھی لازمی ہو گیا۔ ایک جلسے میں میرے مقالے کا عنوان تھا "تفسیر قرآن کے جدید تقاضے" اللہ نے حسن قبول عطا فرمایا میں تو چار دن ٹھہر کر چلا آیا۔ باقی حضرات ٹھہر گئے تھے (علی میاں، مولوی عمران خان، مولانا اویس وغیرہم۔

۴ ۔ یہ سورۂ کہف کا آخری رکوع ہمیشہ مد نظر رہا ہے بڑا پر کیف بڑا جلالی اور اس کی آیت الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا ایک کلیدی آیت ہے۔

۵ ۔ مولانا گیلانی اس پر پوری کتاب لکھ چکے ہیں ۲۰۰ سو صفحے کی تذکیر سورۂ کہف تیس برس اسے چھپے ہوتے ہو گئے۔ علی میاں عربی اور اردو دونوں میں لکھ چکے ہیں اسے بھی دو ایک برس ہو چکے ہیں صدق میں تعارف بھی آ چکا ہے۔

۶ ۔ آپ کا خط مع جواب ان شاء اللہ گنجائش نکلنے پر صدق میں درج ہو گا۔

والسلام
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۶ جون ۲۷ء برادرم! وعلیکم السلام

شرمندہ ہوں کہ اب کی آپ کو جواب دینے میں بہت دیر ہوگئی کبھی کبھی کام ایسے پڑجاتے ہیں کہ ضروری خط بھی لاجواب رہ جاتے ہیں۔

'قبض و بسط' تو صوفیہ کے ہاں کی خاص اصطلاحیں ہیں اور ان کا مفہوم بھی بس وہی لوگ جانتے ہیں قرآن و حدیث میں آئے نہیں۔ ہم طالب علم صرف رجا خوف سکینت خشیت کو جانتے ہیں باقی اگر خشیت کا غلبہ زیادہ ہو تو احیاء العلوم و کیمیائے سعادت میں باب الرجا ملاحظہ کر لیجئے اور حدیث میں ابواب الرحمتہ والشفقتہ کو اور خود قرآن مجید میں آیات رحمت و عفو و مغفرت کو۔ یہ تو ایک عامی کا مشورہ ہے اپنے ہی سے عامیوں کے لیے ورنہ لقمان کو حکمت کون سکھاتا ہے۔

تفسیر قرآنی کے سلسلے میں کیا عرض کروں کہ ہر دن کیسے نئے نئے معلومات حاصل ہوتے جاتے ہیں۔ ہر پرانی تحریر چند ہی مہینوں کے بعد باسی اور ناقص نظر آنے لگتی ہے ابھی ایک انگریزی کتاب میں یہ ہندو عقیدہ پڑھا کہ کائنات بھی خدا ہی کی طرح ازلی اور ابدی ہے اور اس کے آغاز و انجام کے کوئی معنی نہیں اور معاً ذہن منتقل ہوا کہ ھو یبدئ الخلق و یعیدہ کے قسم کی جتنی آیتیں ہیں سب اس گمراہی کے رد میں۔ کتنا غصہ اپنے اوپر آتا ہے کہ قرآن کا مطالعہ اب آخر سن میں شروع کیا اسے تو عین جوانی شروع کرنا تھا۔

چھوٹی لڑکی زوجہ علیم کو سکون کے ایک لمبے وقفہ کے بعد پھر زیادتی کا دورہ شروع ہوا اور پھر وہی درخواست دعا ہے۔

والسلام

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۶ راگست ۷۲ء

برادرم! السلام علیکم

ایک نہیں تین تین خط تابڑتوڑ وصول ہوگئے گو پہلے دونوں کارڈوں پر پانی کے بڑے بڑے دھبّے نہ معلوم کہاں سے پڑ گئے خاصے حصّے سے محروم ہی رہنا پڑا اپنے طبعی تجزیوں سے بھی آپ نے خوب نوازا۔

اکتوبر کا موسم میرے قیام لکھنؤ کا ہوتا ہے۔ اب کی رمضان کا بڑا حصہ اکتوبر میں ہی پڑتا ہے۔ اس لیے لکھنؤ کا پروگرام ہے۔ رکوا جانے کا ہو رہا ہے باقی جو کچھ اللہ کو منظور ہو۔

قوا انفسکم واہلیکم میں اہل سے مفسرین نے مراد عزیز قریب سے لی ہے میں سمجھتا ہوں کہ جتنے لوگ بھی رشتے یا کفالت کی بناء پر اپنے بس میں ہوں بس ان پر تاکید احکام کی طرف اشارہ ہے۔

کھانسی کا سلسلہ ابھی چل رہا ہے اور ضعف کے دن تو ہیں ہی۔

انشاء اللہ آپ صاحب زادی وغیرہ کو افاقہ ہو گیا ہو سکون قلب کے لیے یہ بھی ایک بڑی تدریجی چیز ہے قومی آواز میں تازہ انشائیہ کا منتظر رہوں گا۔

والسلام دعاگو دعا خواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۲ اکتوبر ۶۷ء — برادرم! — السلام علیکم

آپ کی پچھلی ملاقات سے بہت ہی متاثر آیا۔ یہاں آکر تین چار بار لڑکیوں سے ذکر[1] کر چکا ہوں کہ اب معلوم نہیں بیچارے کی کیا حالت ہے خیر یہ تو اچھا ہی ہے کہ آپ سب کو بھول جائیں بجز ایک ہی ذات کے جو بھولنے والی نہیں۔ دینداری کی زندگی ایسے ہی وقت کام آتی ہے۔ اپنے دو جاننے والے کو دیکھا کہ بڑے پڑھے لکھے صاحب قلم تھے مگر آخر عمر میں سب کچھ بھول گئے تھے ایک اور صاحب کو دیکھا جو باوجود اعلیٰ مغربی تعلیم کے دیندار اور پابند فرائض تھے انھیں آخر میں صرف قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورت یاد رہ گئی تھی بس اس کا ورد کئے جاتے تھے۔ آپ کو یہ نعمت کچھ کم حاصل ہے کہ آپ بیٹھے بیٹھے یا لیٹے لیٹے ذکر الٰہی کئے جاتے ہیں اور دُعا و تسبیح میں لگے لپٹے ہیں۔ بڑی نعمت ہے۔

کبیر میاں[2] باہر گئے ہوئے ہیں آنے پر سلام انشاء اللہ پہونچا دوں گا۔ حاجی محب علی مرحوم تو مدت ہوئی رخصت ہو چکے۔ عالم برزخ ہی میں آپ کا سلام انشاء اللہ پہونچ جائے گا لڑکیاں بھی آپ کے حق میں دُعائے خیر کر رہی ہیں۔ آخر آپ تو ان کے حق میں دعائیں برسوں سے کرتے چلے آئے ہیں۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) اس زمانے میں مکتوب الیہ پر سہو و نسیان کا شدید غلبہ تھا ہر چیز بھول جاتے تھے۔

(۲) مولانا کے حقیقی ماموں زاد بھائی ان کا مولانا سے دو مہینے پہلے انتقال ہوا۔

— —— —

بسم اللہ

دریاباد

۷ نومبر ۱۹۶۳ء　　　　برادرم!　　　　وعلیکم السلام

جی ہاں اس ہفتہ میں انشاء اللہ جب تو لکھنؤ کا ارادہ ایک دن کے لیے۔ دیکھئے جو آپ کے یہاں پہونچ جاؤں۔

پشاور کے مولوی حافظ محمد اشرف خاں کی کتاب پر آپ نے ہو تقدمہ یا دیباچہ لکھا وہ ان بیچارے کو نہیں پہونچایا۔ ڈاک کی گڑبڑ کی نذر ہوا یا آپ سرے سے بھیجنا بھول گئے۔ کابل والے پتے سے ان کا خط آیا ہے۔ اس میں انھوں نے لکھا ہے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۱ جنوری　　　　برادرم!　　　　وعلیکم السلام

اجتماع تبلیغ تو ۲۷، ۲۸، ۲۹ جنوری کو ہو رہا ہے انشاء اللہ سہ پہر کو لکھنؤ حاضر ہو جاؤں گا اور سہ پہر کو واپسی ہوگی۔

تو آپ ان دنوں میں جس وقت بھی کرم فرمائیں انشاء اللہ ملاقات ہو جائے گی اگر باہر گیا ہوا تب بھی زیادہ دیر تک باہر نہیں رہتا۔

جمعہ کے وقت اگر آپ نے زحمت کی تو میاں آفتاب اس وقت نہ ہوں گے (دریاباد میں ہوتے ہیں) بعض دفعہ ملاقات میں ان کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

پاس انفاس کا پھر زبانی ذکر ہوگا اس پر خود آپ کی رہنمائی کا منتظر تھا۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) تحقیق کے پرانے مضامین اور مولینا کے کتب خانہ کی کتابوں کے سلسلہ میں۔

بسم اللہ

دریاباد

۷؍ اپریل ۶۰ء   برادرم!   السلام علیکم

آپ کو توقع تھی کہ انشاء اللہ اپریل تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ اللہ کرے یہ توقع سو فیصدی پوری ہو گئی ہو۔

مقدمہ مکاتیب گیلانی (۱) پر اب پڑھا، خوب ہے اور ماشاء اللہ بہت خوب ہے

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی علیہ الرحمۃ کے مکاتیب کا مجموعہ جلد اوّل جو مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی امیر شریعت بہار نے مرتب کر کے شائع کیا۔

مولانا صبغۃ اللہ شہید انصاری فرنگی محلی کے نام

بسم اللہ

دریاباد

۲۴؍ اگست ۵۳ء   برادرم!   وعلیکم السلام

اب کی بقرعید کیسی محسوس ہوئی؟ کتنی پچھلی عیدیں اور بقرعیدیں یاد پڑ گئی ہوں گی؟ اور پھر شادی کے بعد پہلی بقرعید! پرسوں بقرعید کے دن یہ سوچنا شروع کیا تھا کہ مرحومہ یاد پڑ گئی ہوں گی کہ اس وقت مرحومہ جس جنت نعیم میں ہوں گی اس کے سامنے اس دنیا کی سارے

عیدوں اور بقر عیدوں کی مل کر بھی کیا ہستی ! اور وہ منزل خود ہم سے آپ سے کب بہت دور رہے -

والسلام

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ مولانا کے بڑے پرانے بے تکلف مخلص دوست تھے۔ آخر دم تک مولانا سے ان کے عزیزانہ تعلقات قائم رہے۔ موصوف مدرسہ نظامیہ فرنگی محل سے فارغ تھے اور بڑے خوش بیان مقرر تھے خوش گو شاعر بھی تھے اور اعلیٰ ادبی ذوق کے مالک تھے۔ ضلع جگت اور اور رعایت لفظی میں بڑا دخل تھا جس محفل میں ہوتے اپنے جملوں سے مجلس کو لالہ زار بنا دیتے ۔

(۲) مکتوب الیہ کی بیوی کا انتقال عید الاضحیٰ سے پہلے ہوا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۲ اگست ۳۵ء   برادرم!   السلام علیکم

مولوی ہاشم سلمہٗ[۱] کا خط ملا تعزیت کے مخاطب نمبر اوّل تو آپ ہی ہیں وہ نمبر دوم پر ہیں۔ بنا بنایا گھر تو آپ کا برباد ہوا بقول حالیؔ ؎

دیر میں یا حرم میں گذرے گی

عمر اب تیرے غم میں گذرے گی

بہر حال ہو سکے تو آپ خود ہی یہاں تک تکلیف فرمائیں میرے یہاں پہنچنے کا اندازہ ہی کیجئے کیا ہے۔ ممکن ہے چند منٹ کی دیر ہو جاتی برسات کے موسم میں کبھی عین وقت پر شدید بارش بھی حائل راہ ہو جاتی ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

مجھ گنہگار کی طرف سے اس کا یقین دلا دیجئے بلکہ عبارت ہی پڑھوا دیجئے۔
آپ نے کمال کیا کہ پاکستانی مہمانوں کی رخصت کے بعد ان کی آمد سے مطلع فرمایا! ستم ظریفی کی انتہا! کرم اندکم حبیب یاں شملہ[2] سے تو فوراً ملتا۔ اب حسرت ہی حسرت ہے۔
آئندہ خط لکھتے تو یہ یاد کر کے لکھ دیجئے کہ شعر والے عرس[3] کی انگریزی تاریخیں کیا ہوں گی۔
جمال میاں[4] تو اس وقت موجود ہوں گے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) غالباً مکتوب الیہ کی خوردسال پوتی یا نواسی کا انتقال ہوا تھا۔

(۲) مکتوب الیہ کے منجھلے صاحبزادے مولوی حبیب انصاری جو پاکستان بننے کے بعد ڈھاکہ اور سندھ میں کراچی منتقل ہو گئے۔

(۳) فرنگی محل کی اس شاخ کے اکابر کا عرس۔

(۴) مولانا جمال الدین عبدالوہاب فرنگی محلی مراد ہیں جو پاکستان بننے کے کئی سال بعد پاکستان منتقل ہو گئے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۷ ستمبر ۵۲ء　　　　برادرم!　　　　وعلیکم السلام

۱۔ مولانا گنج مرادآبادی کا سال وفات مجھے ۱۳۱۳ ہجری یا ۱۸۹۵ء یاد پڑتا ہے۔ مزید تحقیق منشی احترام علی سے ہو سکتی ہے یہ لوگ وہیں کے مرید ہیں۔

۲۔ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۰/۱۸۶۳ تا ۱۳۶۲/۱۹۴۳ کا جب سے انقطاع سفر ہوا بارشاد مرشد وطن میں ہی رہنے لگے خانقاہ عالم وجود میں آگئی نام اپنے نام پر نہیں بلکہ مرشد کے نام پر

خانقاہ امدادیہ رکھا۔ مسجد سے متصل اور اسی حلقے کے اندر جنوب میں ایک دری میں مولانا کی نشست گاہ تھی۔ اور شمال مشرق میں متعدد حجرے بالاخانے پر بھی ہیں۔ طالبین، زائرین شاغلین آکر قیام کرتے اور بعض تو مہینوں بلکہ برسوں یہیں رہ جاتے کھانے پینے کا انتظام باہر سے رکھتے۔ ایک مسجد کے مؤذن بہت قلیل معاوضے پر اپنے گھر سے کھانا لاکر انھیں دیتے۔ غسل خانے، پاخانے، استنجا خانے وغیرہ بہت قاعدہ اور سادہ لیکن آرام دہ طریقے سے بنے ہوئے۔ ایک ایک وقت میں ۳۰۔ ۴۰ تک طالبین قیام کر سکتے۔ رات کو کوئی ذکر و شغل تہجد گزاری میں مصروف رہتے دن کو درمیان ظہر و عصر مجلس اشرفی میں حاضر رہتے۔ شب میں اپنے حالات و کیفیات سے متعلق پرچہ لکھ کر لیٹر بکس میں ڈال دیتے صبح بعد نماز فجر مولانا ان پرچوں کو پڑھ کر سب کے سب مناسب حال انھیں ہدایت لکھ کر پرچے مسجد کے منبر پر رکھ دیتے ہر شخص اپنا پرچہ اٹھا لیتا۔ طالبین دن میں تلاوت قرآن وغیرہ میں لگے رہتے۔ آپس میں زیادہ خلاملا کی ممانعت تھی تاکید اس کی یہ تھی کہ اپنے کام میں لگے رہیں۔ دوسرے کے معاملات میں دخل دے کر وقت ضائع نہ کریں۔ سارا کام جھاڑو بہارو وغیرہ اپنے ہاتھ سے کرتے رہیں اکل حلال کے لیے کسی بھی پیشے کو حقیر نہ سمجھیں بعض کو تادیباً محض خدمتی کاموں پر متعین کر دیا جاتا بعض بکریاں چراتے بعض دینی علوم الخ کا سبق بھی مدرسہ کے استادوں سے پڑھتے۔ پوری تربیت سب ہی حاصل کرتے۔ یہ سلسلہ کچھ نہ کچھ اب بھی قائم ہے۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) یعنی مشہور عارف باللہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ۔

(۲) قومی اور ملی تحریکوں میں پیش پیش رہنے والے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے معتمد مال اور کاکوری کے رئیس۔

(۳) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۷ جنوری ۵۷ء برادرم! وعلیکم السلام

سید حسین صاحب سے ملاقات کچھ تھوڑی بہت تو شاید بھائی صاحب سے بھی ہے مگر میاں سمیع سندیلوی سلمہٗ سے زیادہ ہے باہر کے لوگوں میں شاہ معین الدین صاحب ردولوی اعظم گڑھی بھی ہو سکتے ہیں۔

فرنگی محل حاضری میں میری سب سے بڑی روک خود جناب والا کی ذات والاصفات ہے میری سیہ درخواستوں کو آپ برابر تصنع و تکلف ہی پر محمول کرتے رہے تجربوں کی بھی ایک حد ہوتی ہے وہ حد گزر چکی ہے۔

"تکیہ کلام" تو خاص آپ کے رنگ کا مضمون ہے جو کچھ تحریر فرمائیں اس پر اپنی بساط کے لائق اضافہ کر دوں گا۔

ڈاکٹر عبد العلی صاحب خاتون منزل سے دو قدم پر ہیں۔ پھر اپنی غرض بھی تقریباً ہمیشہ ہی ان سے وابستہ رہتی ہے اس پر ان سے ملاقات کی نوبت کہیں تیسرے چوتھے مہینے میں آتی ہے۔ حکیم امین سلمہٗ بیوہ احسان الرحمٰن قدوائی مرحوم چودھری عرفان چودھری شرف الزماں علی میاں سلمہٗ مولانا عبد الباری وغیرہ وغیرہ سب کی باری کہیں اتنے ہی عرصے کے بعد آپاتی ہے قابل ہمدردی ہوں نہ کہ مستحق ملامت۔

تفسیر کے لیے میاں آفتاب سے دو بار کہہ چکا ہوں اب اس وقت تو وہ لاہور میچ دیکھنے گئے ہیں۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ
عبد الماجد

(۱) مولانا سید سلیمان ندوی علیہ الرحمہ کے داماد۔

(۲) مولانا کے بڑے بھائی مولوی عبد المجید صاحب۔

(۳) مولانا کے بھتیجے داماد عبد السمیع سندیلوی۔

(۴) مکتوب الیہ کے بے تکلف اور خاطر داریاں کرنے کی وجہ سے خاص کر کھلانے میں اصرار شدید کرنے کی وجہ سے۔

(۵) ڈاکٹر صاحب سارے گھر کے معالج رہتے تھے۔

(۶) مولانا کے قریبی رشتے کی بھانجی۔

(۷) مولانا کی بیگم صاحبہ کی خالہ زاد بہن کے شوہر جو مولانا کی تحریروں کے بڑے شیدائی تھے۔ ان کا جنوری ۱۹۸۱ء میں انتقال ہوا۔

(۸) مولانا کی بیگم صاحبہ کے حقیقی خالہ زاد بھائی اور سابق جج رام پور ہائی کورٹ۔

(۹) مکتوب الیہ کو مولانا سے اس کی شکایت رہتی تھی کہ وہ فرنگی محل بہت کم آتے ہیں۔

(۱۰) تفسیر ماجدی اردو۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۱ر جولائی ۵۵ء　　　برادرم!　　　وعلیکم السلام

تعجب ہے کہ آیہ کریمہ لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا مجھ سے ہر مرتبہ حاضری کی فرمائش کرنے میں ذہن مبارک سے نکل جاتی ہے۔

ایک نہیں متعدد اہل خصوصیت اور قریبی اعزہ فاصلے کے لحاظ سے آپ سے کہیں قریب تر لکھنؤ میں رہتے ہیں ڈاکٹر عبد العلی، علی میاں، حکیم امین، بیوہ احسان الرحمٰن قدوائی، چودھری عترت گولہ گنج والے چودھری شرف الزماں والدہ چودھری خلیق الزماں وغیرہا۔ مہینوں ان لوگوں سے ملاقات نہیں ہو پاتی بلکہ بعضوں سے تو برسوں بھی۔ طریقہ باری باری کا رکھتا ہوں کبھی کسی سے مل لیا اور کبھی کسی سے اس کے سوا

اور کوئی صورت ممکن العمل ہی کیوں کر ہے۔

پرسوں ۱۳ کو انشاء اللہ لکھنؤ میں موجود ہوں گا ۹ بجے شب کو ایک ریڈیائی مباحثے میں شریک ہونا ہے دن میں ایک بار وہاں جانا ہے کہ ۱۴ کو انشاء اللہ گھر پر موجود رہوں گا۔ ۱۶ کی شام کو واستان حرم پر تقریر ہے۔ ۲۱ اگست کو ایک ریڈیو کمیٹی کا اجلاس ہے۔

جی ہاں کلکتہ[4] کے میرے میزبانوں نے بحمداللہ بڑی ہی خاطر کی۔ کبھی صدق میں انشاء اللہ لکھوں گا۔ قرآنی سوال کا جواب بھی صدق میں نکلے گا۔

بلڈ پریشر خدا کرے اب طبعی حالت پر آگیا ہو۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) یعنی فرنگی محل جاکر مکتوب الیہ سے ملنے کی۔

(۲) مولوی محمد نسیم ایڈوکیٹ لکھنؤ کے بھتیجے اور مولانا کی سگی چچازاد بہن کی طرح بتقیں کی چھوٹی صاحبزادی کے شوہر۔

(۳) یہ مولانا کی ممانی ہوتی تھیں اور مولوی نسیم کی سگی بہن۔

(۴) چنانچہ مشاہدات کلکتہ کے عنوان سے سفرنامہ کئی نمبروں میں شائع ہوا۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۷ اگست ۵۶ء برادرم! وعلیکم السلام

آپ کو بھی کوئی نہ کوئی فیلہ گرنت کامل ہوجاتا ہے ½ ۷ بجے مسجد سے نکلا اور ۹ بجے ٹرین سے روانہ ہونا تھا تو ڈوالس دوام کسی سے بھی ملنے کا موقع اس اخص الناس کو کہاں باقی تھا چلئے خس کم جہاں پاک۔

اب انشاء اللہ اب کی دوشنبہ ۲۰ اگست کو لکھنؤ میں موجود ہوں گا۔ لیکن صبح کا وقت مولوی عبدالباری صاحب نے گھیر رکھا ہے اور سہ پہر غالباً ریڈیو گھر کی نذر ہوجائے اگر گنجائش نکل سکی تو ضرور خبر کروں گا۔

فلسفہ میرے زمانہ کا کچھ اور تھا اور اب کچھ اور ہو گیا ہے۔ سایئکالوجی نفسیات تک کا جو میرا خاص موضوع تھا اب حلیہ ہی بدل گیا ہے۔ میری کتابیں اب کسی طالب علم کو کیا کام دے سکتی ہیں۔ تاہم اگر عزیزہ سلمہا اپنے کورس کی تفصیل لکھ بھیجیں تو شاید کچھ مشورہ دے سکوں۔
خدا کرے مرض میں نمایاں افاقہ ہو گیا ہو۔

والسلام دُعاگو
عبدالماجد

(۱) اس دفعہ مولانا نے بقرعید لکھنؤ میں کی تھی اور بقرعید کی نماز مسجد ماموں بھانجہ نزد خاتون منزل میں ادا کی تھی۔

(۲) مکتوب الیہ کی ایک صاحبزادی جو بی اے کی طالبہ تھیں جنھوں نے اختیاری مضمون میں سے سایئکالوجی لی تھی۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۷ فروری ۵۶ء
برادرم!
وعلیکم السلام
والا نامہ پرسوں سہ پہر کو یہاں پہونچتے ہی مل گیا تھا۔ جواب اس سے قبل لکھنا ہی بے کار تھا۔ پہلی ڈاک سے لکھ رہا ہوں۔
مجھے یہ عنوان(۱) ملتا تو میں ادبیات اُردو کے جانے پہچانے ہوئے کرداروں کو سامنے رکھ کر انھیں کے اقتباسات فسانۂ آزاد، توبۃ النصوح، تصانیف شرر، مرزا رسوا اور سجاد حسین وغیرہ سے لے کر ایک خاص ترتیب و تمہید کے ساتھ پیش کر دیتا۔ یں اس قسم کی کتابوں کو جمع کر کے ایک سرسری نظر ان پر کر لیتا۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ
عبدالماجد

(۱) ریڈیو کی ٹاک کا۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۲ نومبر ۵۵ء

برادرم! السلام علیکم

آج کل فسانۂ آزاد دیکھ رہا ہوں۔ وقت جس دن چھین جھپٹ کر مل جاتا ہے اور خاصا لطف اس سے لے رہا ہوں۔ سرشار کو زبان پر قدرت غیر معمولی حاصل ہے نئے محاورے نئی نئی ترکیبیں خدا معلوم کتنی اس سے سیکھ رہا ہوں۔ پڑھتے پڑھتے خیال آپ کی طرف گیا اور بلا تصنع و تکلف وہ خیال عرض کئے دیتا ہوں۔ آپ خود کیوں نہ ماشاء اللہ اپنی زبان دانی اور طلاقت لسانی سے کام لیں اور ایک افسانہ یا داستان مختصر و قلیل الحجم سی اسی طرز و انداز میں لکھ دیں کچھ زیادہ محنت و دماغ سوزی بھی اس میں کرنا نہ ہوگی۔ پلاٹ وغیرہ کے پیچھے فکر نہ کیجئے خود سرشار کے ہاں پلاٹ بیحد غیر مربوط رہتا ہے۔ بس محض زبان کے سہارے چند چھوٹے چھوٹے ٹکڑے لکھ ڈالئے۔

وکٹوریہ پارک کی سیر، درگاہ شاہ مینا[1] کی ایک شام، بارہ دری قیصر باغ[2] کی محفل، باغ ملا انور کا ایک منظر، امین آباد میں سرگشت، حسرت موہانی کے ساتھ چند گھنٹے مجذوب[3] کی یاد اسی قسم کے بیسیوں عنوانات ہو سکتے ہیں۔ ایک چیز یادگار آپ کے قلم کی رہ جائے گی۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) لکھنؤ کے ایک بہت پرانے بزرگ کا نام۔
(۲) واجد علی شاہ کی تعمیر کردہ سفید بارہ دری۔
(۳) مراد خواجہ عزیز الحسن مجذوب غوری۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۷ر دسمبر ۵۷ء　　　　برادرم!　　　　وعلیکم السلام

تعزیت نامہ[1] کی ایک مجھے وصول ہوئے آپ کا غط سب سے بہتر معقول متوازن! ورنہ خلاصہ نکلا صدق نمبر ۳ میں انشاء اللہ جائے گا۔ نمبر ۲ میں گنجائش نہ نکل سکی۔

مدراس کی تاریخیں ۲۰ر جنوری سے شروع ہوتی ہیں کل ملا کر سفر تین ہفتے سے کیا کم رہے گا۔

والدہ رافت یوں تو بحمد اللہ اچھی ہیں کوئی شکایت زیادہ تکلیف دہ نہیں لیکن اپنے کو کمزور اور عام صحت کی طرف سے ایسا مایوس محسوس کرنے لگی ہیں کہ حیدرآباد کا ذکر ہی نہیں لکھنؤ تک کے سفر سے گھبرانے لگی ہیں۔

میاں اشتیاق[2] اپنی دوسری بھتیجی[3] کی شادی اسی دسمبر میں کر رہے ہیں اس تک میں جانے کو کسی طرح تیار نہیں حالانکہ یہ خاص ان کی دلچسپی کی چیز تھی۔

مرا پہلا مرحلہ تو سفر لاہور کا ہے۔ ۲۸ر کو لکھنؤ سے روانہ ہوکر یہاں ۲۹ر کو پہنچ جانا ہے۔ واپسی دریاباد ۱۱ر جنوری سے پہلے کیا ہو سکتی ہے آتے ہی مدراس روانہ ہو جانا ہے کہ وہاں ۱۹ر کی شام تک پہونچ جاؤں۔ حیدرآباد بھوپال کی منزلیں واپسی میں رکھی ہیں۔

۲۷ر دسمبر کی شام کو تو آپ اشتیاق عباسی کے ہاں انشاء اللہ ضرور ہوں گے خدا کرے اب بالکل اچھے ہوں۔

دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مولانا سید حسین احمدؒ کے سانحہ ارتحال پر۔

(۲) مراد اشتیاق احمد عباسی صاحب بار ایٹ لا لکھنؤ۔

(۳) ان کی بھتیجی کی شادی چودھری عرفان حسین صاحب سابق تعلقدار بھیہ کے چھوٹے بھائی چودھری لقمان حسین صاحب ایڈوکیٹ سے ہوئی۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۴ دسمبر ۵۸ء   برادرم!   وعلیکم السلام

کارڈ کل شام کو ملا۔ کیا بتاؤں اس وقت کتنا زیادہ مشغول ہوں۔ وقت کا ایک ایک منٹ بندھا ہوا ہے۔ سفر لاہور اور اس سے کہیں بڑھ کر سفر مدراس کے لیے جہاں ایک پوری کتاب کا مقالہ چھ دنوں میں سنانا ہے۔ سیرۃ النبی قرآن مجید سے۔

دلوان امانت وغیرہ میاں آفتاب کے ہاتھ انشاء اللہ بھیج دوں گا۔ سال دو سال ہوئے ریڈیو نے یہی فرمائش مجھ سے کی تھی میں نے معذرت کر دی تھی اور نام آپ کا پیش کر دیا تھا۔

جگت دلی والے ضلع ہی کے معنی میں بولتے ہیں۔ فرہنگ آصفیہ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے البتہ لکھنؤ میں جگت لڑنا مستعمل ہے یعنی ضلع گوئی میں باہم مقابلہ۔ شوق صاحب زہر عشق کے دو شعر ملاحظہ فرمائیں ؎

چوٹی لپٹی تھی باسی ہاروں سے
لڑ رہی تھی جگت کہاروں سے
میرے پیچھے اس طرح نہ پڑے
اور جاکر کہیں جگت لڑے

خواجہ عشرت نے اپنے لغت اردو میں جگت چھاٹنا پھبتی کہنے کے معنی میں دیا ہے۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) لکھنؤ کے زبان داں محقق خواجہ عبدالرؤف عشرت۔

(۱) مکتوب الیہ نے لکھا تھا کہ مولانا کو مسلم یونیورسٹی ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگری ان کے علمی خدمات کے اعتراف میں پیش کرے۔

(۲) مکتوب الیہ کی صاحب زادی کے امتحان میں کامیابی پر۔

بسم اللہ

دریاباد
۶ اکتوبر ۱۹۵۷ء

برادرم! وعلیکم السلام

مولوی ہاشم سلمہ کی رہائی پر مبارک باد لکھنے کو سوچ ہی رہا تھا کہ آپ کا خط مل گیا۔ میاں حبیب انہوں نے مفصل ملاقات کر کے دریاباد آئے تھے اُن سے مفصل حالات معلوم ہو چکے تھے۔

زبیر اُسلمہ کو اللہ نے دوبارہ زندگی دی۔ سخت تیز کا سانپ یعنی ناگن تھی منٹوں بلکہ سکنڈوں میں زہر اثر کر دیتا تھا واقعات تا حیرت انگیز کہ عقل کے لحاظ سے ناقابل یقین یعنی ۸ بجے شام کا وقت کھلا میدان بغیر کسی گھاس پوس خس و خاشاک کے ہم لوگ صرف چند قدم پر دالان میں بیٹھے ہوئے آدمیوں کی آمد و رفت جاری بس اللہ نے یہ عجوبہ دکھلایا اس نے جان بھی بچا دی۔

جس جگہ سانپ آیا اور اتنی دیر میں گردن ڈھلک چکی تھی۔ مار گزیدہ کا مجرب عمل طمانچہ والا مجھے معلوم تھا خود ہی کس کے دو طمانچہ لگائے اور پھر ہر ممکن طبی تدبیر شروع کر دی شگاف دیتے ہی کالے خون کے قطرے نکلے اور پھر اصلی سرخ خون بہت ساتھ خود زبیر اثبات و استقلال کا مجسمہ ثابت ہوئی زخم کی تکلیف نے رات بھر ایک منٹ کے لئے بھی نہ سونے دیا اب تک پنجے پر ورم ہے اور گرم سینک جاری ہے۔

اپنی بانگ وسب بیچارگی اور مولا کی ربوبیت اور کریمی کے سبق چند دن حاصل ہو گئے۔

دعا گو دعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مرتب کی شریک حیات ۔

بسم اللہ

دریاباد

۵ نومبر ۵۸ء برادرم! وعلیکم السلام

آپ تو خوب اُڑکر وہاں پہونچے ۔ اللہ خیریت سے واپس لائے ۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ اندازہ کب تک واپسی کا ہے ۔

مرحومہ بڑی چھپی رستم نکلیں اس حد تک اندازہ مجھے بھی نہ تھا گو کہ تہجد گزاری کثرت تلاوت و نوافل نیز پابندی اشراق اور انتہائی ملنساری اور انکسار سے خوب واقف تھا۔

ڈاکٹر نے شروع رات ہی میں نبض دیکھ کر کہہ دیا کہ اب دم نہیں ہے اب اس پر بھی بار بار پوچھتی رہیں کہ اب وقت کیا ہے ۴ بجے حسب معمول نماز تہجد تیمم کرکے پڑھی ۔ تحمیرہ کا ذ زبان مانگا اور تسبیح ہاتھ میں لے کر گئیں ۔ معاً جیسے کوئی خاص مشاہدہ ہوا زبان سے نکلا اللہ تیرا صد شکر ہے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تسبیح ہاتھ سے گری اور روح عالم بالا پہونچ چکی تھی اتنا بہتر انجام مجھ جیسے دنیادار کے لیے نہیں ۔ اچھے اچھے بزرگوں کے لیے بھی قابل رشک ہے۔

لڑکے کی جدائی میں تو مہینے جو تڑپ کر کاٹے یہ سارا مجاہدہ اضطراری کسی مخصوص درجۂ بلند ہی کے لیے تھا ۔ بس اپنی ہی والدہ ہمشیر کو دیندار و عبادت گذار سمجھے ہوا تھا یہ بیوی اُن سے بھی بازی لے گئیں ذلک فضل اللہ ۔

والدہ رافت انشاء اللہ پانسر سے لکھنؤ واپس آگئی ہوں گی اور دو چار روز میں یہاں آئیں گی ۔

میاں حبیب سلمہٗ کو بہت بہت دعائیں ان کا کارڈ پرسوں مل گیا تھا ۔ زیارت جمال کی نوبت دیکھئے کب آئے ان کی منتقلی سے سنا لکھنؤ نہیں یہیں سے بیٹھے

مراد مفتی رضا صاحب ریٹائر لکچرر شعبۂ سُنّی دوینیات مُسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۴ مارچ سنہ۶۰ء

برادرم! وعلیکم السلام

آپ خوب لکھنؤ آگئے ــــــــ جی بڑا ہی خوش ہوا بغیر آپ کے لکھنؤ سونا معلوم ہوتا تھا بلکہ سناٹا دریاباد بیٹھے ہوئے بھی محسوس ہوتا تھا۔

انشاء اللہ ۲ اپریل سنیچر کو لکھنؤ کا پروگرام ہے سہ پہر کو آپ کے ہاں حاضری دوں گا گاڑی دوپہر کو پہونچتی ہے۔ اب دیکھئے اس دن کتنی لیٹ جاتی ہے۔

ایک خوشخبری سُنئے آپ کی بیٹی رأفت سلمہا اب کی حج و زیارت کے لیے آمادہ ہوگئی ہیں۔ ٹکٹ وسط مئی کے جہاز کے لیے مل گیا ہے۔ اپنی ممانی جان (والدہ انوار الزماں) کے ساتھ جا رہی ہیں۔ حنفیہ کے ہاں تو بغیر محرم کے سفر ناجائز ہے۔ میں نے بعض دوسرے آئمہ کے قول سے گنجائش نکال لی ہے۔ مدینہ منورہ میں ہمارے خان صاحب کی بھی تو اصطفا منزل موجود ہے گو مہمانوں کی کثرت سے چپقلش تو وہاں بھی ہو جاتی ہے۔

ایک غضب سُنئے ابھی پرسوں ہی تو آپ کے نام ڈھاکہ کے پتے پر ایک چھپا ہوا مضمون ایک صاحب کا بک پوسٹ جامعہ قدر دانی لکھ کر بھیجا ہے اس کا ایک فقرہ صرف آپ ہی کے پڑھنے اور داد دینے کے قابل تھا۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ
عبدالماجد

(۱) مولانا کی بڑی صاحبزادی جنہیں مکتوب الیہ نے اپنے بچپن میں بہت کھلایا تھا۔
(۲) حاجی محمد اصطفا خاں صاحب مالک فرم اصغر علی محمد علی۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۹ ستمبر ۶۰ء

برادرم! السلام علیکم

۳ اکتوبر کو لکھنؤ موجود رہنا ہے۔ صبح سے دوپہر تک کا وقت ایک سرکاری کمیٹی (اردو ادبی کمیٹی) کی نذر ہوگا سہ پہر کو اب کی آپ ہی تکلیف فرمائیں۔
بالفرض اس سے کوئی امر مانع ہو تو کارڈ یا کسی اور ذریعہ سے وہیں خاتون منزل یا دفتر صدق کو مطلع فرمادیں۔
جی ہاں مولوی ارادت اللہ[1] کی حکایت میری زبان سے سنئے گا آپ حاتک خدا معلوم کس نے روایت پہونچادی۔
ہاں صاحب مطبع یوسفی[2] اب بھی قائم ہے کتابیں ان کے ہاں سے ملیں گی۔ اور وہ پریس جو مولانا فرنگی محلی کی یادگار میں[3] قائم ہوا اس کا کیا حشر ہوا۔
دکن کے ایک مسلمان[4] وکیل نے ایک عجیب تکلیف دہ مخمصہ میں مبتلا کردیا ہے اللہ ہر شر و فتنے سے محفوظ رکھے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کے بھائی جو دریاباد تشریف لے گئے تھے۔
(۲) یہ مطبع فرنگی محل میں عرصے سے قائم تھا۔
(۳) فرنگی محل کے نامور عالم مولینا عبدالباری فرنگی محلی۔
(۴) صدق جدید کے پیش رو صدق کے ایک پرانے نوٹ پر وکیل صاحب نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس سے وکیلوں کی توہین ہوئی ہے۔

دریاباد

۸ جنوری

برادرم! وعلیکم السلام

جی ہاں مشیت ایزدی پوری ہوکر رہی[1] حالات تو تازہ صدق میں دے چکا ہوں واقعہ اتنا اچانک پیش آیا کہ حیرت رنج والم پر غالب رہی اور کئی دن تک مطلق یقین نہ آیا۔ علیم سلمہٗ کئی دن قبل سے موجود تھے اور علمی خدمت وہی سب سے بڑھ کر کرتے رہے ہاشم بے چارے ٹرنک کال سے اطلاع پاکر پہلی ٹرین سے روانہ ہونے پر بھی وقت سے نہ پہونچ سکے۔

مولوی ہاشم سلمہٗ شروع سے آخر تک برابر شریک رہے حالات قومی آواز وغیرہ میں نکلے ہیں۔ باقی حقیقت تو نمبر بہ نمبر نکال رہا ہے۔ تین نمبر اس وقت تک نکل چکے ہیں۔ میرا بھی ذکر اس کثرت سے لاتے ہیں کہ بار بار آنکھیں نیچی ہوجاتی ہیں۔

حمد اللہ کرے آپ کی واپسی ہو تو آنکھوں کی صحت اور عام صحت کے ساتھ۔ ہمارے ڈاکٹر عبدالعلی صاحب بے چارے زیادہ بیمار ہیں۔ کوٹھے سے اترنا بالکل بند۔ نماز تک اکثر بیٹھ کر پڑھتے ہیں کل ہی دیکھنے چلا آرہا ہوں۔ تعزیت نامہ سب سے پہلے انھیں کا آیا ہے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مولانا کے برادر اکبر مولوی عبدالمجید صاحب کا سانحۂ ارتحال۔

بسم اللہ

دریاباد

۷ اگست سنہ ۶۱

برادرم!   وعلیکم السلام

آج دوشنبہ ہے اور آپریشن انشاء اللہ ہو رہا ہوگا۔ اللہ ہر طرح کامیاب کرے اور نور بسلامت جلد سے جلد نور بصیرت میں ترقی کے ساتھ واپس ہو۔

ہی ہاں ڈاکٹر ہاشم کی یہ ڈگری[1] آپ کو بھی مبارک ہو۔ دعا ان کی عافیت دارین کی فرمایئے۔ تہنیت نامہ سب سے پہلے آپ ہی کا وصول ہوا ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) راقم مرتب کی پی۔ ایچ۔ ڈی۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۰ نومبر سنہ ۶۱   برادرم!   وعلیکم السلام

مدت دراز کے بعد آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط ملا   الحمد للہ

آپ نے سب سے پہلے اس نیازمند کو یاد فرمایا   جزاک اللہ

نور بصارت کا اعادہ مبارک ہو   ماشاء اللہ

نور بصیرت بھی بڑھے گا   انشاء اللہ

آپ کی آنکھوں کے نور کے ساتھ ساتھ میرے دل کو سرور ہوا   سبحان اللہ

قصد سفر ڈھاکہ مبارک ہو   بسم اللہ

کہیں کسی شیطان کی نظر بد نہ لگ جائے — لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ایسے میں کیا کہتا چلا جا رہا ہوں — استغفر اللہ

وہ پنیر کا عطیہ دنوں نہیں مہینوں چلا خوب جی بھر کر کھایا یوں ہی کیا کم خوش ذائقہ تھا

پھر اخلاص کی لذت مستزاد!۔

زاہدہ[1] کی زچگی آپ لوگوں کی دعاؤں سے بحمد اللہ بخیریت ہوگئی۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) مولانا کی چھوٹی صاحب زادی۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۶ فروری ۶۳ء — برادرم! — السلام علیکم

آپ کی مراجعت وطن پر دلی مسرت محسوس ہوئی۔ وہ مبارک بادلوں بھی پیش کرتا پیز[1] کے تحفے

نے لازم کو لازم اور واجب کو واجب تر کر دیا۔ جزاک اللہ

وہاں تو ان شاء اللہ سب خیریت ہی ہوگی۔

ملاقات آپ سے مہینوں نہ سہی لیکن احساس قرب اور امکان ملاقات خود کچھ خوشگوار حمت

ہے "بازاریت" کی صحت میں شبہ میں اپنے قصور فہم سے نہ سمجھ سکا۔

لاحقہ "یت" تو ہر اردو لفظ میں لگا کر حاصل مصدر بنایا جا سکتا ہے خواہ اصلاً وہ کسی زبان

کا بھی لفظ ہو جیسے انگریزیت، عیسائیت وغیرہ۔

عید سے ایک ہفتہ بعد ان شاء اللہ لکھنؤ آنے کا پروگرام ہے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) یعنی پتنگ۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۸ جنوری ۶۳ء

برادرم! وعلیکم السلام

کہیے آپ سے اور بریلوی والوں کے کسی صاحب علم سے رابطہ ہے؟ ہو تو یہ ذرا دریافت کرا دیجئے کہ اس جماعت نے اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کے سلسلے میں اب تک کیا کیا ہے۔

مجھے اپنے ایک مقالے کے سلسلے میں یہ جاننے کی ضرورت ہے۔

اب کی نہاری میں وہ بات نہ تھی جو اس روز تھی ایسی نہاری تو ادھر امین آباد میں مل جاتی ہے۔ اس روز والی غیر معمولی طور پر اچھی تھی۔

والسلام

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۳۰ جنوری ۶۳ء برادرم! وعلیکم السلام

خواب دیکھنا عین دلیل محبت و تعلق قلب ہے۔

سفر ڈھاکہ کا حال لکھنؤ میں سن چکا تھا۔

مضمون بھی بعد کو وصول ہو گیا خدا کرے رمضان کے کسی پرچے میں جگہ نکل آئے تین تین چار چار ہفتے قبل مرتب کر لینا ہوتا ہے۔

بحمداللہ خیریت ہے خدا کرے آپ کی واپسی بہ خیریت تمام ہو غالباً مارچ کے اندر واپسی ہو جائے جوار کا ایک لڑکا ایم۔ ایس۔ سی وغیرہ کراچی کے کسی اونچے کارخانے میں اونچے عہدے پر ہے خود اس سے تو واقف نہیں لیکن اس کے باپ مرحوم اور دادا مرحوم دونوں سے خوب واقف تھا دونوں بڑے مذہبی آدمی تھے اور کاکوری یا کسمنڈی کے رہنے والے۔ لڑکے کی ماں قصبہ بنکی کی ہیں انھوں نے لڑکے کی نسبت کے سلسلے میں مجھ سے مشورہ کیا میں نے خاندان کی دو ایک لڑکیوں کے ساتھ ادیبہ سلمہا کا نام بھی لکھ بھیجا ہے۔

میاں حبیب سلمہٗ کو بہت بہت دعائیں خط کچھ روز ہوئے مل گیا۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۳ مئی ۶۲ء برادرم! وعلیکم السلام

آپ چندے صبر فرما سکیں تو بہتر ہے۔

جہاں بیٹھا ہوا ہوں کتابیں وہاں سے دور رکھی ہوتی ہیں۔ حاجی آفتاب سلمہٗ کو آلینے دیجئے وہی ان شاء اللہ کتاب ڈھونڈھ کر نکال لائیں گے علی العموم انھیں سے یہ کام لیا کرتا ہوں۔

بحمداللہ اچھا ہوں۔

اس ہفتے ایک لمبا سفر درپیش ہے جس سرکاری اردو انعامی کمیٹی کا ممبر ہوں اس کے صدر ڈاکٹر سمپورنانند بہادر ہیں اب وہ گورنر راجستھان ہو گئے اس کی میٹنگ بھی بجائے لکھنؤ کے انھوں نے جے پور طلب کی ہے لکھنؤ سے جے پور کا راستہ ۱۹، ۲۰ گھنٹے کا ہے۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۳ اگست سنہ ۶۳ء

برادرم ! وعلیکم السلام

میٹھی میٹھی باتیں آپ کے لیے کافی تھیں یہ شکر سازی کی آپ کو کیا سوجھی[1] خیر اللہ شفا

دے ذیابیطس کا ایک مجرب نسخہ میاں قدیر کے پاس ہے شفاء الملک حکیم عبدالحمید مرحوم کا لکھا ہوا

وہ انشاء اللہ جمعہ سنیچر تک آپ کو پہنچا دیں گے۔

مولوی حبیب سلمۂ کے نئے مکان کا حال ان کے خط سے معلوم ہو چکا تھا اللہ مکین و مکان دونوں

کو اپنے حفظ و امان میں رکھے یہی مبارک باد انھیں لکھ بھیجی تھی۔

ایک بار لکھنؤ پہنچ کر آپ کے ہاں حاضر ہو ہی رہا تھا کہ معلوم ہوا کہ آپ کانپور گئے

ہوئے ہیں۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کو ذیابیطس کی شکایت ہو گئی تھی۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۷ مارچ سنہ ۶۴ء برادرم ! وعلیکم السلام

۱ — مسودہ دیکھنے کے لیے انشاء اللہ ضرور ہی وقت نکال لوں گا[1]

۲ — میڈیکل کالج میں داخلے کے لیے واللہ اعلم کیا کیا شرائط ہیں[2] کوئی خاص امتحان ہوتا ہوگا فیس

وغیرہ کا بھی کچھ حال معلوم نہیں تفصیل معلوم ہو تو شاید کوئی صورت ذہن میں آئے۔ زیادہ بڑے لوگوں

سے کام لینے میں احتیاط رکھتا ہوں۔ اپنی ذات یا اپنے لڑکوں کے کسی کام کے لیے اشارۃً بھی نہیں کہتا ہوں یہی صورت مرحوم گورنر جنرل غلام محمد کے ساتھ بھی رکھی تھی آٹھ دن مہمان رہا خاطر داریاں ہر طرح خاطر خواہ رہیں بلکہ کچھ اور زائد لیکن ملاقات اس مدت میں کل دو بار ہوئی اور وہ بھی طویل نہیں۔

اور اس معاملے میں تو مجھ سے کہیں زیادہ کارآمد یا سمدی والی سلمۂ ثابت ہوسکتے ہیں۔

والسلام دُعاگو دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کی کسی تصنیف کا مسودہ۔

(۲) مکتوب الیہ نے اپنے پوتے کے مسلم یونیورسٹی میڈیکل کالج میں داخلے کے لیے مولانا کو لکھا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۴ مئی ۶۴ء

برادرم! السلام علیکم

جلدی جلدی مسودہ کا بہت سا حصہ پڑھ ڈالا۔

ماشاء اللہ آمد ہی آمد ہے۔

سنہ و تاریخ جا بجا نظر ثانی کے محتاج نظر آئے مولانا شوکت علی کا سال وفات تو یقیناً ۳۱ء نہ تھا، جہاں سال پیدائش ۹۶ء لکھا ہے وہاں محرم بہت بے جوڑ ہوگیا ہے انگریزی مہینہ لکھنا تھا۔

کہیں کہیں نادراً املا بھی سہو ہوگیا ہے مثلاً "اصرار" کی جگہ "اسرار"، شعیب مرحوم اپنے کو قریشی کہتے تھے نہ کہ قرشی۔

آپ نے شعر جا بجا خوب لکھے ہیں قابل داد۔ ان سے میرے علم میں اضافہ ہوا۔ مسودہ انشاءاللہ

سنیچر کو میاں آفتاب کے ہاتھ لکھنؤ پہونچ جائے گا۔

ہاں ایک دو نام ممکن ہے کہ محض سہواً رہ گئے ہوں۔ محض احتیاطاً پھر یاد دلائے دیتا ہوں۔

مرزا محمد عسکری، سید امین الحسن، وصل بلگرامی اور ڈپٹی عبدالمجید۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) غالباً مکتوب الیہ نے اپنے خاص خاص دوستوں اور ملنے والوں کے بارے میں اپنے تاثرات لکھے تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۰ ستمبر ۶۲ء

برادرم[1]!

وعلیکم السلام

ناظر یار جنگ بے چارے بہت زیادہ علیل ہیں بس دعا فرمایئے۔ کئی کئی خانگی مصلحتوں کی بنا پر شروع اکتوبر میں لکھنؤ کا پروگرام ہے۔ طویل مدت کے لیے لیکن قیام بالکل اعتکاف کے انداز کا ہوگا۔ نہ کبھی دوسروں کو نہیں کر رہا ہوں۔ مسجد تک پانچ وقتوں کے بجائے صرف دو تین وقت جاؤں گا۔ فرصت کا وقت سویرے کو رکھا ہے۔ بس اسی وقت گھر سے نکلا کروں گا۔ کبھی عیش باغ، کبھی ملا انور، کبھی کوئی لائبریری اور کبھی آپ کے سے مخدومی مخلصین۔ آپ کے ہاں کا جب پروگرام ہوگا اطلاع دے دیا کروں گا۔ خود آپ کو زحمت فرمانے کی ضرورت سرے سے نہیں۔

کتابوں کے لیے انشاء اللہ آفتاب سے کہہ دوں گا۔ یہ کارڈ ظاہر ہے کہ جوابی نہیں محض اطلاعی ہے۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) یہ مکتوب الیہ کے نام کا آخری خط خطوط کے ذخیرہ میں نکلا۔

خطوط بنام ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب الٰہ آباد

بسم اللہ

دریاباد

۷ اگست ۵۳ء

مخدوم مکرم! السلام علیکم

مدت سے خیر و عافیت و دریافت نہیں ہوئی۔

اکیڈمی کے اس اندرونی انتخاب کا نتیجہ آخر وہی نکلا جس ڈر رہا تھا آپ کا وہ

لوگ پھر بہت کچھ لحاظ رکھتے تھے تعصب کی حد ہے کہ ظالموں نے ووٹ نہ دیا ے

اب میکدہ بھی میر کے قابل نہیں رہا

لیکن قصوران دانا دشمنوں کے ساتھ ساتھ کچھ اپنے نادان دوستوں کا بھی ہے

خصوصاً ہمارے قاضی صاحب بالقابہ کا جنھوں نے پورے ۶ کے ۶ نام پیش کردائے تھے

موحد تو میں ہی اکیلا رہا باقی کوئی صاحب ثنوی نکلے کوئی تثلیثی اور کوئی تو کھلے ہوئے مشرک۔

ہاں صاحب عبدالعلیم سلمہٗ کو آپ کے نمک کی کشش پھر الٰہ آباد لا رہی ہے۔ وسط ستمبر میں

ڈپٹی کلکٹر کے امتحان میں پھر اس مرتبہ بیٹھ رہے ہیں گو نتیجہ پہلے ہی سے معلوم ہے۔ آپ کا جذبہ

میزبانی کتنا ہی عالی اور اعلیٰ ہو بہرحال اس کا شرمانا اور جھجکنا بالکل قدرتی ہے اور وہ کیا خود مجھے

حجاب آرہا ہے۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ مارتوں الٰہ آباد یونیورسٹی میں پروفیسر اور صدر شعبہ عربی اور وہیں سے ریٹائر ہونے۔ فاضل لسانیات اور بڑے ہی قابل لوگوں میں۔ مولانا سے اُن سے زمانہ طالب علمی سے مخلصانہ تعلقات تھے الٰہ آباد میں عام طور سے ان کے ہی مہمان ہوتے تھے۔

(۲) ہندوستانی اکیڈیمی جہاں اُس زمانے میں ہندی گردی کا زور ہوا تھا اور اُردو کو بے دخل کیا جا رہا تھا۔

(۳) مراد قاضی عبدالغفار صاحب سکریٹری انجمن ترقی اُردو ہند۔

(۴) راقم مرتب کے چھوٹے بھائی۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۷ اگست ۵۵ء

مخدوم و مکرم! وعلیکم السلام

آپ کا دعوئی بڑا ہی کمزور اور بالکل بے جان ہے۔ پنچ مقرر کیجئے اور جس عدالت میں چاہیئے لے جائیے انشاء اللہ وہ خارج ہو کر رہے گا۔ جلایہ کہاں کا قصباتی قانون ہے کہ میزبان صاحب تو جائز و مناسب معاوضہ لینے میں بھی شرمائیں اور مہمان ایسا بے غیرت ہو کہ مہینوں مزے میں مفت خوری کرتا رہے غیرت کا اگر سوال ہے تو دونوں طرف سے نہ ایک طرف سے۔ لڑکے والی نظیر بھی کچھ یوں ہی سی ہے بودی پھسپھسی کمزور۔ باپ بے شک لڑکے کو کھلاتا پلاتا ہے لیکن وہ فرزند ارجمند کیسے سعید ہیں کہ نوکری چاکری کے بعد اپنی طرف سے کوئی خدمت باپ کی نہیں کرتے اور بدستور کھاتے چلے جاتے ہیں۔

غرض علیم ۱۳ کو صبح سویرے انشاء اللہ حاضر خدمت تو ہو جائیں گے لیکن اپنی سعادت اسی میں سمجھیں گے کہ خود ہی اپنے حسب توفیق و استطاعت اپنے بزرگ کی خدمت کرتے

رہیں اور راس سے انھیں محروم رکھنا بالواسطہ انھیں وہاں کے طویل قیام سے محروم رکھنا ہے۔
میری ایک چھوٹی سی تازہ کتاب ہے وہ علیم ہی پیش کر دیں گے۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) علیم سلمہٗ کا الٰہ آباد میں اکاؤنٹنٹ جنرل کے آفس اکاؤنٹ سروس میں تقرر ہو گیا تھا اور مولانا نے مکتوب الیہ کو لکھا تھا کہ اپنے مکان میں انھیں بطور Paying Guest کے رکھیں لیکن مکتوب الیہ نے اپنے جواب میں کچھ لینے سے انکار کیا اور کہا کہ وہ میرے لڑکے کی طرح ہیں اور باپ کی غیرت اسے کب گوارا کرے گی کہ کھانے کے دام لڑکے سے لے۔

بسم اللہ

دریاباد

۷ راگست ۵۶ء

مخدوم و مکرم السلام علیکم

اے لیجیے میں پھر در دولت پر حاضر ہو چلا۔ نمک خواری کا چسکہ ہی بُرا ہوتا ہے اتنی جلدی حاضری آپ جیسے اولوالعزم مہمان نواز کو بھی اگر کھلنے لگے تو کچھ عجب نہ ہو گا۔
اب کی ریڈیو والوں نے بلایا ہے ریڈیو ایڈوائزری کمیٹی کا جلسہ ۱۷ اگست جمعہ کو ۱۱ بجے ہے انشاء اللہ صبح سویرے کی ٹرین سے آؤں گا اور اسٹیشن پر کچھ دیر ٹھہر کر آپ کے ہاں پہونچوں گا واپسی ۴ بجے سہ پہر کی گاڑی سے۔

والسلام

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۴ اگست ۵۶ء

مخدوم و مکرم! وعلیکم السلام

یہ لکھنا پچھلے خط میں رہ گیا کہ آپ کے کتب خانے[1] سے استفادہ بہ دفعہ رہ رہ جاتا ہے۔ نُخات کا حصہ خاص طور پر دیکھنے کا مشتاق ہوں۔ اب کی اُمید ہے کہ انشاء اللہ ڈیڑھ دو گھنٹے کے لیے اس کا موقع آپ ضرور عنایت فرمائیں گے۔

یہ خط لکھ چکا تھا کہ حفیظ صاحب کا والا نامہ ملا۔ اب تک اطلاع یہ تھی کہ ارکو موجود نہ ہوں گے اب لکھا ہے کہ وہ ہونگے کا امکان ہے اور اس صورت میں دو پہر کا کھانا اپنے ہاں رکھنے کے لیے لکھا ہے۔ اسی ڈاک سے آپ کا حوالہ دے کر جواب لکھے دیتا ہوں کہ یہ معاملہ ان سے طے کرنے کا ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کا بڑا اچھا کتب خانہ تھا۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۴ اگست ۵۶ء

مخدوم و مکرم! السلام علیکم

دارالمصنفین میں جلسہ انتظامی کی تاریخ ۱۷ مئی قرار پائی ہے دفتر سے اطلاع تو آج کل پہونچے گی۔ آپ آئیں گے تو چلا کیا خصوصاً وسط مئی کے سخت موسم میں پھر بھی اپنی والی درخواست تو کہنے ہی دیتا ہوں ہے

ہے یقیں وہ نہ آئیں گے پھر بھی
کب نگہ سوئے در نہیں ہوتی

والسلام دُعاگو
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۴ر اگست ۵۸ء

مخدوم و مکرم! السلام علیکم

نامۂ کرم کا شکریہ۔ انشاء اللہ صدق میں دے دیا جائے گا جب گنجائش نکل سکی
ایک ایک مضمون ہفتوں انتظار کرتا رہتا ہے۔

لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ عربی کے پی۔ ایچ۔ ڈی والے مقالے پر رپورٹ آپ بھیج چکے
ہوں گے۔ پاس تو میں نے کر دیا لیکن یہ لکھ دیا ہے کہ بشرطیکہ دونوں ممتحنوں کو بھی اطمینان ہو دوسرے
یہ کہ طبع و اشاعت سے قبل لازمی ہے کہ مقالہ نگار اس پر کامل نظر ثانی زبان وغیرہ کے لحاظ سے
کریں۔

مقالہ نگار کا مطالعہ تو بے شک وسیع ہے لیکن ہر قسم کی خامیاں اور کوتاہیاں مقالے میں
موجود ہیں، اور بعض تو حیرت انگیز حد تک۔

ہمارے مخدوم ڈاکٹر وحید مرزا ایسے مشفق و رحیم المزاج نکلے کہ انھیں بجائے کرسی
عدالت پر بیٹھنے کے کسی یتیم خانہ کا مہتمم ہونا تھا۔

الٰہ آباد میرے ایک عزیز قریب اکسائز اسسٹنٹ کمشنر ہو کر پہونچ گئے ہیں
محمود نوبس نئے ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولس معراج الدین کے والد اور بڑے بھائی سے

بھی تعلقات رہ چکے ہیں۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) سابق صدر و پروفیسر عربی لکھنؤ یونیورسٹی ۔

(۲) بحیثیت ممتحن بہت ہی زیادہ نرم۔

(۳) مولانا کے پھوپھی زاد بھائی حاجی حافظ محمد یونس صاحب کے چھوٹے صاحبزادے ۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۴ اکتوبر ۸۵ء مخدوم و مکرم السلام علیکم

مدت سے آپ کو خط لکھنے کو سوچ رہا تھا نوبت آج جا کر آرہی ہے۔ اکیڈیمی کو چھ آنریری فیلو انتخاب کرنے ہیں گو ظاہر ہے ... والوں میں بھلا انتخاب میں کوئی آسکتا ہے۔ تاہم اپنی طرف سے ... یہ چھ نام پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر کنزرو ۲۔ ڈاکٹر تاراچند ۳۔ جسٹس ملا ۴۔ ڈاکٹر صدیقی ۵۔ ڈاکٹر حفیظ سید۔ مسلمانوں میں اگر کسی کے منتخب ہو جانے کی تھوڑی بہت بھی توقع ہے تو آپ ہی ہیں بہر حال اگر ووٹ آگئے تو منظور فرما لیجئے گا۔

ہاں صاحب انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا نیا ایڈیشن آپ لے رہے ہیں پچھلے ہفتے بانوے میں والدہ مسعود الزماں مرحوم نے اپنے لخت جگر کی یاد میں نو مہینے تڑپ تڑپ کر گذار کے وفات پائی۔ ۸۵-۸۶ کے سن میں۔ موت بڑی ہی اچھی واقع ہوئی بلکہ رشک انگیز۔ بعد نماز تہجد تسبیح ہاتھ میں لے رہی تھیں کہ کلمہ پڑھا اور معاً روح پرواز کر گئی۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی جو انجمن ترقی اردو کے صدر بھی رہے تھے ۔
(۲) جسٹس آنند نرائن ملا یہ بھی اردو کے زبردست حامیوں میں ہیں ۔

بسم اللہ

دریاباد
یکم اپریل ۱۹۵۹ء

برادر محترم ! وعلیکم السلام

میاں سمیع کیا معنی میرا ہمزاد بھی اگر آپ کو میرے پروگرام سے متعلق کوئی روایت پہونچائے تو ہرگز اسے قابل قبول نہ سمجھئے جب تک کہ میں خود اس کی تصدیق نہ کردوں ۔

اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے

مجھے آپ کے ہاں حاضری دینا ہوتی تو خود ہی نہ لکھ دیتا ۔ اپنے حسب معمول ــــ یہ عنایت نامہ یہاں مل بے شک گیا تھا لیکن کس وقت عین اس وقت جب میں سواری پر بیٹھنے جارہا تھا ۔ اب اس وقت کتاب نکالنا کئی منٹ کے وقت کا طالب تھا ۔ ماہ رمضان میں نفس سفر ہی میرے لیے ایک مجاہدہ ہوتا ہے چہ جائیکہ کسی کے ہاں جاکر اترنا عام اس سے کہ وہ روزہ دار ہو یا روزہ خور ۔ آپ خود ، حفیظ صاحب ، محمود یونس سب کو اب کی بار الفظ کرنا پڑا ۔ اتنی دیر ویٹنگ روم میں رہا ۔

مجلس ایگزیکٹو کی تھی اس میں اتفاق سے میں نے یہ سوال کرہی دیا کہ کونسل کی میٹنگ آخر کب کیجئے گا اب تو سال بھی ختم ، وگیا جواب ملا کہ ارے آج ہی تو ہے سہ پہر کو کیا آپ کو اطلاع نہیں پہونچی ۔ اناللہ دفتر سارا الزام ڈاکخانے کو دیتا رہا بہرحال اب میرے پاس اتنا وقت کہاں تھا بغیر اس میں شریک ہوئے سہ پہر کی گاڑی سے روانہ ہوگیا ۔

والسلام
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۷ مارچ ۱۹۵۶ء   مخدوم و مکرم!   وعلیکم السلام

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے دو مزید مقصے نکال کر ابھی سے رکھ لیے کہ چلتے وقت کہیں بھول نہ جاؤں۔

مرقع شعرا تلاش سے ملی نہیں۔ مزید تلاش کے بعد اگر مل گئی تو ان شاءاللہ ضرور ساتھ آئے گی۔

جی ہاں اب تو عرصے سے ریزرویشن درجہ اوّل کے ساتھ مخصوص رہ گیا۔ آپ میری وجہ سے اپنے کھانے کے اوقات مقررہ میں ہرگز کوئی فرق نہ ڈالئے گا۔

والسلام نیاز کیش
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۳۰ دسمبر ۱۹۵۶ء   برادر محترم!   السلام علیکم

پچھلے ہفتے بھائی صاحب (ڈپٹی عبدالمجید) بالکل دفعتاً اللہ کو پیارے ہوگئے۔ خانگی نظام میں ایک سخت شگاف پڑ گیا بہر حال ہے

بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

پبلشر کے ہاں سے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی جلد اوّل کی دفتی آئی وہ حصے آپ کی خدمت میں موجود ہیں وہ اگر کسی آسان ذریعے سے آسکیں تو جلد بندھوالوں اور اس کے پوری جلد اوّل کے بائیسوں حصے آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

خدا کرے آپ ہر طرح بہ عافیت ہوں۔

والسلام
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۳ مئی ۱۹۶۰ء

مخدوم مکرم!　　　　　　وعلیکم السلام

آپ کے اس مکتوب کا بیشتر حصہ صدق میں دینے کے قابل ہے اس کی اجازت چاہتا ہوں تو
خاموشی کو دلیل اجازت سمجھوں گا اس لیے خواہ مخواہ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔
کمالات رحمانی لکھنؤ سے خدمت والا میں بھیج دی جائے گی جب تک چاہیے رکھیے کتاب کچھ یوں ہی سی
ہے۔ بہترین کتاب اس موضوع پر مولانا علی میاں ندوی کی تذکرۂ فضل رحمٰن ہے۔
ہاں صاحب آپ نے اپنے پہلے مکتوب میں اس درجہ شرمندگی کا اظہار فرمایا کہ الٹے مجھے شرمندہ
ہوجانا پڑا کہ میں نے ناحق آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ وہی الٰہ آباد میں در دولت پر نا کام حاضری کی۔ آپ
کے سلسلے کے سنئے یو۔ پی۔ ایچ۔ ڈی شجاعت علی ڈاکٹر اعجاز[1] کی جگہ کے سلسلے میں کوشاں ہیں میں بھی چاہتا
ہوں کہ ضرور کامیاب ہوجائیں۔ نئے لکھنے والوں میں سب سے غنیمت ہیں۔

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) سابق استاد شعبۂ اردو لکھنؤ یونیورسٹی۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۳ مئی ۱۹۶۰ء

مخدوم معظم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کی نواسے ادیب[۱] جو آیا میرے لیے ایک انمول تحفہ لایا۔

اردو ٹائپ کی چھپائی سے مجھے طبعی کراہت ہے اس لیے رسالہ بیشتر بے پڑھے ہی چھوڑ دیتا ہوں لیکن آپ کا جو مضمون وضع اصطلاحات پڑھنے کو اٹھایا (سلیم صاحب[۲] سے نہ کوئی خاص دلچسپی نہ عقیدت) تو پڑھتا ہی چلا گیا اور بالکل آخر سطر پر جا کر دم لیا لکھنے والے نے لکھنے کا حق ادا کر دیا ما شاء اللہ و سبحان اللہ۔

اتنا پسند آیا کہ اس رسالے سے کاٹ کر الگ کر لیا "ضمیمہ اصطلاحات" کا عنوان اس پر ڈال کر اسے اصل کتاب کے ساتھ چپکا لیا اور عنقریب پرانی جلد توڑ کر اس ضمیمے کے ساتھ از سر نو مجلد کراؤں گا۔

یہ داد یقیناً تحسین ناشناس کی مصداق پھر بھی جی نہ مانا کہ آپ تک نہ پہونچادوں جابجا آپ کے اصلاحوں سے مستفید بھی ہوتا گیا کوئی ۸، ۱۰ مقام تو ضرور ایسے ہوں گے

والسلام دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

(۱) بمبئی کا ماہی اردو رسالہ۔

(۲) مراد وحید الدین سلیم اردو میں اصطلاحات پر سند سمجھے جاتے ہیں۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۰؍اگست ۶۱ء

مخدوم و محترم! السلام علیکم

ابھی اخبار میں سند اعزاز[۱] کی خبر پڑھی۔

سرکار نے یہ عزت افزائی آپ کی نہیں خود اپنی کی اور یہ ثابت کر دیا کہ کبھی کبھی جوہر شناسی بھی کر لیتی ہے۔

مادح خورشید مداح خود است

کیں دو چشمم نامراد و مرمد است

والسلام

عبدالماجد

(۱) یعنی ۱۵؍اگست ۶۱ء کو حکومت ہند کی طرف سے نیشنل اسکالر آوارڈ ملنے پر۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۵؍دسمبر ۶۱ء

برادر محترم! السلام علیکم

حفیظ صاحب بے چارے آخر رخصت ہو گئے اللہ بال بال مغفرت فرماتے۔ میرے مخلص ترین دوستوں میں تھے۔ واللہ اعلم کہاں دفن ہوئے اور ان کے کتب خانے پر کیا گذری۔

ایسے موقع پر بہت سے مدعیان وراثت اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

اکیڈیمی کی سالانہ مجلس ۴؍جنوری کو سہ پہر کو ہے دوپہر کو پہونچ کر واپسی انشاء اللہ شب

میں ہوگی اور بریتھ کی ضرورت اس وقت ہوگی

والسلام و دعاگو

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۳ جنوری ۱۹۶۳ء

برادرِ مکرم! وعلیکم السلام

یہ رعایتی ٹکٹ کا ملنا آپ نے خوب یاد دلایا۔ میرے ذہن ہی میں نہ تھا خیر ٹکٹ خرید لوں تو ان شاء اللہ آپ کو نمبر اور تاریخ لکھ بھیجوں گا۔

حفیظ صاحب مرحوم نے اپنا وصیت نامہ رجسٹری کرا کے کسی ہندو وکیل بھارگوا (پورا نام یاد نہیں پڑتا) کے پاس رکھوا دیا تھا ان کا پتہ کسی کے ذریعے سے لگا لیتے ہیں اس امید میں تھا کہ خود ہی مجھے لکھیں گے۔ مرحوم مجھ سے کہتے تھے کہ دو ٹرسٹیوں میں سے ایک ٹرسٹی تم کو رکھ رہا ہوں اب اپنی اس غلطی پر پشیمان ہوں کہ ان سے مانگ کر وصیت نامہ اس وقت پڑھ کیوں نہ لیا۔

احتشام حسین، فردوس فاطمہ، مولوی سراج الحق اور ڈاکٹر محمد احمد ان سب سے اس سلسلے میں ملنا چاہتا ہوں اگر سہار کو آٹھ ساڑھے آٹھ بجے صبح ان لوگوں کو اپنے پاس جمع کر سکیں تو سبحان اللہ ورنہ خود جا کر ان سے مل آؤں گا فاتحہ کے لیے قبرستان بہرحال جانا ہی ہے۔ آپ ہی کے ہاں ان شاء اللہ صبح ۷ بجے کے بعد پہونچوں گا۔ اس کے بعد کچھ دیر ٹھہر کر وہاں جاؤں گا۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۳ جنوری ۶۳ء

برادرم محترم! السلام علیکم

مہارگواصاحب[1] کی طرف جب کبھی آپ کا جانا ہو تو ذرا یہ بھی دریافت کر لیجئے گا کہ حفیظ صاحب نے اپنی کتابیں کس کو دی ہیں۔

اور میری طرف سے دو درخواستیں بھی پیش کر دیجئے گا۔

(۱) میرے لکھے ہوئے کچھ اور خطوط اگر حفیظ صاحب کے ذخیرہ میں محفوظ مل جائیں تو وہ براہ کرم مجھے عنایت فرمائیں۔

(۲) حفیظ صاحب نے اپنی وفات سے کئی مہینے قبل میرے متعلق ایک تعارف نامہ یا سفارش نامہ انگریزی میں شاستری صاحب ہوم منسٹر انڈیا کو لکھا تھا اس کی ٹائپ شدہ نقل اگر مل جائے تو وہ بھی مرحمت ہو جائے۔

اس کام کی مجھے جلدی نہیں جب کبھی آپ بہ اطمینان و سہولت ادھر جا سکیں جب ہی کے لیے اسے رکھئے محض اس کام کے لیے زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں۔

ہاں صاحب یہ مہارگواصاحب رہتے کس سڑک پر ہیں۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) ڈاکٹر حفیظ صاحب کے وکیل اور چیف ٹرسٹی۔

بسم اللہ

دریاباد

۷ ستمبر ۱۹۶۱ء

برادر مکرم! وعلیکم السلام

دونوں کارڈ ساتھ ہی ملے۔ دونوں تراشے رکھ لیے ہیں۔ انشاء اللہ دلچسپی سے پڑھوں گا ریاض الکریم سے میں بھی ناآشنا ہوں۔

نزول الماء کا مرض مجھے بھی شروع ہو چکا ہے خیر اسی نسبت سے آپ سے ہم چشمی حاصل ہے ورنہ آپ سے آنکھ ملانے کی میری کیا مجال تھی۔

کحل الجواہر میری یوں بہت اچھا ہے عام امراض چشم کے لیئے قوی بصر ہے محافظ البصارت ہے لیکن اس خاص مرض کے لیے انھیں کے ہاں ایک نسخہ سرمہ نوتیا بند کے نام سے قیمت سوماشہ کی شیشی کی ۱۲ اس کے موجد حکیم محمد مصطفیٰ مرحوم مجتہد فی الطب کا درجہ رکھتے تھے وہ اس سرمہ کے ساتھ کچھ اور باتیں بھی لکھ بھیجتے تھے اب ان کے شاگرد خصوصی اور داماد حکیم بنیاد علی کارخانے کے ناظم ہیں۔

چھوٹی مکھی کا شہد اگر تلاش سے مل جائے تو اسے بھی سلائی سے بطور سرمہ استعمال میں رکھئے۔ میں دونوں چیزیں استعمال میں رکھتا ہوں۔ باقی ان سے رُکے گا تو خیر کیا لیکن بہرحال اپنی والی سعی و تدبیر ہے۔

من طریق سعی می آرم بجا

لیس للانسان الا ما سعیٰ

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) حکیم مصطفٰے مرحوم میرٹھی کے دواخانہ کا مشہور و معروف سُرمہ۔

بسم اللہ

دریاباد

مئی ۶۳ء

برادر مکرم محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اکیڈیمی کا جلسہ سنیچر ۸ جون کو ہے اور اب کی دو مجلسیں ہیں ایک صبح کی ایک شام اس لیے قیام بھی نسبتہً زیادہ یعنی بجائے دس گھنٹے کے ۱۵ - ۱۶ گھنٹے کا ہوگا انشاء اللہ صبح کو پہونچوں گا۔ اور واپسی رات کی گاڑی سے ہوگی بربتھ کے تحفظ کے لیے حسب معمول قدیم پھر ایک بار زحمت دے رہا ہوں ۸ کو شب میں بنارس والی پسنجر سے لکھنؤ تک۔

خدا کرے آپ ہر طرح بہ عافیت ہوں

اخیر جنوری میں ایک برات میں سندیلہ کیا معنی خاص و دو دو منزل چند گھنٹے کے لیے جانا ہوا تھا۔ آنکھیں بڑے اشتیاق سے آپ کو ڈھونڈھتی رہیں۔ رخصتی کا زمانہ اکتوبر کو طے ہوا ہے۔ میرے حقیقی پھوپھی زاد بھائی کے لڑکے محمود دلیرس ۴ - ۵ سال ہوئے الہ آباد میں آبکاری کے اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ ان کے لڑکے کی شادی مولوی مرتضٰے علی مرحوم کی پوتی کے ساتھ ہوئی۔

والسلام

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۴ جنوری ۶۴ء

برادر محترم! وعلیکم السلام

مضمون استشفاق تالمود پر ضرور عنایت فرمایئے۔[1] ½ ۱ کالم کی جگہ انشاء اللہ ضرور اس کے لیے نکالی جائے گی۔ میں خود بھی ان صاحب کے مضمون کو کچھ یوں ہی سا سمجھ رہا تھا۔

• اس انسائیکلوپیڈیا کا نام میں نے پہلی بار سنا حالانکہ انسائیکلوپیڈیاؤں کی ٹٹول میں رہتا ہوں اور ہر بڑی لائبریری جاکر پہلے انھیں کو دیکھتا ہوں

اکیڈیمی کی میٹنگ اگر ہو چکی ہو تو مجھے خبر ہی نہیں ہوتی حالانکہ اس وقت تو اس کا ممبر ہوں۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) صدق کے لیے۔

بسم اللہ

دریاباد

۷ فروری ۶۴ء

برادر محترم! وعلیکم السلام

یعقوب علی[1] مرحوم کو ماہِ مبارک مل گیا اور پھر اس کا بھی اخیر عشرہ مسلمانوں کے لیے یہ بڑی نصیبہ دری ہے۔ میرے کالج فیلو تھے مجھ سے جونیئر اللہ بال بال مغفرت کرے۔

صدق میں گنجائش کی بڑی قلت ہمیشہ ہی رہتی ہے۔ مضمون تین تین چار چار ہفتے تو برابر

رہی رُک رہتے ہیں اکثر اس سے بھی زائد بہر حال اب اس کو نمبر ۱۳ کے لیے لگا دیا ہے (اس وقت نمبر ۱۲ زیر طبع ہے) چھپنے پر چند کاپیاں بے تکلف حاضر کر دی جائیں گی۔ زائد مصارف طبع وغیرہ کا کوئی سوال ہی نہیں۔

البتہ کاپی یا پروف کا الہ آباد جانا اور آنا دشوار ہے۔ ہمارے منیجر اس پر آمادہ نہ ہوں گے ماہ ناموں اور ہفتہ واروں میں بڑا فرق اس لحاظ سے ہوتا ہے۔

والسلام دُعاگو
عبدالماجد

(۱) سندیلہ کے رہنے والے ــــــ ریٹائرڈ جج اور مکتوب الیہ کے داماد۔

بسم اللہ

دریاباد
۷ دسمبر ۶۵ء

مخدوم مکرم! وعلیکم السلام

ابن ہشام کے سابق اور مکمل ترجمے کا پورا نام[۱]
حال میں شائع شدہ ترجمہ میری ملک نہیں لکھنؤ کی کونسل لائبریری سے لے کر دیکھا تھا واپس کر دیا اب انشاء اللہ اس ہفتے وہاں سے پورا نام اور پتہ نقل کرا کے اسے خدمت عالی میں روانہ کر دوں گا۔

ولایت سے کتابیں منگانا اب آسان نہیں وہ زمانہ اب خواب و خیال ہو گیا۔ جب محض منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر بھیج دینے پر کھٹ سے کتاب آجاتی تھی۔ اب پہلے تو مہینوں کسی کتب فروش کو رام کرنا ہوتا ہے اور کتاب کے آنے میں ہفتے نہیں مہینے لگ جاتے تھے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ
عبدالماجد

آگے کی ایک سطر نقل میں رہ گئی ہے۔ مترجم کا نام Gul man تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

یکم اپریل ۷۶ء

مخدوم و مکرم! السلام علیکم

مدت دراز کے بعد تن مردہ میں جان پڑی یعنی ہندوستانی اکیڈمی نے اپنی مجلس میں طلب فرمایا ہے۔ تاریخ ۲۰ فروری اتوار وقت دوپہر انشاء اللہ ۱۸ کی صبح کو حاضر خدمت ہوں گا سہ پہر کی گاڑی سے رخصت چاہوں گا۔

آپ کے علاوہ آپ کی خوشی ہونے والی عزت سلمہا بھی تو ہیں۔[1]

ہاں صاحب یاران قدیم میں سے کوئی صاحب اگر صبح ۹ - ½۹ پر آپ کے ہاں بے تکلف آسکیں تو سبحان اللہ مثلاً مولوی رفیع یا دحید الحسن صاحب۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مولانا کے برادر نسبتی شیخ مسعود الزماں کی بڑی صاحب زادی۔ ان کا قیام مکتوب الیہ ہی کے ہاں تھا۔

بنام پنڈت سندر لال[1] صاحب الہ آبادئی دہلی

بسم اللہ

دریاباد
۱۷ اگست

کرم گسترا   وعلیکم السلام

آپ فاضلوں کے انگریزی ترجمے پڑھ چکے ہیں ایک ترجمہ[۲] نیرفن بلکہ عامی کا اسی ڈاک سے رجسٹرڈ ارسال کرتا ہوں۔

شاہ و درویش و قلندر دیدہ

مرد مرمست و رسوا را بہ بیں

آپ کے استاد مرزا صاحب[۳] کے اخلاص کا میں قائل ہوں لیکن تحقیق کا نہیں جن دو مشہور عالموں کے نام آپ نے تحریر فرمائے ہیں ان میں سے ایک صاحب اتفاق سے Too blind واقع ہوئے ہیں اور دوسرے Too Conservative۔

پبلشر نے آج تک صرف یہی دو پارے چھاپ کر دئے ہیں اور تفسیر جو اس سے زیادہ مفصل ہے ۱/۲ ۵ پارے تک شائع ہو چکی ہے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ مشہور گاندھی بھگت لیڈر تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست علمبردار۔ مسلمانوں کے بڑے ہمدرد تھے۔

(۲) یعنی مولانا کا انگریزی ترجمہ قرآن ۔
(۳) مرزا ابوالفضل صاحب جنھوں نے قرآن کا انگریزی میں ترجمہ کیا لیکن وہ تنزیلی ترتیب قرآن کے قائل تھے اور عقائد میں جمہور سے بہت دور رہتے ۔

بنام ملک غلام محمد صاحبؒ گورنر جنرل پاکستان کراچی

بسم اللہ

دریاباد
۳ ستمبر ۵۳ء

مخدوم و مکرم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جب سے سُنا ہے کہ آپ کی صحت خراب رہنے لگی ہے دل برابر دُعائے صحت میں لگا رہتا ہے ۔ یہ دُعا ساری اُمت کی فلاح و بہبود کی خاطر ہوتی ہے اللہ آپ کی ذات سے کیسے کیسے کام لے رہا ہے ۔

یہ عریضہ محض اپنی ذاتی ضرورتوں سے لکھ رہا ہوں بہت ڈر کر اور بڑی جھجک کے بعد ۔ آپ کی مصروفیت کا پورا پورا اندازہ ہے لیکن یقین فرمائیں کہ اگر کوئی دوسرا ذریعہ موجود ہوتا تو آپ کی سی عالی مرتبت شخصیت کو ہرگز زحمت نہ دیتا دوسرے ذرائع جو بھی تھے سب اختیار کر کے دیکھ چکا ہوں ۔

پہلی بات یہ ہے کہ اس خاکسار کا قرض کئی ہزار کا تاج کمپنی لاہور و کراچی کے ذمہ بسلسلہ اشاعت تفسیر قرآن مجید برسوں سے چلا آرہا ہے ۔ ایک رقم اب بھی ان کے ذمہ باقی ہے اور کسی طرح نہیں نکلتی ۔ ہر خط میں بس وعدہ ہی ہوتا ہے ۔ رقم قاعدے سے تو پاکستانی سکے میں

میں وصول ہونا چاہیے "رائیلٹی کا معاہدہ ۱۹۴۸ء میں ہوا تھا" پاکستان اسی سکہ پر قائم ہے صرف ہندوستان نے اپنا سکہ بدل دیا لیکن میں ہندوستانی سکہ کو غنیمت سمجھ کر قبول کر لوں گا۔ ظاہر ہے کہ یہ چیز آپ کی سرکاری مداخلت کی نہیں لیکن بہت ممکن ہے کہ آپ کا ذاتی اور نجی اشارہ ہی کارگر ہو۔

دوسری گذارش جس کا تعلق تنہا صدق سے نہیں یہاں کے تمام مسلم پبلشرز اور اکثر مسلم صحافت سے ہے وہ آپ کی گورنمنٹ کی عائد کی ہوئی مالی پابندیاں ہیں جسکی زد سب سے زیادہ ہم ہی لوگوں پر پڑ رہی ہے صدق کا چندہ آٹھ روپیہ ہندوستانی اور پانچ روپیہ نو آنہ پاکستانی ہے لیکن ہندوستان میں جو پاکستانی ایجنٹ کے ذریعہ وصول ہوتا ہے وہ پانچ روپیہ نو آنہ ہندوستانی ہے یعنی دو روپیہ سات آنے کا نقصان۔

تمام دنیا میں آزادانہ منی آرڈر، چک ڈرافٹ اور بیمہ آتے جاتے ہیں ہم ہی بدنصیب دو ملک ایسے ہیں جو اس معمولی سی نعمت کو بھی ترس رہے ہیں۔ اگر آپ آسانی سے ان دونوں امور پر توجہ فرما سکتے ہوں تو اللہ آپ کو جزائے خیر دے گا۔ باقی اگر آپ کو کچھ زحمتیں پیش آرہی ہیں تو آپ پر کسی فکر کا بار ڈالنا ہرگز مقصد نہیں۔

دُعاگو

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ سے مولانا کی ملاقات ۱۹۲۰-۲۱ء میں ہوئی جب تحریک خلافت کا آخر زمانہ تھا۔ تعلقات کا لحاظ ملک صاحب مرحوم نے آخر دم تک رکھا۔ ۱۹۵۳ء میں انھوں نے بڑے اصرار سے مولانا کو پاکستان بلایا چنانچہ اپریل ۱۹۵۴ء میں وہ پاکستان گئے اور مکتوب الیہ کے کراچی میں گورنر جنرل ہاؤس میں ۸ دن مہمان رہے۔ راقم مرتب مولانا کے سکریٹری کی حیثیت سے ساتھ گیا تھا۔

خطوط بنام چودھری خلیق الزماں[1] صاحب

بسم اللہ

دریاباد

۲۹ ستمبر ۳۸ء

بھائی صاحب! وعلیکم السلام

مشفق مرحوم کے واقعہ پر آپ کو تعزیت نامہ لکھتے لکھتے بس رہ ہی گیا۔ ارادہ بار بار کیا مگر ہر مرتبہ کوئی نہ کوئی مانع پیش آ گیا یہاں تک کہ دیر ہو گئی اور پھر ارادہ ہی ترک کر دیا۔ وقت گذرنے کے بعد چوٹ خود بخود ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔ قدرت نے جراحت قلب کے اس مرہم کا انتظام خود ہی کر دیا ہے۔

کیا گذری ہوگی آپ کے دل پر دو چھوٹے بھائیوں کی موت پر اور وہ بھی یوں تابڑ توڑ اور بغیر کسی زیادہ نوٹس کے اور آپ سے بھی کہیں بڑھ کر دونوں کو جننے والی ماں بے چاری پر ہماری ممانی صاحبہ پر۔

لیکن پھر آپ لوگوں کے مرتبے آخر کس طرح اتنے بڑھے اور آپ لوگوں کو اجرابرار و اتقیا والے کیسے ملے! جس کو وہ نوازنا چاہتے ہیں اس کے لیے بہانے بھی اضطراری مجاہدات سے کیسے کیسے پیدا کر دیتے ہیں۔

خوش ہوجیے اور عقل و ایمان کی مدد سے اپنے دل کو سمجھائیے کہ یہ قرض اس کے ذمہ۔ باقی رہا جس کی شرح سود واپسی کے وقت ہر بینک سے بے انداز اور بے حساب بڑھ کر نکلے گی اور آج کے غم و صدمے کی کوئی حقیقت و بساط بھی اس وقت کی مسرتوں اور راحتوں کے آگے نہ نکلے گی۔

اور سعید رشید علوی بے چارہ اب کیا کہا جائے اور کیا لکھا جائے۔ آپ کی تعزیت ان لوگوں تک میاں آفتاب کے واسطے تو پہونچ ہی چکی اب میں بھی پہونچا دوں گا۔
میاں آفتاب نے مجھ سے ذکر کئے بغیر آپ کو صدقہ کے چندے کے بارے میں لکھ دیا میں ہرگز نہ لکھنے دیتا آپ کا پچھلا عطیہ لوں ہی بہت زیادہ رہا ہے۔
باقی خریداروں کا حال کچھ نہ پوچھئے۔ دیر طلب تیسرا خریداروں کی کچھ ایسی کم نہیں بلکہ لائق ہے لیکن وقت پر پابندی سے چندہ دینے والے صرف ۳۰ فیصد اور کوئی دو سو کے قریب خریدار پاکستان میں ہیں ان کے چندے کے لئے کچھ ابھی تحصیل لا حاصل ہے۔
ملکوں کے درمیان کی مالی پابندیاں سلامت رہیں ان کی زد سب سے بڑھ کر تو ہم ہی لوگوں پر آکر پڑی ہے یعنی اردو مصنفین ایڈیٹروں اور پبلشروں پر۔
اپنی خود گذشت ضرور لکھئے۔ یہ تو آپ نے بڑی خوشخبری سنائی۔ علاوہ دوسری چیزوں کے یہ خود آپ کی ذات سے بہت سی بدگمانیوں کو دور کر دے گی انشاء اللہ۔
پولی کی اہمیت سے متعلق آپ نے جو نظریات قائم کئے ہیں ان سے سو فیصدی متفق ہوں ضرور ضرور انہی lines پر لکھئے انگریزی کی کوئی اس قسم کی کتاب فوراً تو ذہن میں نہیں آتی لیکن برابر خیال رکھوں گا اور جس وقت بھی کوئی اچھی کتاب نظر پڑ گئی آپ کو لکھ بھیجوں گا۔
ہمارے ہاں آپ کا ذکر خیر اکثر ہوتا رہتا ہے۔ آپ کی بھتیجی صاحبہ تو خیر آپ کو یاد کرتی ہی (چنانچہ اس وقت بھی سلام کہہ رہی ہیں) باقی خود میری لڑکیاں بھی خصوصاً آفتاب اور حبیب کی بیویاں آپ کی معتقد لیگ کے زمانے سے چلی آرہی ہیں لیکن زندگی میں اب ملاقات کی کیا صورت؟
کئی ہفتے ہوئے اسٹیٹسمین میں آپ کی تصویر (فیملی گروپ) رفیع قدوائی صاحب کے ساتھ دیکھی تھی اس کا دل پر بڑا اثر ہوا تراشہ صدق کے لیے رکھ لیا تھا۔ کیسے کیسے عزیز و قریب ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ہیں اور ایک دوسرے کی صورت دیکھنے کو ترس رہے ہیں۔
تنسیخ زمینداری سے مسلمان گھرانے کثرت سے تباہ ہوتے ہمارے خاندان میں تو دو شخص

کہنا چاہئے کہ ملیا میٹ ہی ہو گئے ایک عامرود وسرے قدیر۔ جوار میں صرف تین گاؤں (نصیر الرحمٰن) اور بعیادہ (مولوی مسعود علی اور عبدالعلی، والوں نے اپنے کو سنبھالے رکھا اور فارم وغیرہ محنت و مستعدی سے تیار کر کے اپنی مالی حالت پہلے سے بہتر کر لی۔

میرا حیدر آبادی وظیفہ مدت ہوئی بند ہو گیا تھا۔ یہاں سے مولانا ابوالکلام وزیر تعلیم اور ڈاکٹر تارا چند سکریٹری تعلیمات نے بڑی کوشش کی کچھ اثر نہ ہوا آخر میں رفیع صاحب کے کہنے سے میں دہلی جا کر خود پنڈت جی سے ملا جب جا کر یہ ہوا کہ پوری رقم تو نہیں البتہ سوا سو کا وظیفہ کھل گیا۔

محمد علی — ذاتی ڈائری مکمل مفصل کا مسودہ مدت دراز سے پبلشر کے انتظار میں رکھا ہوا ہے۔ آپ نے اس کا جو بالکل ابتدائی ایڈیشن دیکھا تھا اس سے تگنی ضخامت کا ہے دو جلدوں میں آئے گی۔

آفتاب اور حبیب بدستور صحافت اور سکریٹریٹ میں ہاشم علی گڑھ میں پالٹکس میں لکچرر ہیں۔ سب سے چھوٹے ایم اے ایل ایل بی وغیرہ کرنے کے بعد انڈین اور پراونشل سروسز کے امتحانوں میں بیٹھ رہے ہیں اور دوسرے مسلمان نوجوانوں کی طرح ناکامی ہی کے تجربے کر رہے ہیں۔

خط بلا ارادہ بہت طویل ہو گیا اور لیجئے ایک ضروری بات رہی ہی جاتی ہے۔ اس خود گزشت کا مسودہ جتنا بھی تیار ہو گیا ہے اگر اس کی ایک ٹائپ شدہ کاپی مجھے دیکھنے کو مل جائے تو اپنی خوش نصیبی سمجھوں گا شاید کہ کوئی کارآمد مشورہ بھی عرض کر سکوں۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) مشہور کانگریسی اور خلافتی اور بعد کو مشہور و معروف لیگی لیڈر مولانا کے قریبی عزیز ہوتے تھے۔ چودھری صاحب کی پہلی بیوی مولانا کی رشتہ میں بہن ہوتی تھیں۔ مولانا چودھری صاحب سے متاثر تھے اور دونوں میں بڑے مخلصانہ تعلقات آخر دم تک قائم رہے۔

(۲) مراد چودھری صاحب کے بھائی مشفق الزمان صاحب جو پہلے ہاکی کے کھیل میں بڑا نامور

حاصل کر چکے تھے ۔ ۱۹۳۶ء سے انھوں نے مسلم لیگ کی سرگرمیوں میں زبر دست حصہ لیا اور تقسیم کے بعد کراچی منتقل ہو گئے ۔

(۳) دوسرے چھوٹے بھائی سعید الزماں تھے جو ریلوے میں اہم عہدے پر فائز تھے اور وہ بھی پاکستان منتقل ہو گئے تھے ۔

(۴) دونوں بھائیوں کا انتقال چند مہینے ہی کے اندر ہوا ۔

(۵) مولانا کی بھتیجی اور بھانجے کے منجھلے صاحبزادے اور شفاء الملک حکیم عبدالحبیب دریابادی مرحوم کے نواسے سعید الزماں جو بڑے ہی ہونہار اور صحیح معنوں میں سعید تھے ایک حادثے میں اچانک اپنے موضع میں شہید ہو گئے ۔

(۶) یعنی حالات زندگی اردو انگریزی دونوں زبانوں میں یہ حالات زندگی Path way to Pakistan اور شاہراہ پاکستان نام کی کتابوں میں شائع ہوئے ۔

(۷) مراد مولانا کی بیگم صاحبہ جنکے چودھری صاحب رشتے میں چچا تھے ۔ چودھری صاحب کے دادا اور مولانا کی بیگم کے پردادا سگے بھائی تھے ۔

(۸) یہ بعد میں دار المصنفین سے دو جلدوں میں شائع ہوئی ۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۲ مارچ ۱۹۵۸ء

بھائی صاحب! السلام علیکم

آپ کے گورنر جنرل بہادر کو اللہ نے میرے اوپر بے طرح مہربان کر دیا ہے ۔ اکتوبر میں دیوہ آئے تھے ۔ مجھے طلبی کے دو دو خط ملے ایک دریاباد اور ایک احتیاطاً لکھنؤ کے پتے پر ۔ خیر جب گیا تو ملے بھی خوب ۔

اس سے بڑھ کر یہ جنوری میں یہ عنایت نامہ آیا کہ ۱۵ر مارچ کے بعد کراچی آکر مجھ سے ملو۔ مصارف سفر میرے ذمہ وغیرہ۔ میرے پاس بھی وقت کہاں لیکن ایسے دعوت نامے کو رد بھی کیسے کرتا یہ مشکل تمام کل وقت تین ہفتے کا نکالا ہے اس میں جانا اور آنا اور براہ بمبئی[2] واپس آنا اور رہ جاتے ہیں لاہور تین دن کے لئے ٹھہرنا کراچی کے لیے وقت آٹھ دن کا نکل رہا ہے حسرت صرف اس کی ہے کہ کراچی ایسے وقت جا رہا ہوں کہ جب آپ وہاں سے ہزارہا میل دور[3] ہیں آدھا لطف سفر تو جاتا رہا اور ابھی ہز اکسیلنسی کو میں نے لکھ بھی بھیجا ہے۔

بہرحال پروگرام لکھنؤ سے ۲ر اپریل کو پنجاب میل سے، روانگی کا ہے اور ۱۲ر اپریل تک واپس پہونچ جانے کا۔ آگے اللہ مالک ہے۔

دلوہ میں راجہ غضنفر علی[4] بڑی محبت سے پیش آئے اور بڑی بات یہ ہے کہ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے جنرل اسکندر مرزا بھی بڑی آدمیت سے ملے۔

دیکھئے اس زندگی میں اب کبھی بھی ملاقات نصیب ہوتی ہے لکھنؤ ایک دن گیا تھا تالاب[5] جا کر شکیلہ[6] سلمہا سے مل آیا تھا۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) ملک غلام محمد مراد ہیں۔

(۲) بعد میں یہ پروگرام نہ رہ سکا اور واپسی براہ ٹرین لاہور سے ہوئی۔

(۳) مکتوب الیہ اس زمانے میں انڈونیشیا میں پاکستان کے سفیر تھے۔

(۴) یہ اس زمانے میں ہندوستان میں پاکستان کے ہائی کمشنر تھے۔

(۵) چودھری صاحب کے آبائی مکان۔

(۶) چودھری صاحب کی چھوٹی بہن جو اس زمانے میں پاکستان سے آئی ہوئی تھیں۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۸ اکتوبر ۵۵ء

بھائی صاحب! وعلیکم السلام

شفقت نامہ مدت ہوئی مل گیا تھا اور دل خوش ہو لیا تھا جواب میں خلاف عادت و معمول
وانتہائی تاخیر ہوئی جس سے بڑی ہی شرمندگی ہوئی۔

میں ذاتی طور پر ایسے مسائل کو متشابہات میں داخل سمجھتا ہوں اس لیے زیادہ زور کسی پہلو پر
نہیں دیتا بس ایک کو صرف ترجیح دیتا ہوں اور یہی میرا مذہب عموماً فقہی اختلافات میں ہے گنجائش
متعدد پہلوؤں اور مختلف احتمالات کی رہتی ہے عقیدے تو صرف وہ ہیں جنہیں خود قرآن مجید نے
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اپنا پروگرام[1] پہلے سے لکھ بھیجئے لکھنؤ آمد کس تاریخ کو کس راستے سے ہوگی۔ قیام خاص
لکھنؤ میں اور ہندوستان میں کب تک رہے گا۔ وغیرہا۔

عین وقت پر مجھے وقت نکالنے میں بڑی ہی دقت ہوتی ہے۔

چودھری شفیق الزماں مرحوم[2] کو مرض الموت میں دیکھا بڑے صابر و شاکر مسلمان کی طرح جان دی۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) یعنی انڈونیشیا سے کراچی جاتے ہوئے۔
(۲) سابق تعلقہ دار گڑھی بہلول۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۳ جنوری سنہ ۵۶ء

بھائی صاحب!　　　　السلام علیکم

لکھنؤ میں تو صرف جھلک دیکھ سکا خیر۔ ۸ سال کے بعد اتنا بھی غنیمت رہا خدا کرے آئندہ جلد اور بہ خیریت کوئی صورت آپ کی آمد وطن کی نکل سکے۔

بڑی خوشی اس کی رہی کہ دہلی میں آپ کی ملاقاتیں خوشگوار رہیں[1] اور لکھنؤ میں بھی آپ کے قدیم[2] رفیقوں نے محبت کا برتاؤ جاری رکھا۔

آئندہ ہفتے کے صدق یعنی نمبر (۱۳ جنوری کے لیے) ایک مختصر نوٹ آپ پر دے رہا ہوں۔ اشتیاق آپ کی اس کتاب[3] کے دیکھنے کا ہے۔ لکھنؤ میں ذرا بھی موقع ملتا تو ایک سرسری نظر تو مسودہ پر ڈال ہی لیتا اور لکھنے لکھانے کے عمر بھر کے تجربے کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ مشورے تو ضرور عرض ہی کر دیتا۔

خیر اس کا موقع تو اب بھی حاصل ہے۔ ٹائپ شدہ ایک کاپی ڈاک سے آنا بھی ممکن ہے آفتاب[4] سلمہ آپ کے جانے کے بعد سفر سے واپس آئے اور قدرۃً اپنی محرومی پر متاسف رہے سنا ہے کہ حال سلمہ ولایت سے ماشاء اللہ بہت سنبھلے سدھرے ہوئے واپس آئے ہیں لکھنؤ ان کے آنے کی بھلا کیا صورت ہے۔

سیاسی بات کوئی میں خود ہی نہیں لکھنا چاہتا لیکن خواہش اتحاد و اشتراک تو شاید کسی معنی میں بھی جرم نہیں خدا کے لیے اس کے واسطے اپنی والی پوری کوشش کر ڈالیے طرفین کا نفع اسی میں ہے اور جب تک یہ نہ ہوگا سب سے زیادہ تکلیف اور نقصان میں ہم ہی لوگ رہیں گے۔

وی پی، منی آرڈر وغیرہ کی بندش سے صدق معارف وغیرہ شدید و مسلسل نقصان برداشت کر رہے ہیں۔ ہاں صاحب مولوی مسعود علی ندوی بھی آپ سے ملنے کے مشتاق تھے مجھے خط میں لکھا ہے کہ دوبارہ آپ سے خواب میں ملاقات کر چکے ہیں۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) پنڈت جواہر لال نہرو، پنڈت گوند ولبھ پنت جو اس وقت گورنمنٹ آف انڈیا کے ہوم منسٹر تھے۔
(۲) مکتوب الیہ کی انگریزی خود نوشت
(۳) یعنی مکتوب الیہ سے ملاقات نہ ہو سکنے پر۔ وہ تقسیم ملک سے قبل تنویر کے ایڈیٹر رہے تھے۔
(۴) چودھری صاحب کے صاحب زادے۔

بسم اللہ

دریاباد
۷ جولائی ۵۶ء

بھائی صاحب! وعلیکم السلام

گرامی نامے کے جواب میں میں نے آیات متعلقہ سے اپنی تفسیر کے صفحے نقل کرا کے بھیجنے مناسب سمجھے اور اس میں کئی دن کی دیر لگ گئی۔ اسی ڈاک سے رجسٹرڈ بوائی لفافے میں سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ النجم کے وہ سارے حصے روانہ خدمت کر رہا ہوں۔

جن مسائل کی قرآن مجید نے تصریح نہیں کی بلکہ مجمل چھوڑ دیا ہے ان کی کوئی سی تفسیر بالکل قطعی نہیں کہی جا سکتی صرف ظنی ہی ہوگی زیادہ سے زیادہ ظن غالب کہہ لیجئے معراج بھی انھیں مسائل میں سے ہے ایمان نفس معراج پر رکھنا کافی ہے باقی اس کی نوعیت اور تفصیلی کیفیت سے متعلق دونوں فریق اپنے اپنے دلائل رکھتے ہیں میرا ذاتی عقیدہ یہ ہے کہ کوئی ایسی صورت ہوئی کہ جس پر جسمانی اور روحانی دونوں کا اطلاق ہو سکتا ہے اور تفصیل دونوں کی ہمارے لیے نامعلوم ہے مثلاً تحت کے کیفیت کی طرح۔

سورۂ والنجم میں جو ضمائر مستعمل ہوئی ہیں ان کے بارے میں بڑی حد تک آپ سے متفق ہوں یعنی شدید القوی وغیرہ حضرت جبرئیل ہی کے لیے وماکذب الفواد وغیرہ آنحضرت صلعم کے لیے۔ تفسیر و تاویل کی بڑی گنجائش ان آیات کے تحت بھی ہے جو سا پہلو اختیار کیجیے انشاء اللہ ہرگز اس میں کوئی معصیت نہ ہوگی۔[1]

آپ کی کتاب کا کوئی حصہ شروع کا درمیان کا آخر کا کہیں کا کاش اشاعت سے قبل ٹائپ شدہ دیکھنا ممکن ہوتا۔

لکھنؤ میں والدۂ عتیق سلمہٗ سے مفصل ملاقات رہی سب لوگ سلام عرض کر رہے ہیں۔

والسلام دعاگو
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کو قرآن مجید سے بڑا شغف تھا اور برابر اس کی تفسیریں پڑھتے رہتے اور مولانا سے اکثر تفسیری سوال کرتے رہتے۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۰ فروری ۵۷ء

بھائی صاحب! السلام علیکم

خوشی ہوا کہ آپ نیک نامی کے ساتھ وطن واپس آگئے۔ اس وقت پاکستان میں ہر شخص کی عزت انہوں ہی کے ہاتھ خطرے میں پڑی ہوئی ہے اللہ سب کو محفوظ رکھے پاکستان کی سب سے بڑی دشمنی میرے تجربے و تجزیے میں اس کی نفسانفسی ہے۔ ہر شخص ایک دوسرے کا دشمن۔

وہ آپ کی کتاب خدا معلوم کس منزل میں ہے اب خاص مشغولیت تو غالباً یہی کتاب ہو۔

مبشر میاں مرحوم بیچارے چٹ پٹ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

گھر میں سب لوگ سلام پہونچا رہے ہیں۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) انڈونیشیا کی سفارت سے سبک دوشی پر۔

(۲) جسٹس مبشر حسین قدوائی جو الہ آباد ہائی کورٹ لکھنؤ بنچ کے جج تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۵ مارچ ۵۵ء

بھائی صاحب! السلام علیکم

تقریب سعید اللہ تعالیٰ بطرز مبارک کرے الہم الف میں سے پڑھے دیتا ہوں۔ دعوت نامہ کل شام کو ملا۔ آج شام کو انشاء اللہ عقد ہو رہا ہوگا۔

آپ کی اس کتاب کا انتظار ہے خدا معلوم کہاں طبع ہو رہی ہے اور کب تک نکل آئے گی۔

موہن لال سکسینہ کا مضمون کئی قسطوں میں سٹیٹسمین میں آہیر الذہین نکلا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب کے بیانات کے سلسلے میں۔ آپ کے پڑھنے کے قابل۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تحسین سلمہا کے عقد کی تقریب۔

(۲) یوپی کے پرانے کانگریسی لیڈر اور چودھری صاحب کے خاص دوستوں میں تھے۔
(۳) یعنی مولانا کی املا کرائی ہوئی کتاب

بسم اللہ

دریاباد
۲۰ اگست ۱۹۶۰ء

بھائی صاحب! وعلیکم السلام

آپ اپنی والدہ مرحومہ کی تعزیت میں ایسی روا روی میں آئے کہ میری حاضری کی نوبت بھی نہ آنے پائی۔ ماں کی نعمت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور سن کچھ بھی ہو جائے بہرحال اسکی یہ حیثیت قائم ہی رہتی ہے۔ اللہ بال بال مغفرت فرمائے میرے بزرگوں میں اب وہی ایک باقی رہ گئی تھیں آپ اور ڈاکٹر سلیم[۱] دونوں خوش قسمت ہیں کہ دونوں سے وہ راضی[۲] گئیں اور جنت جیت لینے کے لیے عجب نہیں کہ یہی ایک وصف کافی ہو جائے۔

تفسیر کو آپ نے محبت کی نظر سے دیکھا اس لیے اتنی پسند آئی۔

جن مسائل پر ہمارے اکابر کام کر چکے تھے وہ میں نے تقریباً سب انھیں سے لیے ہیں باقی جن مسائل کی طرف اپنے زمانے میں انکو توجہ کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوتی تھی۔ مثلاً قرآن مجید کی بیسیوں تاریخی جغرافی تلمیحات *Allusions* یا غیر مذاہب کے حوالے *Reference* ان امور میں اپنے بڑوں کی لکیر پیٹے جانا غلطی بلکہ معصیت ہے۔ انھیں اندازہ ہی نہ تھا کہ *Goschin* سے فلسطین آتے ہوئے نیل سرے سے پڑتا ہی نہیں۔ قرآن مجید نے "بحر" "یم" وغیرہ سے جو بھی اشارے کیے ہیں ان سے مراد *Red Sea* کا شمالی دوشاخہ ہے۔

اسی طرح موسوی معجزہ سانپ (ثعبان — جان حیۃ) کی اہمیت جب تک

سمجھ میں آسکتی ہے جب یہ معلوم ہو کہ مصری مذہب میں سانپ کو ایک بڑے دیوتا کی حیثیت تھی۔
اسی طرح کے ایک نہیں سیکڑوں مسئلے ہیں۔ مسیحی مذہب، یہودی مذہب، مصری مذہب، بابلی مذہب کلدانی ان سب کا مطالعہ آج کے مفسر کے لیے ضروری ہے۔

شروع پارہ سیقول کی آیت لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ سپارہ ششم کے شروع و سورۂ النسا کے رکوع ۲۰ کی مشہور آیت وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کی تفسیر ضرور ملاحظہ فرمائیے۔

بڑے سے بڑا مفسر اور عالم بھی بہرحال بشر ہی ہوتا ہے۔ میں اندھا دھند کسی کی بھی تقلید کا قائل نہیں۔ انگریزی تفسیر میں بائبل کے حوالے بکثرت ملیں گے کہیں تائیداً کہیں تنقیداً۔ اس وقت English Bible خوب پڑھی تھی اور یہ خبط یہاں تک سوار ہوا کہ ترجمہ بھی اس کی زبان میں کیا۔ بڑے دُکھ کی بات ہے کہ غلطیاں انگریزی اور اُردو دونوں تفسیروں میں رہ گئیں بلکہ انگریزی میں اور زیادہ۔

میرا خاص بکسیلر آکسفورڈ کا Black Well ہے اسے اس زمانے میں Jewish Encyclopaedia کے لیے آرڈر دیا تھا انگلستان بھر میں نہ مل سکی آخر امریکہ سے اس نے ۱۲ ضخیم جلدیں منگا کر بھیجیں۔

انگریزی کام تو اب مزید کرنے کی ہمت نہیں اردو تفسیر پر البتہ نظر ثانی کر رہا ہوں اور بہت کچھ اضافہ کرنا ہوگا۔ آئندہ ایڈیشن اگر نکلا تو انشاء اللہ بہم فیصد اضافے کے ساتھ نکلے گا۔

ایلاف قریش کی ایک بالکل نئی تفسیر اب سمجھ میں آئی ہے اس کے لیے تاریخ قریش سے تفصیلی واقفیت کی ضرورت تھی۔

لیجئے میں نے اپنی ایک کتھا سُنانی شروع کر دی۔ آپ کی کتاب کے اُردو ایڈیشن کے بارے میں یہ عرض ہے کہ ہندوستان والے کاروباری دشواریوں کے باعث یوں ہی پاکستان

کسی آرڈر کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے جیسے وہاں والے یہاں کے آرڈر نہیں لیتے اور
پھر آپ کی کتاب تو سراسر پولیٹیکل ہوئی اس کے تو نام ہی سے ذمہ دار۔ لیتے ہوئے گھبرائیں گے۔
اسے اُردو میں اپنانے کے لیے ایک موزوں نام مولوی رئیس احمد جعفری ندوی کا ذہن میں آتا ہے
ایک زمانے میں تو آپ کے بڑے معتقد تھے یوں انکا مارکٹ ریٹ اونچا ہے لیکن آپ کے معاملے
میں شاید اتنا اونچا نہ رکھیں۔ مستقل پتہ ان کا لاہور کا تھا مگر اب سُنا ہے کہ راولپنڈی چلے گئے
ہیں ان کی والدہ اور بھائی عقیل احمد جعفری کراچی میں رہتے ہیں (بلاک نمبر ۵ پاکستان سکریٹریٹ)
بجنسہٖ ترجمہ مناسب نہ رہے گا دونوں زبانوں کے اندازِ بیان میں بڑا فرق ہے
صرف مطالب کو اُردو میں ادا کر دینا ٹھیک ہوگا۔
ممکن ہو تو ڈاکٹر سلیم سلمہٗ بھی یہ خط پڑھ لیں۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) چودھری صاحب کے سب سے چھوٹے بھائی اور چوٹی کے سائنس داں (کیمسٹری)

(۲) اس باب میں چودھری صاحب بہت زیادہ بڑھے ہوئے تھے ماں کے از حد مطیع
اور فرمانبردار۔ محض ان کی خوشی کے لیے پہلی شادی خاندان میں اپنی خالہ زاد بہن سے کرلی

(۳) مکتوب الیہ نے مولانا کو لکھا تھا کہ وہ ان کی اس انگریزی کتاب کے اُردو
ایڈیشن کی طباعت اور اشاعت کا انتظام ہندوستان میں کرادیں۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۳؍اگست سنہ ۶۰ء

بھائی صاحب! السلام علیکم

تین دن ہوئے آپ کو مفصل خط لکھ چکا ہوں۔ یہ اس کا ضمیمہ سمجھیے۔

آفتاب[1] کو اطلاع ملی ہے کہ بمبئی کے جدید اخبار اُردو ٹائمز[2] والے آپ کی کتاب چھاپ دینے پر آمادہ ہیں اس سے متعلق تفصیلات آپ وہیں محمد ابراہیم قدوائی دریابادی سلمہٗ سے دریافت کر سکتے ہیں یہ مستقلاً بمبئی میں رہتے ہیں کئی اخباروں میں کام کر چکے ہیں ہمارے بھائی اور آپ کے اسکولی ساتھی محمد مقیم مرحوم کے بڑے لڑکے اس وقت وہیں کراچی میں آپ کے بھتیجے حمید الزماں سلمہٗ کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں فوراً ان سے گفتگو فرما کر دیکھیے۔

میں نے ترجمے کے سلسلے میں نام مولوی رئیس احمد جعفری خیرآبادی کا لکھا تھا بے چارے بیمار ہیں اور ان کا موجودہ پتہ خیرلوپر ہاؤس کونڈہ ہے۔

اس ترجمے کے سلسلے میں ایک نام اور خیال پڑا عبدالوحید خان مقیم لاہور۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) حکیم عبدالقوی صاحب کا عرف۔

(۲) بمبئی کا ایک کثیرالاشاعت اُردو روزنامہ

(۳) مولانا کے ایک خالہ زاد بھائی محمد مقیم صاحب کے بڑے صاحب زادے۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۸ جنوری ۶۱ء

بھائی صاحب! السلام علیکم

بڑی حیرت ہے کہ آپ کا پہلا تعزیت نامہ[1] نہ مجھے یہاں ملا اور نہ آفتاب کو لکھنؤ میں۔ اب یہ ۱۹ جنوری والا کل شام کو ملا۔ اور آفتاب کو بھی دکھلا دیا (کل جمعہ کے باعث وہ یہاں موجود تھے)

جی ہاں ہم لوگوں کے خاندان کے لیے واقعہ سخت ہوا اور پھر بالکل اچانک۔ خانگی نظم اچھا خاصا درہم ہو کر رہا۔

کتاب کی جلد شائع ہونے کی خبر سے تو خوش بہت ہوا (لیکن خوف و اندیشہ شوق پر غالب ہے دیکھئے کیا کیا سننا اور برداشت کرنا پڑتا ہے)

یہ سن کر خوش ہوا تھا کہ اردو ایڈیشن کا کام بھی اس انگریز پبلشر کے سپرد ہوا ہے اپنے ہاں کے کسی ناشر سے معاملہ کرنا تو اپنی جان کو ذلت میں ڈالنا ہے۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) مولانا کے برادر اکبر مولوی عبدالمجید صاحب کے سانحۂ ارتحال پر۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۲ راگست ۶۱ء

بھائی صاحب! السلام علیکم

ابھی اطلاع ملی ہے کہ آپ کی تہلکہ انگیز کتاب ۱۵ راگست کو پریس سے باہر آرہی ہے۔ تاریخ کا انتخاب خوب رہا۔
ایک زلزلہ ۱۵ راگست ۴۷ء کو آیا تھا[1] دوسرا زلزلہ ۱۵ راگست ۶۱ء کو آرہا ہے۔

والسلام دُعاگو
عبدالماجد

(۱) اس تاریخ کو ہندوستان کی آزادی اور تقسیم عمل میں آئی۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۴ رفروری ۶۲ء

بھائی صاحب! السلام علیکم

کیا بیان ہو کہ آپ کی کتاب کا کس درجہ اشتیاق تھا یہاں کہیں بھی نظر نہ آئی خیال تھا کہ انگریزی روزناموں میں ریویو کے لیے ضرور ہی آئی ہوگی تلاش ناکام رہی صرف انڈین ایکسپریس نئی دہلی کے ہفتہ وار سنڈے اسٹینڈرڈ میں ریویو نظر سے گذرا جس میں داد کا حق خاصا تھا اور صرف ایک اور ریویو کا ذکر سنا جو ٹائمز آف انڈیا میں نکلا اور سنا مخالفانہ تھا۔
خدا بھلا کرے آپ کے دوست لفٹیننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید کراچی والے کا کہ انھوں نے اپنی کاپی عنایت کردی میں نے اسے دو چار دن کے اندر چٹ پٹ پڑھ

کتاب انھیں کو واپس کردی۔ کتاب ظاہر ہے کہ اصلاً سیاسی ہے اور اس لیے میرے موضوع سے
خارج پھر بھی دلچسپ اتنی ہے کہ سب کچھ پڑھ ڈالا تو شخص لکھنے لکھانے کا عادی نہ ہو اس
کے قلم سے اتنی ضخیم کتاب فنی اعتبار سے بے داغ نکلنا آسان نہ تھا لیکن اللہ مبارک
کرے کہ آپ اس کڑی منزل کو خوب طے کر سکے۔

ڈر رہا تھا کہ جناح صاحب کے ذکر میں بڑی تلخی ہو گی سو الحمدللہ کہ یہ بات بھی نہ ملی۔
مسائل پر تنقید دوسری شئے ہے اور لہجہ کی بلاوجہ تلخی دوسری۔ آپ کا قلم اس میدان
میں کامیاب رہا۔

ڈان وغیرہ میں ریویو میری نظر سے نہیں گذرا۔

والسلام
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۶ جون ۶۶ء

بھائی صاحب! السلام علیکم رحمۃ اللہ

یہ فرمائیے کہ آپ کی تازہ انگریزی کتاب کو دیکھنے کی کیا صورت ممکن ہے۔
پبلشر کا نام بھی مجھے نہیں معلوم۔

مسلم ورلڈ (کراچی) میں اس کی جو قسطیں نکلنا شروع ہوئی ہیں تو پہلی قسط والا
پرچہ مجھے نہیں پہونچا صرف دوسری قسط نظر سے گذری اس لیے ربط وسلسلہ بھی پوری
طرح سمجھ میں نہ آسکا۔

اب بہ ظاہر اس زندگی میں ملاقات کی کوئی صورت نہیں۔

گھر میں اب علیل بہت زیادہ رہنے لگی ہیں۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۲۳ مارچ ۱۹۶۸ء

بھائی صاحب! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

عیادت نامہ ملا۔ سراسر محبت و شفقت سے مملو۔ کہنسی نزلہ وغیرہ کی تھوڑی سی شکایتیں باقی ہیں ابھی دریاباد جانے کی اجازت نہیں ملی ہے۔ انشاء اللہ دو چار دن میں مل جائے گی۔

اب لکھنؤ میں ٹھہرنا بہت کھل رہا ہے کام کاج بہت سخت ہو رہا ہے۔ تفسیر اردو کے نئے ایڈیشن کی تکمیل سے پہلے اگر دنیا سے اُٹھ گیا تو ایک بڑی سخت حسرت ساتھ لے جاؤں گا لیکن دل مطمئن ہے کہ جس کا کام ہے اس کے ہاتھ میں بلا لینا بھی ہے اور رہنے دینا بھی۔

اب آپ سے زندگی بھر ملاقات کی صورت ہی کیا ہے۔

آپ کے میرے لیے محض افراط شفقت و حسن ظن نے اتنے مبالغہ آمیز الفاظ لکھوا دیے لیکن میں اپنی طرف سے واقعہ عرض کرتا ہوں کہ مجھے تو اپنے ملک کے لیڈروں میں بعد محمد علی سب سے زیادہ پرکشش اور دلکش شخصیت آپ ہی کی نظر آئی۔

بے چاری والدہ عتیق الزماں اللہ کو پیاری ہو گئیں اور مجھے تعزیت نامہ لکھنے کی بھی توفیق نہ ہوئی دعائے مغفرت اسی وقت کر دی تھی۔ رفیقۂ حیات کا بڑا حق ہوتا ہے۔

شاہراہ پاکستان کے لیے چشم براہ ہوں۔

گھر میں بیوی سے لے کر لڑکیوں لڑکوں تک سب کو آپ کا خط دکھا دیا سنا دیا سب ہی خوش ہوئے، اور انھیں میں میاں قدیر الزماں بھی ہیں ان کے لڑکے محمود جو بمبئی کی ایک بڑی تجارتی کمپنی کے ایجنٹ انھیں اطراف کے لیے ہیں) کی شادی حبیب کی لڑکی سے ہو گئی تھی ابھی چند ہفتے ہوئے کہ ایک بچہ ماشاء اللہ ہوا ہے زندگی کا طوفان کس بلاخیز تیزی سے رواں ہے میں نانا سے پرنانا ہو گیا۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱) راقم مرتب کے بڑے بھانجے اور شیخ قدیر الزماں صاحب کے بڑے صاحب زادے

(۲) راقم مرتب کے منجھلے بھائی حبیب احمد صاحب قدوائی ایم اے۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۴ر اکتوبر

بھائی صاحب! السلام علیکم

بمبئی کے سیٹھ عمر ثوبانی مرحوم تو آپ کے دوستوں میں تھے اگر ان کے کچھ حالات حافظے میں محفوظ رہ گئے ہوں اور ان کے لکھنے میں زحمت نہ ہو۔ تو براہ کرم کسی سے لکھوا دیجئے۔ جواہر لال میموریل کمیٹی والوں کو اس کی ضرورت آپڑی ہے اور ان لوگوں نے مجھ سے مدد طلب کی ہے۔

صدق انشاء اللہ اب پہونچ رہا ہوگا عجب اندھیر ہی اندھیر ہے۔

خدا کرے آپ ہر طرح بخیر و عافیت ہوں۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) خلافت کے مشہور لیڈر

بسم اللہ

دریاباد

۱۲؍اپریل ۷۰ء

بھائی صاحب!   السلام علیکم رحمۃ اللہ

یہاں انگریزی میں ڈکشنری آف نیشنل بیاگرافی کئی ضخیم جلدوں میں مرتب ہو رہی ہے۔ چار مسلمانوں محمد علی، شوکت علی، خلیق الزماں لیاقت علی خاں پر مقالے میرے ایک مخلص ڈاکٹر مشیر الحق کے سپرد ہوئے ہیں۔ آپ پر مقالہ انھوں نے خاصا لکھا ہے میں نے بعض چیزوں کے اضافے کے لیے انھیں لکھ دیا ہے۔

اب مدت دراز سے تو نہ ادھر کی چھپی ہوئی چیز وہاں جا سکتی ہے اور نہ ادھر کی ادھر پہونچ سکتی ہے۔

جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

میری رائلٹی کی رقم کئی ہزار کی تاج کمپنی کے ذمہ پڑی ہوئی ہے یاد دہانی پر فقط اسٹیٹ بینک کا ان کے نام کا انھوں نے بھیج دیا ہے کہ ہندوستان روپیہ بھیجنے کا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا۔

والسلام دعا گو و دعا خواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۵؍مئی ۷۰ء   بھائی صاحب!

۲۹؍اپریل کا خیریت نامہ ۱۴؍مئی کی شام کو ملا اور ضائع نہیں ہوا یہی بہت بڑی بات ہے۔

ادھر سے تو کوئی بھی چھپی چیز کتاب اخبار رسالہ یہاں نہیں آسکتی مہینوں کیا برسوں اس پر ہو گئے۔ ادھر سے رسالے تو خیر پہونچ جاتے ہیں۔ صدق کا شمار اخباروں میں ہے اس لیے مغربی پاکستان میں کہیں بھی نہیں جا سکتا (مشرقی میں الحمدللہ جا رہا ہے)

گاندھی جی کے Collected Work کی جو جلدیں نکل رہی ہیں ان میں ۱۹۲۰ وغیرہ کی جلدوں میں بڑی تفصیل خلافت کمیٹی سے متعلق مل جاتی ہے۔

آپ کی شاہ راہ پاکستان ابھی چند روز ہوئے محض اتفاق سے ہاتھ آگئی ہندوستان بھر میں شاید یہی ایک کاپی ہے جلدی جلدی میں ساری پڑھ گیا ماشاءاللہ نہایت دل چسپ ہے اور معلومات کا تو پورا خزانہ۔ یہ بات اس حد تک انگریزی کتاب میں نہ تھی۔

صدق میں ان شاءاللہ اس کا مختصر تعارف کروں گا اور تراشہ آپ کی خدمت میں پہونچ جائے گا۔ آپ پر جو مضمون یہاں کی نیشنل بیاگرافی میں نکلے گا اس کا ٹائپ شدہ مسودہ حاضر ہے لکھنے والے کی نظر سے اگر آپ کی شاہ راہ گذر چکی ہوتی تو مضمون یقیناً اس سے مختلف ہوتا بس یہی غنیمت ہے کہ ہندوستان میں ایسا مضمون لکھا گیا۔

میرا پچھلا خط آپ کو اس وقت تک نہ ملا تھا احتیاطاً اس کی نقل بھیجے دیتا ہوں۔

آپ اپنے ہندوستان کے کارناموں سے ہرگز شرمندہ نہ ہوں خدمت دین کے بیسیوں ڈھنگ اور حصول اجر کے سیکڑوں رنگ ہیں آپ نے اس رنگ سے ماشاءاللہ خوب خدمت کر لی جو آپ کی لائن کی تھی۔

اپنے متعلق آپ کے اپنے ہمت افزا کلمات پڑھتا ہوں تو بڑی شرم آتی ہے اپنی کمزوریوں، خطاؤں اور غلطیوں سے خود ہی خوب واقف ہوں۔

پچھلے مہینے ایک دن لکھنؤ میں عشرت سلمہٗ کے ہاں تھا کہ معلوم ہوا کہ تحسین سلمہا آئی ہوئی ہیں فوراً ان کے ہاں گیا سال ہا سال کے بعد ملنے پر وہ بھی بہت خوش ہوئیں اور میں بھی شاہراہ انھیں کے ذریعہ سے نصیب ہوئی۔

آپ کے خط اور خیریت کے لڑکے اور لڑکیاں سب مشتاق رہتے ہیں ادھر سے جس طرح میاں آفتاب کا جانا بند ہو گیا ہے اسی طرح ادھر سے جمال میاں کی آمد بھی بند ہو گئی ہے۔ بڑی تسکین انھیں دیکھ کر ہو جاتی تھی۔

اب زندگی میں ملاقات کی اُمید ہی کیا ہو سکتی ہے بہر حال اللہ باری آپ سب کی مغفرت کرے تو اصل ملاقات تو وہیں کی ہے۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کی صاحبزادی جو پہلی بیوی سے تھیں۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۳ جون سہ شنبہ

بھائی صاحب! وعلیکم السلام

عنایت نامے مسلسل پہونچے جزاک اللہ

۲۔ ڈاکٹر مشیر الحق رہنے والے ضلع غازی پور کے ہیں غالباً بحری آباد کے جہاں کے قمر احمد مرحوم ایڈیٹر خلافت تھے مولوی تھے اس کے بعد کناڈا گئے۔

۳۔ جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ برٹن بابتہ ۱۹۶۸ء حصہ اوّل و دوم میں ایک علمی و تاریخی مقالہ کسی کرشن گوپال کے قلم سے خلافت کی تحریک پر نکلا ہے رسالہ کراچی میں ۳۔۴ جگہ جاتا ہے آپ کہیں سے دیکھ سکتے ہیں برٹش کونسل لائبریری انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ آرکیالوجی ڈپارٹمنٹ گورنمنٹ آف پاکستان، کراچی یونیورسٹی لائبریری۔

۴ ۔ میں نے اپنی رائلٹی کے سلسلے میں خود صدر پاکستان کو شروع جنوری میں لکھا تھا اس کا جواب خدا خدا کرکے دو ڈھائی ہفتے ہوئے فنانس منسٹری کی طرف سے آیا ہے کہ آپ کے معاملے میں تاج کمپنی سے کاغذات طلب کئے گئے ہیں"

ڈاکٹر سید محمود سے ملاقات ہوتی ہوگی اسوقت کراچی ہی میں ہیں۔

والسلام دُعاگو و دُعاخواہ

عبدالماجد

(۱) مرحوم ڈاکٹر مشیر الحق کے چچا تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۴ نومبر ۶۸ء

بھائی صاحب! السلام علیکم

شوراؤ کا ایک مقالہ اسٹیٹسمین سے کاٹ کر روانہ خدمت ہے شائد کہ آپ کے دلچسپی کا ہو اور آپ اس سے اپنی انگریزی کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں کام لے سکیں۔

پچھلے ہفتے لکھنؤ میں عزیزان عتیق و رفیق سلمہما سے ملاقاتیں رہیں اور دونوں بڑی محبت سے ملے برسوں کے بعد ان کی شکلیں دیکھنے میں آئی تھیں تقریب عقد بہت اچھی رہی کئی ہندوؤں سے بھی ملاقات ہوگئی مثلاً تر لوکی سنگھ ۔ پٹ کرنا تھ بھٹ ۔ یونس سلیم بھی اتفاق سے عین اسی دن دہلی سے آگئے تھے مہمان کی طرح نہیں ایک عزیز کی طرح شریک رہے۔

والسلام

(۱) مشہور صحافی۔

(۲) مکتوب الیہ کی پہلی بیوی سے صاحب زادگان جو اپنے بھانجے کی شادی میں شرکت کرنے پاکستان سے آئے تھے۔

(۳) یوپی کے پرانے کانگریسی رہنما اور مسلمانوں کے بڑے ہمدرد۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۳ر اکتوبر ۱۹۶۳ء

بھائی صاحب! وعلیکم السلام

خیریت نامہ ملا۔ آپ کی کتاب شاہراہ پاکستان میرے پاس رہ کر خوب گشت میں رہی یونس سلیم وغیرہ نے خوب پڑھی آپ کے ایک شدید دشمن سے بھی میں نے پڑھوالی۔ اب میاں افتخار کو واپس کر دی انھوں نے پٹنہ واپس بھیج دی ہوگی۔

اپنی تفسیر جلد دوم کی ایک کاپی کسی طرح آپ کے لیے مولوی حبیب ندوی کو کراچی پہونچا دی ہے ان کا پیام آیا ہے کہ پہلے وہ خود پڑھ کر آپ کو پہونچادیں گے۔

العلم والے اگر کرم کرنا چاہیں تو رسالے کے وہ ورق الگ کرکے لفافے میں میرے پاس بھیج دیں اس طریقے سے چھپی ہوئی چیزیں آجاتی ہیں۔

عشرت میاں سے لکھنؤ میں ملاقات ہو جاتی ہے تو آپ کا تذکرہ بھی آجاتا ہے اور کبھی میاں اسحٰق بھی مل جاتے ہیں۔ علی گڑھ سال میں ایک دفعہ جانا ہو جاتا ہے تو آصف الزماں سلمہ سے بھی مل کر جی خوش ہو جاتا ہے۔

میاں آفتاب کا خود ہی جی کراچی کے دورے کا چاہتا ہے لیکن دیکھئے جو راستہ جانے کے قابل رہے۔

دُعاگو و دُعا خواہ
عبدالماجد

(۱) چودھری صاحب کے بڑے بھائی شیخ سمیع الزماں کے صاحب زادے۔
(۲) پرانے خلافتی کارکن جو مولانا شوکت علی کے پرائیوٹ سکریٹری رہ چکے تھے۔
(۳) پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کا علمی رسالہ۔

خطوط بنام ڈاکٹر رضی الدین صدیقی صاحب [1]
وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی پشاور

بسم اللہ

دریاباد
۱۳ نومبر ۵۳ء

کرم گستر! السلام علیکم رحمۃ اللہ

اس نیازنامہ کے حامل جناب قاضی محمد زاہد الحسینی [1] سے گو کبھی شرف لقا حاصل نہیں ہوا لیکن وہ مدت دراز سے مجھ پر اور صدق پر غائبانہ کرم فرمارہے ہیں اور دل اُن کے لیے شکر گذار اور دُعا گو رہتا ہے۔

آپ کے الطاف تو عام رہتے ہیں یقیناً ان کے ساتھ بھی ہوں گے لیکن اس عموم میں کچھ خصوصی ان کے لیے پیدا ہو جائے تو یہ بھی آپ کے لطف و کرم سے کچھ بعید نہیں۔

والسلام
عبدالماجد [1]

(۱) مکتوب الیہ کا شمار دنیا کے نامور ترین ماہر اور فاضل ریاضیات کی حیثیت سے ہوتا ہے

پہلے جامعہ عثمانیہ میں پروفیسر تھے اور پاکستان منتقل ہونے کے بعد مدتے تک پشاور یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے اور اس کے بعد اسلام آباد یونیورسٹی کے۔

(۲) قاضی صاحب موصوف پاکستان کے صاحب تصنیف عالم دین تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۵ اگست ۶۳ء برادرم! السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ

خدا کرے آپ ہر طرح بہ عافیت ہوں۔ آپ کا مقالہ پانشریہ آئین اسٹائن اور ردالحاد پر حال میں پڑھ کر بڑا جی خوش ہوا تھا اور صدق میں اس کا ایک حصہ نقل بھی کر دیا تھا۔

یہ نیازنامہ ایک خاص غرض سے ہے سُنا ہے کہ آپ کے ہاں ایم اے کلاس فلسفے میں بھی کھلنے والا ہے اور پروفیسر کی حیثیت سے کسی صاحب کا تقرر تقریباً ہونے ہی والا ہے۔ اگر صحیح ہے تو سینئر لکچرر کی جگہ ابھی غالباً باقی ہو اس خالی جگہ کے لیے نام آپ کی توجہ کیلیے ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کا لانا چاہتا ہوں۔ وقت کے بہترین فلسفی ڈاکٹر سید ظفر الحسن مرحوم کے شاگرد رشید ہیں، اور جہاں تک ان کی تحریروں کا تعلق ہے۔ یہ بے علم شہادت دے سکتا ہے کہ فلسفے خصوصاً اسلامی فلسفے پہ فاضلانہ نظر ہے اور ہر طرح باوقعت ہیں۔ رہا ان کا تجربہ درس و تدریس تو میرے خیال میں وہ بھی کافی ہے کئی سال سے لاہور میں پڑھا رہے ہیں۔

بہر حال فیصلہ تو آپ ہی لوگ کریں گے میں نے ازراہ اخلاص اُن کا نام پیش کر دیا۔ پشاور میں میرے جاننے والے کئی ایک ہیں اُن میں ایک قاضی نورالحق ندوی ہیں جو آپ کے ہاں شعبہ اسلامیات میں ہیں ایک عزیز خاص میرے بھی اور ناظر یار جنگ حیدر آبادی کے بھی ہوائی فوج میں غالباً Squadron Leader کے عہدے پر ہیں شیخ نسیم الزماں۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) سابق پروفیسر صدر شعبۂ فلسفہ مسلم یونیورسٹی ان کی اسلامیت کے مولانا بے حد قائل تھے۔

مکتوبات بنام سید سلیمان صاحب ندوی

بسم اللہ

دریاباد

۳ دسمبر ۱۹۵۳ء

عزیزی سلمہٗ ا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

کیا لکھوں کہ خبر صاعقہ اثر سن کر دل پر کیا گذری۔ بہر حال جو مشیت تھی وہ پوری ہو کر رہی اور رسول کا سیرت نگار اپنے اللہ کے حضور میں مژدہ انعام سے سرفراز ہونے کے لیے حاضر ہوگیا اس کے انعامات و سرفرازیوں کا کیا ٹھکانا۔ ہم دنیا والے تو اندازہ بھی نہیں کرسکتے۔ لیکن بہر حال ظاہری و مادّی مفارقت سے صدمہ ہونا بھی انسان کے لیے ایک امر طبعی ہے۔ اللہ ہم سب کو صبر دے۔ یتیم ایک خاندان نہیں ساری ملت یتیم ہوگئی ہے اور جس کا جتنا رشتہ اور تعلق اسی قدر اس کا غم و صدمہ بھی بالکل قدرتی ہے۔

آں عزیز اپنے دل کو یہی کہہ کر تسلی دیں کہ اس سوگ میں دو چار دس بیس افراد خاندان نہیں لکھو کھا افراد امت شریک ہیں تعزیت نامے میرے پاس بھی کثرت سے آرہے ہیں اور صدق میں رفتہ رفتہ سب شائع ہوں گے۔

اپنی والدہ ماجدہ کو یاد دلائیں کہ بیوگی تو عورت کے حق میں قابل قدر رحمت ہے نایاب کرم ہے۔

عائشہ صدیقہؓ اور کتنی پاک بیویوں کو یہی برکت ملی۔ اس کی پوری قدر تو وہاں پہونچ کر ہوگی
اور وہاں پہونچنے میں دیر ہی کتنی ہے اللہ ان کا سایہ مدتوں ان کی اولاد کے سر پہ رکھے
بہرحال بڑی سے بڑی مدت بھی کٹتے کچھ دیر نہیں لگتی منزل سب کی ایک ہی ہے اور سب
دوڑتے بھاگتے وہیں پہونچ رہے ہیں۔

آں عزیز نے کچھ اپنا حال نہ لکھا یعنی اب کیا کرتے ہیں پڑھائی کہاں تک پہونچی
سلسلۂ معاش اب کیا رہے گا وغیرہ۔

سیرۃ سلیمانی کے لیے نام غلام محمد حیدرآبادی[۳] مرحوم کا ذہن میں آرہا ہے مدتوں سب
لوگ دیں گے۔

والدعا

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کے فرزند اصغر ہیں یہ اب ڈربن یونیورسٹی
میں اسلامی تاریخ کے استاد ہیں۔

(۲) یعنی حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کے سانحۂ ارتحال کی خبر سن کر۔

(۳) حضرت سید صاحب کے مسترشد جو حیدرآباد سے پاکستان منتقل ہوگئے تھے۔ یہ
مولانا کے بھی بڑے ارادت مند تھے اور مولانا کے آخر زندگی تک ان کے خطوط برابر آتے
رہے مولانا اخلاص کے ساتھ ساتھ ان کی فہم کے بھی بہت قائل تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۹ جون ۵۰ء

عزیزی سلمہٗ! السلام علیکم

اگر آں عزیز نے اپنے کارڈ میں یہ لکھ دیا ہوتا کہ میں عنقریب ہی چند روز کے سیلے والدہ ماجدہ کے ہمراہ سیتاپور جارہا ہوں تو یہ غلط فہمی نہ ہوتی۔

بہرحال اب تو شاید دو ہفتوں بعد ہی لکھنؤ جانا ہو ملاقات جب ہی ہو سکتی ہے

خدا کرے آپریشن ہر طرح کامیاب ہوگیا ہو۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۳ اگست ۵۰ء

عزیزم سلمہٗ اللہ! السلام علیکم

الذ نوش رکھے بڑے کام کی بات بتلادی۔ واقعی بڑی فاحش غلطی کاتب اور پروف ریڈر صاحب کی عنایت سے رہ گئی تھی۔

منحتم، کا لفظ تھوڑ دینے سے مطلب ہی بالکل الٹ گیا۔

میں اس معاملے میں خاص طور پر بدنصیب اور مظلوم ہوں میری کتابوں اور مضمونوں میں غلطیاں بڑی ہی کثرت سے رہ جاتی ہیں۔ اور اس میں بڑا دخل میری بدخطی کو بھی ہے میرے بعد خدا معلوم کتنے اعتراضات میرے اوپر انہی اغلاط مطبع کی بنیاد پر ہوں گے اس کا

کوئی علاج نہیں ۔ دوا، دعا کس زبان سے دوں ۔ دل لگ جانے کے بعد اس دعا کو توڑ ی ہی نہیں چاہتا لیکن پھر یہ نہ کروں تو کیا کروں ۔ اب طوعاً ہو تو کرہاً ہو تو بہرحال یہی کرنا ہے ۔ خیر اللہ پھر خوشی کے ساتھ ملائے ۔ تقسیم کے بعد ان جانگسل مصیبتوں کا اندازہ کسی کو ہو سکتا تھا ۔

دعاگو و دعاخواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۳ اگست ۵۹ء

عزیزم سلمہ اللہ! وعلیکم السلام

خیریت نامہ خوب ملا ۔ ہندوستان ہی سے ۔

کاش ویزا میں لکھنؤ کا نام بھی ہوتا ۔ ملاقات رہ رہی ہی ہو جاتی ۔ جلد جلد ملاقات ہوتے رہنے کے اب امکانات ہی کیا ہیں ۔

موضوع کے لیے ہشام کا انتخاب خوب کیا ہے بنو امیہ کو میں مظلوم سمجھتا ہوں ۔ کوئی تاریخ ان لوگوں کی بلکہ ان کے عہد میں لکھی ہوئی میری نظر سے نہیں گزری جد کو مخالفین نے جس طرح چاہا بدنام کیا (جیسے آج امریکہ کی تاریخ روس والے لکھ دیں یا برطانیہ کی تاریخ کوئی جرمنی والے) یہ امید اور اندھا دھند تعصب گویا فطرت بشری کا ایک جزو ہے خدا کرے آپ عزیز کا قلم کچھ تو ان مظلوموں کی طرف سے دفاع کر سکے ۔

ہاں محمود عباسی کی تازہ خلافت معاویہ و یزید نظر سے گزری ہوگی اگر کوئی مختصر تبصرہ اس پر ممکن ہو تو صدق ان شاءاللہ اس کے لیے گنجائش نکالے گا ۔ ابھی کب تک نیت م میرٹھ میں ہے؟ بہنوں کی بات چیت کہیں ٹھہری! عاصم میاں تو بخیریت ہوں گے

ہاں کراچی کا مستقل پتہ لکھیں سید حسین سلمہٗ کو سلام۔

والسلام دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

(۱) حضرت سید صاحب کے بھتیجے اور داماد۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۰ اپریل ۶۲ء عزیزم سلمہٗ اللہ! وعلیکم السلام

بارک اللہ۔ تقریب سعید اللہ ہر طرح مبارک کرے(۱)۔ اپنی والدہ صاحبہ کو خاص طور پر مبارک باد ہم سب کی طرف سے پہونچادینا۔ یہ ڈاکٹر عطاء اللہ کوئی اپنے عزیزوں میں سے ہیں؛ یا اجنبی اور کہیں اور کے ہیں؛ عاصم میاں بھی ساتھ ہی رہتے ہیں؛ یا وہ بدستور اسی پرانے مکان میں۔ اپنا حال بھی ضرور لکھنا یعنی ایم اے کرنے کے بعد پھر اب کیا شغل ہے۔

والسلام دُعاگو

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کی بہن کی شادی۔

بسم اللہ

دریاباد

۴ مئی ۶۲ء عزیزی سلمہٗ اللہ! وعلیکم السلام

یہ ممکن کیوں کر تھا کہ میرٹھ سے خط پہونچے اور میں جواب نہ دیتا۔ بات عرصہ کی ہوگئی لیکن اتنا خیال پڑتا ہے کہ ایک خط ملا تھا اور اس کا جواب دے دیا تھا۔

جرمنی جانے کی خبر مسرت انگیز ہے عنوان دونوں ہی اپنی اپنی جگہ مناسب ہیں۔ نظام الملک اور خوارج دونوں پر کام ہو سکتا ہے۔ مغربیوں نصوصاً جرمنوں نے کام اسلامیات سے متعلق بے تنک بہت کیا ہے۔ لیکن جابجا زہر افشانی بھی کرتے گئے ہیں بس اس شر سے اللہ محفوظ رکھے۔

اشرف خاں پشاوری کی تحریک پر خیال ہو رہا ہے کہ اپنے نام کے مکتوبات سلیمان مرتب کر کے چھاپ دوں۔ کام خاصا وقت لے گا اس لیے اب تک پس و پیش رہا جو خطوط محفوظ رہ گئے ان کی تعداد ۳۸۲ ہے۔ پہلا خط ۱۳ بلکہ شاید ۱۲ کا ہے۔ اخیر زمانے میں مراسلت بہت کم رہ گئی تھی شروع میں بہ کثرت رہی۔ حاشیے بڑی کثرت سے دینے پڑیں گے معاصر تخصیتوں کا ذکر قدرتی بہت جگہ ناگواری کے ساتھ ہے۔ اس خط میں عاصم میاں کا کچھ ذکر نہ تھا۔ آئندہ جب کبھی خط لکھنے کی نوبت آئے تو اس کا منتظر رہوں گا۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۲ ستمبر ۲۶ء

عزیزی سلمہ اللہ!   وعلیکم السلام

خط پا کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اللہ دینی اور دنیوی ہر طرح کی حسنات سے بہرہ ور کرے۔ وہ مضمون جو تیار کیا ہے اگر اسے ہندوستان میں شائع کرانا ہو تو اس کے لیے مدینہ (بجنور) بہتر ہو گا۔ یہ ہی فرقی مخالف کا خاص نقیب ہے۔ اور یوں تو پاکستان

میں متعدد پرچے ہو سکتے ہیں۔

تذکرۂ سلیمانی پہونچ گئی تھی جلدی جلدی اور بڑے شوق سے پڑھ ڈالی۔ بہ حیثیت مجموعی بہت خوب ہے اور جا بجا بڑی مؤثر۔ البتہ کتاب کے نصف اوّل میں بیان واقعات میں متعدد کوتاہیاں ہو گئی ہیں اور ایک جگہ تکلیف دہ حد تک۔ ایک مفصل نجی خط میں انشاء اللہ مصنف کو لکھ بھیجوں گا (آئندہ ایڈیشن کے لیے)

بہن کی شادی مبارک ہو۔ اب خود اپنے لیے فکر کرنا چاہیئے۔ اپنی والدہ ماجدہ اور میاں عاصم سلمۂ کے مشورے سے۔

والسلام دُعاگو

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۲ مئی سنہ ۶۱ء

عزیزم سلمہٗ اللہ! وعلیکم السلام

اللہ بہن کا عقد ہر طرح مبارک کرے۔ دعوت نامہ کل ۱۱ کی شام کو موصول ہوا۔ اپنی والدہ ماجدہ کو دلی مبارک باد ہم سب کی طرف سے پہونچا دیجیے۔

دُعاگو

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۶؍اپریل سنہ ۶۳ء

عزیزم سلمہ اللہ ! وعلیکم السلام

محبت نامہ بڑے وقت سے ملا۔ خوش وقت کیا۔

مارچ کے پہلے ہفتے سے بیمار پڑا۔ دو ہفتے کے بعد مجبوراً لکھنؤ آنا پڑا۔ ۲۱ سے یہیں ہوں اور اب بحمداللہ بہت بہتر ہوں۔ بخار بالکل جاتا رہا۔ البتہ کھانسی اب بھی خاصی ہے۔ خصوصاً رات کے وقت اور ضعف تو ظاہر ہی ہے۔ اب کوٹھے سے ایک بار نیچے آنے لگا ہوں۔ مسجد تک کی ہمت ابھی نہیں۔

کتبہ انشاءاللہ مئی ۶۳ء میں نکلے گا۔ خوب ہے۔ آیت تو خوب ہی مل گئی غلام محمد کا کیا کہنا ایک ہی وقت میں صاحب دل بھی صاحب نظر بھی صاحب فہم سلیم بھی اور میں خصوصیت سے تو کل و قناعت ان کے اس آخری وصف کا ہوں۔ بزرگ مل جاتے ہیں لیکن خوش فہم کوئی شاذ و نادر ہی ملتا ہے۔

مکتوبات سلیمان کے لیے شرمندہ ہوں کہ کام بڑی سست رفتاری سے ہو رہا ہے (مشکلات کا پورا اندازہ کام شروع کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے) اب بہار کے ایک صاحب نے جو میرے اور سید صاحب دونوں کے مخلص خصوصی ہیں ایک معقول رقم مبیضہ نویس کے لیے پیش کر دی ہے انشاءاللہ اب رفتار تیز ہو جائے گی۔ دوسرا مرحلہ چھپائی کا سامنے آ رہا ہے شروع کے خط مولانا ابوالکلام کے حق میں بڑے تند و سخت ہیں اور مولانا ابوالکلام کے بھی ایک بڑے اہم جوابی خط کی نقل دارالمصنفین سے مل گئی ہے۔

اب کی ملاقات کو وقفہ زیادہ طویل ہو گیا۔

میاں عاصم سلمہ تو کراچی میں بدستور بہ عافیت ہوں گے۔ مدت

سے سے ان کی خیریت معلوم نہیں ہوتی۔

والسلام
عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد
۱۵ جولائی ۶۴ء

عزیزی سلمۂ اللہ! وعلیکم السلام

مدت دراز کے بعد آج لکھنے کی نوبت آرہی ہے۔ کوئی خاص ضرورت بھی اس درمیان میں داعی نہ ہوئی۔ ان شاء اللہ ہر طرح خیریت سے ہوں گے۔

بڑی خوشی ہوئی یہ سنکر کہ آں عزیز کی اہلیہ بھی دہلی پہونچ گئیں۔ اس سن والے کے لیے ایک طویل عرصے تک مجرد رہنا خصوصاً اس ماحول میں ایک بڑا آزما مجاہدہ تھا۔ الحمدللہ کہ یہ منزل کٹ گئی اور پردہ و حجاب کا انتظام تو وہاں کسی درجے میں کیوں بن پڑتا ہوگا۔

مکتوبات کی مانگ خدا کے فضل سے توقع سے بڑھ کر رہی۔ تبصرے ۳۰ کی تعداد میں اب تک نکلے اپنی عادت و معمول کے خلاف سب پڑھے! اپنی کتابوں پر تبصرے نہیں پڑھا کرتا! ان میں تمام تر مداحانہ تھے۔ ایک دو فیصدی صرف دو مخالفانہ بلکہ معاندانہ بدزبانی سے لبریز۔ ایک لاہور کے ہفت روزہ جس کی نظریں مستقل طور سے مخصوص ہوں۔ دوسرا بمبئی کے ایک گمنام ماہنامہ میں۔

حصہ دوم کا مسودہ صاف شدہ پریس میں جانے کو تیار ہے۔ بس جوں ہی میری جیب اس کی اجازت دے کاغذ چھپائی وغیرہ کی بڑھتی ہوئی شرحیں آج کل ہیں ظاہر ہیں۔

حکیم الامت کے نئے ایڈیشن کے لیے مولوی رئیس احمد جعفری خود ہی تیار ہو گئے ہیں

مسودہ اسی ہفتے انھیں روانہ کر دیا ہے۔

مولانا محمد اویس نگرامی بحمداللہ سیتا صاحب کے افادات قرآن کے شائع کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ صدق ہی میں انشاء اللہ نکلیں گے۔

علی میاں، مولانا عمران خاں، مولانا اویس، تینوں کے متحدہ ارشاد کی تعمیل میں میں نے استعفا دارالمصنفین کی صدارت و رکنیت سے واپس لے لیا ہے۔

اب کام کیا کیا ہو رہا ہے۔ اور کہاں تک پہونچا ہے واپسی کی توقع کب تک ہے۔

ہ سنی احمد صابر سندیلوی لکھنؤ کئی ہفتے سے آئے ہوئے ہیں۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) امریکہ کے ماحول میں۔

(۲) اردو کے معروف مصنف اور مولانا کے بڑے معتقد۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۸ فروری ۶۵ء

عزیزی سلمہٗ! وعلیکم السلام

خیریت نامہ خوب مفصل ماشاءاللہ مسنونہ ملا گیا تھا۔ جواب آج کی تاریخ تک کوئی بات نجات والی تھی بھی نہیں۔

خط کے بیشتر حصہ صدق کے قابل تھے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دو تین نمبروں میں دے دیا۔

گائے مسلمان وغیرہ۔

جون ۶۶ء تک واپسی کی خبر سے کچھ تسلی ہو گئی حالانکہ تعلق والوں کو اتنی مدت بھی پہاڑ معلوم

ہوگی اور والدہ بے چاری تو ایک ایک دن گن گن کر کاٹ رہی ہوں گی۔ کل ۱۹ ار کو ان شاء اللہ عزم اعظم گڑھ ہے جشن طلائی ۲۰ - ۲۱ کو ہے ڈاکٹر ذاکر حسین خاں کی صدارت ہیں اور بھی بہت سے لوگ آرہے ہیں۔ منسٹر وغیرہ جمال میاں فرنگی محلی، مولانا عمران خاں وغیرہ کے ذریعہ سے چندہ خوب وصول ہوگیا۔ دھوم دھام رہے گی۔

میں نے ایک مقالہ ۲۰ - ۲۵ منٹ میں پڑھنے والا تیار کرلیا ہے عنوان ہے شبلی نعمانی مصنف مصنف گر، لیکن زیادہ بڑے مجمع کے سامنے سنانے سے گھبراتا ہوں آواز بھی کام نہیں دیتی۔ کوشش کروں گا کہ نوبت ہی پڑھنے کی نہ آئے کوئی دوسرا سے پڑھ نہیں سکتا تا وقتیکہ میرے سامنے دو ایک بار مشق نہ کرے۔

مکتوبات نقشہ دوم کو پریس میں گئے ہوئے کئی مہینے ہو چکے ہیں۔ اصل سوال جیب کا ہے ذرا جیب گرم ہوئے تو پریس سے تقاضا کروں۔

جلد اوّل پر اخباروں اور رسالوں نے تبصرے بہت اچھے کیے اور کتاب خوب نکلی مخالفت کا رقبہ بہت محدود رہا اور مخالفین میں ایک نمایاں نام مولوی نجیب اشرف ندوی کا۔ ع زخاک مکہ۔

اور کوئی بات خیال میں نہیں آتی۔ خیریت نامے کا برابر انتظار کرتا رہوں گا۔

دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۹ر ستمبر ۷۲ء

عزیزم سلمہ اللہ ! السلام علیکم

آں عزیز کی توجہ کے طفیل میں آخر مسلم ورلڈ آنا شروع ہوگیا ورنہ ہر طرف کوشش کرکے تھک گیا تھا ابھی تو پہلا نمبر آیا ہے جنوری ۷۲ء۔

بیرونی کتابوں کا قحط ایسا یہاں پڑ گیا ہے کہ کیا بیان ہو۔ یہ معمولی گرانی تو ظاہر ہی ہے ساتھ ہی نایابی بھی اور پاکستان سے تو مراسلت کی کوئی صورت ہی نہیں۔ مدتوں سے یہی حال چلا آرہا ہے۔ چند سال پہلے کون اس صورت حال کا خیال کر سکتا تھا۔

والدہ صاحبہ تو کراچی میں ان شاء اللہ بدستور بہ خیریت ہوں گی۔ میاں سید حسین ابھی تک آگرہ میں ایڈیشنل کمشنر تھے اس ہفتہ کہیں اور تبادلہ ہوا ہے غالباً فیض آباد میں۔

میاں غلام محمد اور اشرف خان پشاوری کبھی کبھی بڑے چکر دار راستوں سے خط کا ارمان نکال لیتے ہیں۔

جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

ہاں کیا نیشنلٹی امریکہ کی لے لی ہے۔ کتنے سال مستقل قیام کے وہاں ہو گئے؟ والدہ کو دیکھنے کا جی نہ چاہتا ہوگا۔ کتنے بچے ماشاء اللہ اب ہیں؟ علمی منزلیں کیا کیا طے کیں۔ حیات سلیمانی شاہ معین الدین احمد ندوی [illegible] بڑی حد تک پوری کر چکے ہیں کچھ حصہ اب بھی باقی ہے مسودہ میرے پاس آتا رہتا ہے۔ اگر نیشنلٹی امریکی ہو چکی ہے تو ہندوستان آنا تو نسبتاً آسان ہوگا لکھنؤ اور فیض آباد وغیرہ سب کا گشت ہو سکتا ہے۔ واشنگٹن کے اسلامک سنٹر کے صدر ڈاکٹر عبدالرؤف کون شخص ہیں کہاں کے ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ کیا پڑھ سکتے ہیں۔ ہاں اپنی ذاتی غرض تو ابھی تک زبان پر لایا ہی نہیں مسلم ورلڈ کی دستیابی نے پیاس [illegible]

نہیں کہیں زائد ڈیوڑھی ہے۔ اسی نمبر میں تین کتابوں کے نام ایسے دیکھے جن کے لیے دل بیقرار ہے۔

میں پہلے ہی اتنا شرمندہ ہوں کہ آگے ہمت زبان کھولنے کی پڑتی نہیں لیکن بہ حال تینوں میں سے جو کتاب بھی اسکنڈ ہینڈ میں کوئی مضائقہ نہیں، میسر آسکے اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔ قیمت اور ادائی کے طریق ہو جا ہو بے تکلف لکھ بھیجو۔

یہاں تو غالباً ۹ شنبہ میں تھے ۱۳ برس دیکھے ہوئے ہو گئے۔

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۰ راگست ۵۳ء

عزیزم سلیم اللہ!   وعلیکم السلام

خیریت نامہ عرصے کے بعد ملا لیکن خوب ملا۔ دیر آید درست آید اسی کو کہتے ہیں کتابوں کا تحفہ نور علی نور سیرت پاک پر کتاب خصوصاً میرے کام کی نکلی۔

اور پھر وہ سارا قیمتی تحفہ گویا مفت ہی ملا۔ جزاک اللہ خیر الجزا کے سوا اور کیا کہوں سلیمان زادہ سے توقع بھی اسی کی تھی۔

ڈین یونیورسٹی میں آجانے کی خبر سے خوش ہوں محبت نامہ کے حوالے سے (بھتیزنام لائے ہوئے) صدقہ میں دو نوٹ دے رہا ہوں۔

یہ بہت اچھا کیا کہ اپنی والدہ ماجدہ کو آکر دیکھ گئے اور یہ بھی بہت اچھا کیا کہ ان کی اور میاں غلام محمد دونوں کی خیریت لکھ بھیجی۔

آج بڑا اہم دن ہے۔ ہند و پاکستان کی کانفرنس دہلی میں ہو رہی ہے۔ اللہ اب۔

فریقین کی سمجھ درست کر دے تو بڑی بات ہے۔

ہاں اپنی اولاد کا دل کچھ نہ لکھا ماشاء اللہ کے بچے ہیں۔ حافظ اشرف خاں نے افغانستان کے واسطے سے ایک راستہ مراسلت کا نکال لیا ہے۔ مولانا عبدالباری بیچارے بہت زیادہ علیل رہنے لگے ہیں اور بڑی بات یہ کہ نسیان حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے ابھی بات کہی اور ابھی بھول گئے اپنی قومیت ابھی تک تو پاکستان ہی کی رکھی ہے؟ امریکہ کی تو نہیں کر لی۔ علی میاں مدت سے ممالک اسلامی کے دورے پر تھے۔ آج ہی کل میں واپسی کا پروگرام ہے۔ مقالہ عبداللہ ابن زبیر کے چھپنے کا انتظار رہے گا اس انگریزی کتاب Islam in English literature کا اشتیاق تو باقی ہی ہے جب بھی اس کا پورا ہونا ممکن ہو۔

کیا انٹرنیشنل پاسپورٹ پر ہندوستان کی آمد بھی ممکن ہے!

میاں سید حسین تو فیض آباد میں کمشنر ہیں؟ اب ماشاء اللہ حاجی ہو گئے ہیں۔

دُعاگو و دُعا خواہ

عبدالماجد

مکتوبات بنام شعیب قریشی صاحب

بسم اللہ

دریاباد

۹ر دسمبر ۳۶ء

برادرم!

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

میرے انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن پاک کا مسودہ جیسا کہ آپ کو علم ہوگا تاج کمپنی کے ہاں سالہا سال سے پڑا ہوا ہے۔ اب شیخ عنایت اللہ کا بیان ہے کہ اور انتظام کمل ہو چکا ہے۔

دیدہ صرف کاغذ ملنے کی ہے۔

اگر آپ کی توجہ سے انہیں کاغذ مل جائے تو یہ احسان میری ہی ذات پر نہ ہوگا بلکہ براہ راست خدمت قرآن ہوگی اور اس کی اہمیت آپ پر روشن ہی ہے۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ علی گڑھ کے بڑے ہونہار گریجویٹ تھے جنگ بلقان میں انصاری میڈیکل مشن گیا تھا اس کے یہ بھی اہم رکن تھے تحریک خلافت اور ترک موالات میں بڑے پیش پیش تھے۔ گاندھی جی کی گرفتاری پر ینگ انڈیا کے ایڈیٹر رہے۔ کانگریس کے جنرل سکریٹری بھی رہے نہرو رپورٹ کے مسئلے پر انھیں کانگریس سے اختلاف ہوا پھر نواب صاحب بھوپال نے اپنے ہاں بلا لیا اور وہاں اونچے عہدے پر ممتاز رہے۔ مولانا محمد علی کی چھوٹی صاحب زادی گلنار بیگم سے ان کی ۱۹۳۰ء میں شادی ہوئی۔ پاکستان بننے کے بعد پہلے وہ ہندوستان میں پاکستان کے ہائی کمشنر مقرر ہوئے اس کے بعد وزارت میں لیے گئے اس کے بعد انقلاب حکومت کی وجہ سے گوشہ نشین ہو گئے۔ اور ان کا انتقال مولانا سے خاصا پہلے ہوا۔

بسم اللہ

دریاباد۔

۲۰ جنوری ۱۹۵۸ء

برادرم! السلام علیکم

سفارت عراق کی خبر پڑھ کر سوچ ہی رہا تھا کہ مبارک باد کا تار دوں یا خط لکھوں کہ ایک ذاتی فوری ضرورت خط ہی لکھنے کی پیش آگئی۔

کسی کی سعی و سفارش کرنے میں میں خود بڑا کچا اور بدہمت ہوں لیکن اب اسے کیا کروں

کہ کبھی کوئی ضرورت ناگزیر سی پیش آجاتی ہے۔

میرے ایک عزیز ترین دوست مخلص اور ہندوستان کے مشہور فاضل مولانا مناظر احسن گیلانی کے صاحبزادے محی الدین حسن گیلانی آپ کے ہاں حیدرآباد سندھ میں کنڈومنٹ مجسٹریٹ ہیں۔ سنہ میں سی ایس ایس کا امتحان پاس کیا اور اب ڈپارٹمنٹل امتحانوں کی منزل سے گزر رہے ہیں ۹ پرچوں میں سے ۸ میں پاس ہو گئے، صرف نویں پرچے میں جس کا تعلق شاید ریاضی سے ہے ان کے نمبر ۴۶ فی صدی سے کم آرہے ہیں اس لیے ناکام قرار دئے جاتے ہیں اور اُن سے جواب طلب ہوا ہے کہ برخاست کیوں نہ کر دیے جائیں۔ خدانخواستہ کہیں ایسا ہوا تو وہ غریب بے موت مر جائے گا۔

اگر قانون قاعدے کے اندر کوئی گنجائش نکل سکتی ہو تو بیچارے کے بچانے کے لیے کوئی صورت ضرور نکالیے اور کسی نہ کسی طریقے سے مجھے یا اس کو مطلع بھی فرما دیجیے۔ آپ کی پوزیشن کی نزاکت کو خوب سمجھتا ہوں اور بار خاطر ہرگز بننا نہیں چاہتا لیکن اتنا کہے بغیر کوئی چارہ ہی نظر نہ آیا۔

مرحومہ آج ہوتیں تو آپ کے نئے تقرر پر کتنا خوش ہوتیں۔ زندگی نام ہی ان حسرتوں اور تمناؤں کا ہے۔

والسلام

عبدالماجد

مکتوبات بنام زاہد شوکت علی صاحب

بسم اللہ

دریاباد

۱۴ دسمبر ۵۳ء

عزیزم سلمہ اللہ ! وعلیکم السلام

ڈاکٹر سید محمود کو تو میں نے ہی آپ کا نام اپنے عوض میں لکھ بھیجا تھا خود اتنا وقت کہاں سے لا سکتا ہوں خصوصاً جب لکھنا انگریزی میں ہوگا اردو سے اس میں زیادہ ہی وقت لگتا ہے۔

ہمت کر کے آپ ہی بسم اللہ کیجئے۔ سامان آپ کے ہاں موجود ہی ہے۔ لکھنے میں نور العلا صاحب وغیرہ سے پوری مدد لیجئے اور درمیان میں مجھ سے بے تکلف ہر قسم کا مشورہ کرتے رہئیے اس کے بعد بھی ضرورت سمجھئے تو نظر ثانی میں پوری طرح کر دوں گا۔ اس کا وعدہ کرتا ہوں۔

لکھنے میں دوہری احتیاط کی ضرورت ہے۔

(۱) ایک طرف تو مسلمان خصوصاً علی برادران اور محمد علی کی خدمات اور جدوجہد کی قیمت نہ گھٹنے پائے۔

(۲) لیکن دوسری طرف یہ بھی نہ ہو کہ تحریک خلافت کو محض ایک ضمیمہ انڈین نیشنلزم کا سمجھ لیا جائے۔ علی برادران ان سب سے پہلے مسلمان تھے اور تحریک خلافت اصلاً مذہبی ہی تھی البتہ نہ ان کا اسلام وطنیت کے منافی تھا اور نہ ان کی مذہبیت نے ان کے ولولے میں کوئی کمی آنے دی۔

خیریت نامہ پا کر دل خوش ہو گیا لیکن اس میں کچھ خانگی حالات نہ لکھے۔ دل

ان میں بھی لگا ہوا تھا لڑکے اب ماشاءاللہ کیا کرتے ہیں؟ یہ وہیں ہیں کہاں؟ بمبئی میں یا کراچی میں؟ بھائی ذوالفقار علی خاں صاحب کا نام مدت سے سننے میں نہیں آیا۔

میاں عثمان وغیرہ کہاں ہیں پچھلے خط اب یاد نہیں رہے خدا معلوم ان میں کیا لکھا تھا محمد علی ذاتی ڈائری کے چند ورق کا مسودہ دو جلدوں میں مدت سے لکھا ہوا پبلشر کے انتظار میں پڑا ہوا ہے۔ اس نومبر میں ایک چھوٹا سا مضمون شوکت علی پر مولوی رئیس احمد جعفری کی فرمائش پر ان کے ماہنامہ ریاض کے لیے بھیجا ہے۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ مولانا شوکت علی کے بڑے صاحب زادے تھے اور مولانا محمد علی کے بڑے داماد اور انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ خلافت کے منیجر مولانا شوکت علی کی زندگی میں بھی تھے۔ مولانا کے انتقال کے بعد اپنی زندگی کے آخر تک خلافت کمیٹی کو زندہ رکھے رہے

(۲) غالباً ہندوستان کی جنگ آزادی کی تاریخ کے سلسلے میں تاریخ خلافت پر لکھنے کے لیے مکتوب الیہ نے مولانا سے فرمائش کی تھی۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۶ اپریل ۱۹۵۸ء

عزیز مکرم! السلام علیکم

۱۔ خلافت میں آپ ہی کے ناقہ مرض کی خبر پڑھ کر دلی مسرت ہوئی اللہ شفائے کامل دے۔

۲۔ عابد سلمہ کا حال بھی مدت دراز کے بعد خلافت ہی سے معلوم ہوا اللہ انھیں بھی جلد اچھا کر دے دیکھئے کیسے بیگانہ بن گئے خطوط تک سے بیگانگی ٹپک رہی تھی۔

ہاں سید عزیز حسنؒ بقائی مرحوم کی اتنی مدت دستائش خلافت میں کسی طرح درست نہ تھی۔ علی برادران خصوصًا محمد علی کے ساتھ دوشید بدزبانی علی بابا اور چالیس چور کے اس مصنف نے روا رکھی اور پھر آج تک اس نے کوئی پبلک معذرت نہ کی اسے کیسے بھلایا جا سکتا ہے آپ کے ایڈیٹر صاحب معلوم ہوتا ہے ان سے واقفیت کچھ یوں ہی سی رکھتے ہیں۔

۴۔ انقلاب کے ساتھ بھی ناانصافی اب ختم ہونا چاہیئے۔

ابھی اخبار میں پڑھا کہ سرکاری تاریخ جنگ آزادی کا کام ڈاکٹر تارا چند کے سپرد ہوا ہے یہ تارا چند (سر جی پرکاش کی طرح) اُن چند بے تعصب مسلم دوست ہندوؤں میں ہیں جن پر پورا بھروسہ کیا جا سکتا ہے کوشش کیجیئے کہ اس تاریخ میں خلافت کمیٹی خصوصًا محمد علی کی حق تلفی نہ ہونے پائے۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کے چھوٹے بھائی جو مکتوب الیہ کے انتقال کے بعد خلافت کمیٹی کے سکریٹری رہے۔

(۲) دہلی کے اردو اخبار نویس جو ایک رسالہ بیتوا نکالتے تھے۔

(۳) بمبئی کا مقبول اُردو روزنامہ جس سے خلافت سے اس زمانے میں بڑی مخالفت تھی۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۲ر دسمبر ۵۸ء

عزیز مکرم! وعلیکم السلام

افاقہ نامہ پاکر دلی مسرت ہوئی۔ علالت کا حال برابر دوسرے ذرائع سے معلوم ہوتا رہا تھا۔ اللہ نے بڑا فضل کر دیا۔ اب علی برادران کی یادآن عزیزی کے دم سے ہے۔

۴ر جنوری کو جلسہ ضرور پورے اہتمام کے ساتھ کیجیے۔ کیا عرض کروں اگر تعمیل فرمائش کا ذرا بھی امکان ہوتا تو ضرور اس کے کرنے میں مسرت و سعادت محسوس کرتا لیکن اب کئی سال سے پبلک جلسوں میں (خواہ وہ کسی قسم کے بھی ہوں) شرکت قطعاً ترک کر چکا ہوں اگر ایک بار بھی قدم باہر نکالا تو پھر دوسروں کے سامنے کوئی عذر نہ چل سکے گا۔ ایک دعوت صدارت کی حیدرآباد سے اور دوسری مظفر پور بہار سے رد کر چکا ہوں اس لیے تو فرمائش کی تکمیل سے تو بالکل معذور رہوں۔ ایسی اگر کوئی صورت نکلے کہ ان یادگاری مقالات و مضامین کا کوئی مجموعہ شائع ہو سکے تو اس پر دیباچہ یا پیش لفظ بڑی مسرت سے لکھ دوں گا۔

آپ کی رجسٹری یہاں سنیچر ۲۰ کی دوپہر کو ملی جب یہاں سے ڈاک نکل چکی تھی۔ کل اتوار پڑ گیا یہ جواب پہلی ڈاک سے دوشنبہ کو روانہ ہو رہا ہے۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ نے بڑے اصرار سے ۴ر جنوری کو بمبئی یوم محمد علی کے جلسہ کی صدارت کے لیے بلایا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۹ اپریل ۶۰ء

برادرم سلمہٗ اللہ! وعلیکم السلام

عید کارڈ کئی دن ہوئے مل گیا تھا اس سے آن عزیزہ اور زبیدہ اسلمہا کی علالتوں کا بھی حال معلوم ہوا۔ اللہ دونوں کو پوری شفا دے۔ اب علی برادران کی یاد دلانے والا اور رہ ہی کون گیا ہے۔ رام پور کے پرانے اور نئے ذاتی مکانات اور باغ وغیرہ اب بھی بدستور اپنے قبضے میں ہیں؟ یا ان پر بھی انقلاب کا کوئی اثر پڑ گیا ہے۔

بڑی لڑکی کا ارادہ اس سال حج کا ہے انشاء اللہ ۶ مئی کے جہاز سے ۴-۵ آدمی قافلے میں اور ہوں گے شوہر اور برادر (میرے بھتیجے) حکیم عبدالقوی روزنامہ تنویر مرحوم کے ایڈیٹر اور سیاست کانپور کے لیڈر رائٹر بمبئی تک ساتھ جائیں گے۔ پہلا سا زمانہ ہوتا تو میں بے تکلف خلافت ہاؤس کا پتہ بتا دیتا۔ لیکن اب وہ حالت کہاں اور کچھ دقت حجاب سے فاصلہ بھی ہے اس لیے قیام مسافر خانہ صابو صدیق ہی میں مناسب معلوم ہوتا ہے۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کی بیگم صاحبہ

(۲) بیگم حکیم عبدالقوی۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۳؍مئی ۶۰ء

عزیزم سلمہ اللہ! وعلیکم السلام

خط جس میں خلافت ہاؤس(۱) میں ٹھہرنے کی دعوت تھی مل تو گیا تھا لیکن ذرا دیر میں ملا
لڑکی بمبئی کے لیے براہ باندہ مانک پور جبل پور روانہ ہو چکی تھی۔ باندہ سے میں اٹھارہ گھنٹے ٹھہرنے
کے ارادے تھے۔ ایکسپریس تار باندہ سے بھیجا کہ اب خلافت ہاؤس ہی اترنا۔ وہ تار وہاں بعد
بعد از وقت پہونچا۔ بہرحال اس محبت کے لیے دل آں عزیز کا شکرگزار تو ہو لیا۔
اب جب آں عزیز کو خط لکھنے بیٹھتا ہوں تو آں عزیز کا پدر آپ سے ۳۰-۳۲ سال
قبل کا یاد پڑجاتا ہے اور اس کے ساتھ دہلی اور بمبئی کی یادیں اس وقت کی تازہ ہو جاتی ہیں۔
خدا کرے اب صحت بہتر ہو گئی ہو۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) جب مولانا سفر حج کے موقعہ پر خلافت ہاؤس میں کئی روز مع اپنے قافلہ کے مقیم رہے
تھے۔

بسم اللہ

دریاباد
۳۰؍دسمبر ۶۰ء

عزیزم! السلام علیکم

پبلک جلسہ کسی قسم کا بھی ہو اس میں شرکت میں نے مرحومہ(۱) کی وفات کے بعد سے
سے ترک کر دی ہے۔ اس ہفتہ ایک شدید خانگی صدمہ(۲) میں مبتلا ہو گیا ہوں ورنہ بجائے

اس چند سطری پیام کے ایک مقالہ آپ کو لکھ بھیجتا ۔

والسلام
عبدالماجد

(۱) مراد مولانا محمد علی مرحوم ہیں ۔

(۲) یعنی مولنا کے برادر بزرگ مولوی عبدالمجید صاحب کا سانحہ ارتحال ۔

پیام بنام سکریٹری صاحب خلافت کمیٹی خلافت ہاؤس بمبئی

بسم اللہ

عجیب ہے کہ محمد علی کی یاد منانے کا احساس اب بھی قوم کو پیدا نہ ہوا حالانکہ وہ شہید ملت اس سے قطعاً بے نیاز ہو چکا ہے کہ کوئی اسے یاد کرے یا بھلائے رکھے ۔

عشق من از پس من فاتحہ خوانم باقی است

لیکن مرحوم کی یاد صرف چند تقریریں اور چند نعرے نہیں ۔ دین و ملت کے لیے سچی تڑپ ، اخلاص کامل جوش مجاہدانہ خلوق سے بے خوفی بے پناہ سرگرمی عمل یہ ہیں محمد علی کی سچی یادگاریں ۔ محمد علی کی ذہنی و عملی پیدا ہر ایک کی بس کی بات نہیں ۔ لیکن یہ اخلاقی صفات تو ہر مسلمان کوشش کر کے اپنے میں کسی حد تک پیدا کر ہی سکتا ہے ۔

بسم اللہ

دریاباد

۵ر جولائی ۱۹۶۳ء

برادرم سلمہٗ اللہ   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

خیریت نامہ عرصہ دراز کے بعد ملا۔ الحمد للہ تیسرا حج اللہ تعالیٰ ہر طرح مبارک کرے۔
زہرہ بی سلمہا تو شاید مدت کے بعد ہندوستان آئیں۔ ان کو اور بچوں کو ہر طرح کی دلی دعائیں
جلسے کے لیے بمبئی آنے کی فرمائش میرے لیے بڑی ہی سخت ہے۔ مدت دراز سے
جلسوں کی شرکت قطعاً ترک کر رکھی ہے سیاسی جلسوں میں شرکت تو مولانا محمد علیؒ کی وفات
کے بعد ہی سے ترک کر دی تھی۔ رفتہ رفتہ ہر قسم کے پبلک جلسے اس میں آ گئے اور اب تو تفسیر قرآن
وغیرہ کے تحریری کام سے مطلق اس کی فرصت ہی باقی نہیں رہی ہے اس لیے تعمیل فرمائش سے
بالکل ہی معافی چاہتا ہوں

باقی بغیر کسی پبلک جلسے کے محض ملنے ملانے اور خلافت ہاؤس دیکھنے کے لیے
سفر بمبئی کا دل مدت سے چاہ رہا ہے بیگم محمد علی کی قبر پر فاتحہ بھی پڑھنا ہے۔ دیکھئے کب
اس کی نوبت آتی ہے۔ اللہ سب لوگوں کو خوش و مطمئن رکھے۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۲۷ نومبر ۶۷ء

برادرم سلمہ اللہ! السلام علیکم

انشاءاللہ بخیریت تمام ہوں گے علی برادران کے خاندان والوں میں اپنے ہی عزیزوں کی طرح برابر دل لگا رہتا ہے۔ اس خط کے جواب میں نام بنام ان لوگوں کی بھی خیریت لکھ دینا کہاں کہاں ہیں؟ اور کیا کیا کر رہے ہیں؟ ۔ میاں طارق تو کراچی میں ہوں گے اور میاں عابد مشرقی پاکستان میں۔ شوکت صاحب کے ایک نواسے سے کراچی میں ملاقات ہوئی تھی کسی سفارت خانے میں تھے میاں عثمان میاں فاروق سب بخیریت ہوں گے اور سب سے بڑھ کر خود نذیرہ بی۔

یہ خط ایک خاص ضرورت سے ہے۔ بمبئی میں کسی پڑھے لکھے یہودی سے ملاقات ہے؟ اگر ہو تو ان کا ذرا پتہ معلوم ہو جائے۔ یہودی مذہب اور تاریخ کی کتابیں انگریزی میں پڑھنا چاہتا ہوں اور اسرائیل سے کوئی انگریزی اخبار منگانا۔ بس اسی کے لیے کوئی ذریعہ ڈھونڈھ رہا ہوں۔ ان کے قونصل خانہ بمبئی سے جو ہفتہ روزہ News from Israil نکلتا ہے اس کا خریدار ہوں لیکن وہ میری ضرورت کے لیے کافی نہیں اور زیادہ کتابیں اور رسالے وغیرہ چاہتا ہوں اس زحمت کو ضرور میرے لیے گوارا فرمائیں۔

والسلام دعاگو و خیریت طلب

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

یکم دسمبر ۶۷ء

برادرم سلمہٗ اللہ !   علیکم السلام

شکایت نامہ پاکر بڑی شرمندگی ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ بیسیوں اخبارات ہند و پاکستان کے ہجوم و انبار میں صرف چار ہی پانچ اخباروں کے پابندی سے پڑھنے کا وقت ملتا ہے اکثر اخباروں پر بس محض ایک منٹ میں سرسری نظر ڈال لیتا ہوں اور ایک تہائی تو ایسے اخباروں کی ہے جس کے کھولنے ہی کی نوبت نہیں آتی۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ ضروری ضروری خبریں ہی نظر سے رہ گئی ہیں خیر اللہ کا شکر ہے کہ اطلاع صحت کی بھی مل گئی بیماری تو ہر مسلمان کے لیے گناہوں کو دھونے والی اور اجر کو بڑھانے والی ہوتی ہے آں عزیز کو بھی ان شاء اللہ پورا صلہ اس شدید علالت کا مل گیا ہوگا۔

عجیب اتفاق ہے کہ دو چار ہفتہ پہلے خود میں نے ایک خط بھیجا ہے جس میں علاوہ اپنی ضرورت کے خاندان علی برادران کی نام بہ نام ایک ایک کی خیریت دریافت کی ہے وہ پہونچ گیا ہوگا اور اس کا جواب بھی آرہا ہوگا۔

والسلام دُعاگو

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ نے اپنی شدید علالت کا حال لکھا تھا اور اس کی شکایت کی تھی کہ باوجود خلافت میں اس کی خبر شائع ہونے کے مولانا کی طرف سے کوئی خط عیادت کے لیے نہیں گیا۔

بنام قطب الدین احمد صاحب عرف ملّا صاحب[1]

بسم اللہ

دریاباد

۲۳ ؍ دسمبر ۱۹۵۳ء

عزیزم سلمۂ اللہ ! وعلیکم السلام

محسنہ سلمہا کی تقریب اللہ ہر طرح مبارک کرے۔ خوب کیا جو اس سے یوں یہ خاموشی فراغت کرلی۔ لڑکے کا کچھ نام و نشان نہ لکھا لڑکیوں نے بتایا کہ جمیل میاں کا لڑکا ہے۔ گھر کی نسبت کا کیا کہنا ، باہر پیر جانی بوجھی ہوئی۔ یہ اب بھی نہ معلوم ہوا کہ یہ صاحب زادے کرتے کیا ہیں۔

دل نے پہلے کہا کہ بڑے گاؤں میں تقریبیں ایسی ہی ہوتی ہیں ؟ ساری دعوتیں جلسے نظر کے سامنے پھر گئے مگر پھر عقل نے معاً جواب دیا کہ وہ بڑا گاؤں اب رہا کہاں ہے اب تو یہی کرنا ہی تھا خدا کرے اب نمبر میاں ضیا کا بھی آجائے۔ لڑکی اور لڑکے میں فرق یقیناً ہے لیکن اس فرق کو بہت دور تک پہونچا دینا دوسرے سرے پر چلے جانا ہے۔

اس ہفتہ کے اندر دو مرتبہ لکھنؤ کا پروگرام ہے ایک ۲۵ ـ ۲۶ کو سید صاحب مرحوم کی تعزیت میں دوبارہ ۲۹ ـ ۳۰ کو ریڈیو تقریر میں ممکن ہے کہ کسی وقت ملاقات ہوجائے گو لکھنؤ کا پروگرام گڑبڑ ہی رہتا ہے۔

والسلام

عبدالماجد

(۱) رشتے میں مکتوب الیہ مولانا کے بھانجے ہوتے تھے لیکن تعلقات کے لحاظ سے وہ

سگے بھانجوں سے بڑھ کر تھے طالب علمی ہی کے زمانے سے وہ مولانا سے بہت مانوس تھے اور ایک حد تک ان کی تربیت میں رہے اور ان کے بڑے ہی مزاج شناس اور مولانا کی تحریروں کے عاشق۔ ان کا انتقال ۱۹۷۸ء میں ہوا۔ مرحوم کی شادی بڑے گاؤں میں شفیق الرحمن قدوائی صاحب مرحوم کی بہن سے ہوئی تھی۔

(۲) موجودہ وزیر مملکت برائے صحت و سوشل ویلفیر مکتوب الیہ کی منجھلی صاحب زادی ہیں۔

(۳) بڑے گاؤں کے رہنے والے اور پرانے کانگریسی لیڈر جمیل الرحمن قدوائی صاحب ان کا انتقال شروع ۱۹۷۸ء میں ہوا یعنی مولانا کے انتقال کے تقریباً سال بھر بعد۔

(۴) مکتوب الیہ کی سسرال۔

بسم اللہ

دریاباد
۱۴ اکتوبر ۱۹۵۲ء

عزیزی سلمہ اللہ! وعلیکم السلام

آپ کو خط ذرا تفصیل سے لکھنا چاہتا تھا۔ قدرةً اس کے لیے وقت کئی دن کے بعد ہی نکل سکا آپ کی تمہارا خط تھا بڑے مزے دار مکرر پڑھا۔ وسعت کے بعد عسرت، خوشحالی کے بعد تنگی اللہ کا کوئی معمولی انعام نہیں ہوتا۔ اپنے ظرف کے لحاظ سے اس کے دینے بھی بیسے جاتے ہیں۔ یہ انعام انھیں کے نصیب میں آتا ہے خوش ہو کہ تمہارا شمار انھیں چنے ہوئے بندوں میں ہوگیا و لایلقاھا الا الصابرون۔

جن شہروں اور جن سڑکوں سے انسان کبھی ڈیڈے اور بگھی کی ٹک ٹک گذرتا رہا ہو انھیں پر آج پیدل چلنا کوئی معمولی مجاہدہ نہیں ــــــــ ورس آغاز کا انجام ابتری اجر انعام ہی انعام۔

آپ کی کچھ اپنا رنگ بھی ایسا ہی ہے (اور ایسا وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے) حیدرآباد سے پنشن دفعتاً بند ہوگئی جس بنا پر تمدید ہوئی وہ منسلکہ سے ظاہر ہوگی اور وہ منسلکہ آج تک نہ ملا اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

ادھر یہ ہوا اور ادھر عین اسی زمانے میں صدق کی مالی حالت ایسی گر گئی کہ میری آمدنی جو اس سے ہوتی تھی وہ سو سے گھٹ کر ۵۰-۵۶ پر آگئی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں ابتلا عارضی ہیں لیکن اس وقت تو بہر حال تمہارے ساتھ ہم رنگی حاصل ہے۔ وہی پرانا مصرعہ۔ خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے۔

مرزا سودا مرحوم کا ایک مصرعہ تصوف کے رنگ میں ہے "دل میں خوش ہوتا ہوں جب رنج سوا ہوتا ہے" اس کا مطلب اب سمجھ میں آیا۔ مناجات مقبول کو دعاؤں کو اس وقت پڑھو تو لطف کچھ اور آئے گا اس وقت زبان نہیں دل پڑھے گا۔ لذیذ غذاؤں کا پورا لطف بھوک کے وقت آتا ہے بلا بھوک نہیں۔

والدۂ رافت اپنی ہائے وائے میں مبتلا رہتی ہیں۔ باندے سے گذارے کی سالانہ آمدنی کا انھیں بڑا سہارا رہا کرتا تھا مدت ہوئی تنسیخ زمینداری کی نذر ہوگیا۔ یہ تار حیا صاقہ تو دن رات لگا ہی رہتا ہے کسی کو ہنسا کر رلاتے ہیں اور کسی کو رلا کر ہنساتے ہیں۔

تہجد اگر کبھی کبھی نصیب ہو جائے تب بھی بڑی خوش نصیبی ہے چہ جائیکہ تقریباً پابندی کے ساتھ۔ رشک کے قابل نعمت ہے۔ نماز کی پابند تو ہمیشہ سے رہے ہو اب یہ مزید کرم وسیع ہوگیا۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) کورٹ آف وارڈس کے محکمے ٹوٹ جانے سے مکتوب الیہ کی ملازمت ختم ہوگئی اور اسی کی وجہ سے ان کو مالی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

(۳) اردو کے مشہور ناول نگار مرزا محمد ہادی رسوا۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۱ اکتوبر ۴۲ء شنبہ

عزیز سلمہٗ! وعلیکم السلام

مسعود میاں بے چارے کی شدید و خطرناک علالت کی اطلاعیں باندے سے برابر آرہی ہیں اللہ رحم فرمائے۔ ان کی ہمشیر مضطر و مضطرب ہو کر کئی دن ہوئے جا چکی ہیں حالانکہ خود بھی شدید نزلے و اختلاج میں مبتلا تھیں۔

بڑے گاؤں جا کر ایک دفعہ چچی میاں مرحوم کی قبر پر فاتحہ پڑھ آنا واجبات میں سمجھتا ہوں پہلے رمضان رہا پھر برسات آگئی اب جمیل میاں کو لکھ دیا ہے کہ کسی اتوار کو اپنے حسب فرصت سواری کا انتظام کر دیں کھڑی سواری گھنٹے دو گھنٹے کے لیے ہو تا آب۔ ڈاکٹر عبدالحق کی تعریف اور لوگوں سے بھی سنتا آیا ہوں مدارس والی اسکیم اور تفصیلات معلوم ہوں تو قطعی رائے قائم کروں بظاہر تو قبول کرنا مشکل ہی معلوم ہوتا ہے لکھنؤ کا مدرسہ کھل جاتا ہے معمولات میں فرق تو بہرحال پڑ ہی جاتا ہے لکچر اگر اردو میں ہوئے تو غنیمت ہیں اگر انگریزی کی قید لگا دی تو اس میں محنت کئی گنا بڑھ جائے گی۔

ضیا سلمہٗ کا عقد بے شک اب ہو جانا چاہیے بہت جلدی کی طرح بہت تاخیر غلط ہے اللہ ہر طرح مبارک کرے۔

خلیل سلمہٗ سے ایک بار بارہ بنکی اسٹیشن پر ملاقات ہو گئی رات کا وقت تھا میں کیا پہچانتا

انھوں نے خود ہی بڑھ کر سلام کیا پھر ان کے چھوٹے بھائی نے اپنا اور ان کا دونوں کا تعارف کرایا۔

والسلام دُعاگو

عبدالماجد

(۱) یعنی شیخ فضل الرحمٰن قدوائی صاحب ایڈوکیٹ سابق چیرمین میونسپل بورڈ

بسم اللہ

دریاباد

۲۵ دسمبر ۵۸ء

عزیزی سلمہٗ!   السلام علیکم

روانگی سے قبل لکھنؤ تو ایک بار آ ہی گئے اور غالباً کھڑی سواری دریاباد بھی - دریاباد کا وقت نہ نکل رہا ہو تو ہفتہ عشرہ قبل سے مجھے لکھ دو میں لکھنؤ کے لیے وقت نکال لوں گا۔

یہ خط ایک خاص ضرورت سے ہے۔ بشر میاں اور بھائی صاحب کے درمیان غلط فہمیوں کا سلسلہ ایک عرصے سے چلا آ رہا ہے۔ آغاز کچھ درگاہ کے انتظامی معاملات سے ہوا تھا خیر اختلاف رائے تو ہوتا ہی رہتا ہے یہاں کشیدگی کی صورت پیدا ہو گئی ہے جسے اب تو ہرگز باقی نہ رہنا چاہیئے مصالحت کرا دینے کو تمہارے زیادہ کون ہو سکتا ہے۔ جی چاہتا ہے اس کا اجر سو فیصدی تم ہی کو ملے۔

لکھنؤ آؤ تو اسے بھی اپنے پروگرام کا ایک ضروری جزو بنا لینا۔

والسلام دُعاگو

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۸ اپریل ۵۶ء

عزیزی سلمہٗ! وعلیکم السلام

دونوں کارڈ مل گئے کوئی بات جواب طلب نہ تھی۔

پھر بھی، دونوں مرتبہ پر خاص اثر پڑا کیسے دیکھتے ہی دیکھتے تم پردیسی ہو گئے یوں ملاقات تو یہاں رہ کر بھی صدیب ہوتی تھی بارہ چھ تک یہی صورت رہی لیکن بہ وقت طبیعت کو اطمینان کتنا رہتا تھا اب یہ صورت کہ بیک کتنے حجابات حائل ہو گئے اور مہینوں برسوں میں بھی امید ملاقات بس موہوم ہی سی۔

بعد عید خیال ہوتا ہے کہ بڑے گاؤں کا سفر اختیار کر کے والدہ ضیاء سے بھی مل آؤں یہی سوچ کر بس یہ بھی اب پرائی اور پردیسی ہو چکیں مسئلۂ کشمیر اور اخبارات ادھر ادھر دونوں کے سلامت رہیں کہ بجائے قرب و اتحاد کے بُعد روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔

اپنا حال ضرور لکھنا۔

یاں کسی واقف کار سے پتہ چلانا کہ اردو ٹائپ رائیٹر وہاں کس قیمت میں مل جاتا ہے اور پھر وہاں سے اس کے آنے کی کیا صورت ممکن ہے۔

روزے ابھی تک تو یہاں آسان ہی گذر رہے ہیں پیاس نہیں ہے۔

دعاگو

عبدالماجد

---

(۱) یہ خط مکتوب الیہ کے پاکستان منتقل ہو جانے کے بعد لکھا گیا تھا۔

بسم اللہ

دریاباد

۲۴ دسمبر ۱۹۵۶ء

عزیزی سلمہٗ! السلام علیکم

تمہارے حال میں برابر دل لگا ہوا ہے کوئی صورت نکلی؟ وہاں کی ہمہ وقتی انتشاری کیفیت کا اب ذاتی تجربہ ہو گیا ہوگا بے حد دل کڑھتا ہے مگر علاج کس کے ہاتھ میں۔

میاں شہاب[1] یہاں آئے تھے۔ کبیر میاں کے ہاں قیام کئی دن مسلسل رہا دو تین ملاقاتیں مجھ سے بھی کیں۔

خیال تھا کہ ان کی والدہ وغیرہ سے ان کے جانے سے قبل بارہ بنکی یا بڑے گاؤں جا کر مل آؤں گا اس کا پتہ بھی چلنے نہ پایا اجد کو قیوم سے معلوم ہوا۔ کبیر میاں اب اچھے ہیں بہت سخت اور عرصے تک بیمار رہے ٹائیفائیڈ وغیرہ میں۔

میاں منصور ایسی گھوڑی سواری آئے کہ دریاباد نہ آسکے اور میں شکل دیکھنے سے بھی محروم رہا۔

آبائی مکان کے متعلق بھائی تجمل کریم صاحب کی کیا رائے ہے سنا ہے کہ اب فروخت کی عام اجازت ہو گئی ہے اور کوئی سرکاری رکاوٹ نہیں رہی ہے یہاں یوں بھی اچھی قیمت کی توقع نہیں پھر جب کہ حالت بھی بہت زیادہ مرمت طلب ہو گئی ہے بہر حال اگر ارادہ فروخت کا ہو اور طبیعت اونے پونے قیمت پر فروخت کرنے پر آمادہ ہو تو کوشش ہی میں بھی بہت کر جاؤں حاجی وصی سے گفتگو کر لی ہے ان کا ارادہ بیچنے کا بالکل نہیں۔ ڈان دیکھتا رہتا ہوں اور اردو کے بھی روزنامے جنگ وانجام اللہ خیریت سے پھر کبھی ملائے۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کے منجھلے صاحب زادے۔

(۲) مولانا کے سگے ماموں زاد بھائی شیخ عبدالکبیر۔
(۳) شیخ عبدالکبیر صاحب کے بڑے صاحب زادے
(۴) مکتوب الیہ کے بڑے ماموں کے صاحب زادے
(۵) مکتوب الیہ کے نانا کا مکان
(۶) ہم لوگوں کے جدی عزیز وصی الدین صاحب۔

بسم اللہ

دریاباد
۲۴ اگست ۱۹۶۱ء

عزیزی سلمہٗ! وعلیکم السلام

خط خوب ملا۔ دل لگا ہی ہوا تھا لڑکیوں کا تفصیل سے حال لکھ دیا یہ بہت اچھا کیا۔ پبلک معاملات تو اخباروں سے معلوم ہی ہو جاتے ہیں نجی زندگی کا کوئی اور ذریعہ بجز خطوط کے نہیں۔

بابائے اُردو کا کیا کہنا اپنے خدمات اُردو کے لحاظ سے فرد و بے نظیر تھے اور پھر میرے تو پرانے کرم فرما بلکہ محسن تھے۔ خبر سیاں اسی وقت کراچی ریڈیو سے مل گئی تھی اور میں اس کے سننے کے لیے اپنے کو تیار کر چکا تھا نماز جنازہ کا مجمع قابل رشک رہا۔

بھائی صاحب کی وفات سے زندگی کا ایک گوشہ بالکل سونا ہی ہو گیا۔ لڑکوں نے کمال کیا میں نے تو صرف اتنا کہا تھا کہ بہن کو شرعی حصہ دینا ان لوگوں نے اس کا پورا دگنا دے دیا یعنی بالکل اپنے برابر۔ میں سجدۂ شکر بجالایا۔

میاں آفتاب انشاء اللہ ستمبر کے تیسرے ہفتے میں لاہور کراچی کسی سواری سے آئیں گے ایک روز بارہ بنکی میں بینک سے کام پڑ گیا تھا شناخت کا مرحلہ پیش آیا تمیل سلمہ

کی دکان پڑوس ہی میں ہنی بے چارے کام آئے۔

بھائی خلیق الزماں کی کتاب اس وقت تو دیکھنے میں آتی نہیں اشتیاق ہر وقت ہے۔ کبیر میاں کے ہاں کا حال بدستور ہے میاں قیوم کا کاروبار باغ بانی وغیرہ کا ماشاءاللہ ترقی پر ہے ریڈیو بھی لے لیا ہے اور مکان کی توسیع ہونے والی ہے خط لکھنا تو باپ بیٹے دونوں کے لیے مشکل ہے۔ میاں طاہر کی صحت جس حد تک سنبھل گئی تھی بدستور ہے بے چارے پنشن وصول نہ ہونے کی وجہ سے تنگ دست ہو رہے ہیں۔

ہاشم سلمہٗ کا مقالہ ڈاکٹریٹ کے لیے منظور ہو گیا ہے انشاءاللہ عنقریب پی
ایچ
ڈگری مل جائے گی۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) یعنی بابائے اُردو کے انتقال کی خبر۔

(۲) مولانا کے برادر اکبر مولوی عبدالمجید صاحب۔

بسم اللہ

دریاباد

۳ نومبر ۶۲ء

عزیزی سلمہٗ! السلام علیکم

تم نے کیسے لطیف و نفیس تحفے کا یوں ہی کیا کہنا پھر اس میں لانے والے کے خلوص کی شیرینی حل ہو گئی ہو تو نور علیٰ نور بہر حال وہ تو تل ایک عرصے تک انشاءاللہ شیرینی حیات بخش رہے گی۔

اس روز موٹر راستے میں اتفاق سے بار بار بگڑا قیر جوں توں اسٹیشن پر لکھنؤ کے

لیے ایک گاڑی مل ہی گئی۔

والدۂ رافت اپنی بھابھی جان کے ساتھ باندے جاچکی ہے ابھی دو ہفتے وہاں قیام کا پروگرام ہے۔

اس وقت تو لکھنؤ یا بارہ بنکی میں ہوں گے اور ان شاء اللہ ہر طرح بخیریت۔

دُعاگو

عبدالماجد

بسم اللہ

دریاباد

۱۰ فروری ۶۵ء

عزیزی سلمہٗ! وعلیکم السلام

خیریت نامہ و سفرنامہ خوب مفصل مل گیا وہ حلوا تمہاری خالہ کا بھیجا ہوا نہ تھا (شکریہ انھیں مفت ہی میں مل گیا) ان کی لڑکی کا بھیجا ہوا تھا یعنی زبیر کا علی گڑھ سے۔

اللہ کے احسانات تو اپنی جگہ سب ہی بندوں کے ساتھ رہتے ہیں اصل شے بندے کی طرف سے ان احسانات کا احساس ہے وہ بحمداللہ تم میں موجود ہے اور یہ احساس بھی حق تعالیٰ کا ایک مزید کرم و احسان ہے۔

غلام السیدین سے اتنے گہرے تعلقات اچھا کیا تم نے لکھ دیا ممکن ہے کہ اپنے ایک دفتری معاملے میں ان کی مدد کی کچھ ضرورت پڑے۔

شاہ عزیز عالم آخر گذر گئے رمضان کا مہینہ پایا وہ بھی اس کا نیز خوش قسمتی تو دوست ہی تھے مجھے بھی اچھا خاصا صدمہ ہوا تمہارے ساتھ ان کی عیادت کا ارادہ کرتا ہی رہ گیا۔

اپنی خالہ (والدۂ عتیق مرحوم) کو ضرور میری طرف سے سلام پہنچا دینا اگر وہ اکثر یاد آتی رہتی ہیں

اوران کے میاں بھی[۵]۔ بہ ظاہراب زندگی بھر ملاقات کی کیا صورت ہے۔

والدعا

عبدالماجد

(۱) مراد مولانا کی بیگم صاحبہ ہیں جو مکتوب الیہ کی رشتے میں خالہ ہوتی تھیں۔

(۲) جو بارہ بنکی میں سپرنٹنڈنٹ پولس رہے تھے اور بعد میں ڈی آئی جی ہو گئے تھے۔

(۳) مراد مکتوب الیہ کی حقیقی خالہ جنھوں نے مکتوب الیہ کی پرورش اپنی بہن یعنی مکتوب الیہ کی والدہ کی خرابیٔ دماغ کے وجہ سے کی تھی۔

(۴) مراد محمد عتیق صاحب ایڈیٹر ڈان۔

(۵) ارتضٰی کریم صاحب جو پاکستان منتقل ہونے سے پہلے امیرالدولہ اسلامیہ کالج کے اسکول سیکشن میں استاد تھے۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۶ جولائی ۶۵ء

عزیزی سلمٰہ! وعلیکم السلام

سانحہ کی خبر میاں توکل سلمٰہ کئی دن ہوئے دے چکے تھے اور پھر روزنامہ حریت میں محض اتفاق سے قرآن خوانی کی خبر بھی نظر پڑ گئی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

تعزیت نامہ کئی روز ہوئے قصر جاوید کے پتے پر لکھ دیا تھا خدا معلوم وہ پتہ اب بھی ہے یا نہیں احتیاطاً ہم لوگوں کی طرف سے مکرر تعزیت اپنی خالہ کو پہونچا دینا ظاہر ہے کہ عورت کی زندگی شوہر کے بعد اجڑ جاتی ہے۔ اور ان بیچاری کے لیے تو عتیق مرحوم ہی کا صدمہ کیا کم تھا لیکن اللہ کے ہاں اجر بھی تو بہ صدمہ کی مناسبت سے ملتا ہے صابر و شاکر بیوی

کے بڑے درجے ہوتے ہیں۔

میری بہنوں میں تو ایک وہی بے چاری اب باقی ہیں۔

تینوں لڑکوں کا حال خوب کیا لکھ دیا کرکٹ کا حال خصوصی دلچسپی سے پڑھا میاں ضیا کا کچھ ذکر نہ تھا اپنی جگہ پر بخیریت ہوں گے ان شاءاللہ مزید ترقی کے ساتھ۔

میاں طاہر کریم کی موت بڑی اچھی واقع ہوئی جمعہ کو بعد مغرب۔ نو بجے کو غسل کیا جمعہ کو یاد کر کے مغرب کی اذان سن کر نیت باندھی آخری بار زبان سے اللہ کہا۔

بڑا کام دوں تمہارے بخیر بے لطف سا ہو گیا ہے صدق کے متعلق تمہارا یہی خط آفتاب کو دکھلا دوں گا۔ انھیں براہ راست لکھ دیا ہوتا تو اور اچھا تھا میں کسی انتظامی معاملے میں دخل بہت کم دیتا ہوں۔

والسلام دعاگو

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ نے اپنے خانوادے کی حفیظ کریم صاحب کے انتقال کی خبر دی تھی۔

(۲) مولانا کے رشتے کے بھانجے اور مکتوب الیہ کے رشتے میں بھائی۔

دریاباد

۱۰ فروری ۱۹۵۲ء

عزیزی تحاسر لمنا! وعلیکم السلام

۲۵، ۲ جنوری کا خط ۶ فروری کی شام کو ملا۔

سانحہ کی خبر میاں ابراہیم[۱] کے خط سے کئی دن ہوئے معلوم ہو چکی تھی اور ابراہیم کے پتہ پر تعزیت نامہ بھی بھیج دیا تھا تمہاری خالہ (اب میری آخری بہن) بے چاری پر عجب وقت یہ آپڑا ہے۔

کن لفظوں میں ان سے شرکت غم و ہمدردی کی جائے بس اللہ ہی انھیں برداشت کی قوت اور ہمت دے اور وہی ضرور دے گا اتنا سخت امتحان تو بڑے ہی جوانمردوں اور جوان ہمتوں کا ہوتا ہے اور اس کا اجر بے حساب و بے انداز بھی بڑے ہی خوش نصیبوں کے حصہ میں آتا ہے اللہ اللہ مرحوم کی والدہ کے ساتھ مرحوم کی بیوہ کو جنت کے اعلیٰ درجات کی بشارت ہو۔ صابرین کے بڑے بڑے درجے ہیں۔

دعاگو

عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ نے اپنے منجھلے خالہ زاد بھائی محمد دبیر صاحب (محمد عتیر صاحب کے بھائی) کے انتقال کی خبر دی تھی۔

(۲) مولانا کے سگے خالہ زاد بھائی محمد مقیم صاحب کے بڑے صاحب زادے۔

بسم اللہ

دریاباد

۱۰ مارچ ۱۹۶۸ء

عزیزی سلمہٗ وعلیکم السلام

دو وہ دونوں خط مل گئے تھے یاد ہے کہ کم سے کم ایک کا تو جواب دے ہی چکا ہوں اب ہندوستان آنے اور ملاقات ہونے کی کیا صورت ہے۔

دو لڑکیاں آج کل زیادہ بیمار ہیں (حمیرا اور زاہدہ) دل قدرۃً ان میں لگا ہوا ہے تمہاری کی لڑکی کی شادی آج ہوگئی ہوگی۔ میرے پاس بلاوا دونوں طرف سے آیا ہوا تھا۔

کبیر میاں کے لڑکے ماشاء اللہ خوب کمار ہے ہیں باغ بانی اور کاشت کاری خصوصاً غلہ کی تجارت اور گنے اور پودینے کی کاشت ماشاء اللہ طرح طرح کی مشینیں منگا رہے ہیں بعض ولایت

سے کبھی۔

ہماری بہن صاحبہ کو اللہ معلوم ہوتا ہے کہ درجۂ ولایت پر پہونچانا چاہتا ہے کہ ایک طرف اُن پر غم والم کے پہاڑ ڈال کے ان کا دل بالکل توڑ دیا اور دوسری طرف عبادت و شب بیداری کی اتنی چاٹ لگا دی درجۂ ولایت میں کوئی پر نہیں لگ جاتے بس جو اخلاص کے ساتھ اللہ کو راضی کرے وہی ولی اللہ بن جائے۔ تمہارے ہاں کے حالات پڑھ کے بڑا دل دُکھتا ہے۔ قدم قدم پر تصادم اور ٹکراؤ!

کبیر میاں کو بلا کر تمہارے خط کا مضمون سُنا دیا بڑے خوش ہوئے سلام دُعا لکھا رہے ہیں اور اشتیاق ملاقات! مرحومہ کا حصۂ شرعی کچھ انور اور ان کے بھانجوں کو پہونچتا تھا میں نے لکھوا بھیجا جواب لڑکیوں کے نام آیا کہ مجھے مل گیا اور تمہیں لوگ اسے میری طرف سے قبول کرو۔

حسنی سلمہا سُنا ہے کہ سیتاپور جا کر ہو آئیں غضب کیا مجھے اگر پہلے سے اپنا پروگرام لکھ دیا ہوتا تو سیتاپور کچہری سواری جا کر مل آتا۔ ظاہر ہے کہ اب نہ معلوم کب ایسا دوسرا موقع آسکے گا۔

دعاگو

عبدالماجد

(۱) نواب صاحب چھتاری کی پوتی۔

(۲) مراد شیخ انوار الزماں صاحب ایڈوکیٹ بارہ بنکی۔

بسم اللہ

ندوہ باد
۱۱؍اپریل ۱۹۶۸ء

عزیزی سلمہٗ! وعلیکم السلام

خیریت نامہ مدت دراز کے بعد ملا اور بڑا دل خوش ہوا۔

اپنی خالہ کو سلام کے بعد میری دلی مبارک باد پہنچا دینا انہوں نے صرف فریضہ حج ادا نہیں کیا بلکہ اس میں ایک مجاہدہ بھی کیا۔ حج ان کا بھی قبول نہ ہوگا تو اور کس کا ہوگا۔ عبادت گذار اور اپنے والد کی خدمت گذار تو ہمیشہ رہیں اور اس سن میں وہی جوہر اور چمک اٹھے مصیبتیں بھی انہوں نے خوب جھیلیں اور جنت پر حق خوب جما لیا ابھی تازہ حج کیے ہوئے ہیں۔ میرے حق میں بھی دعائے خیر کریں اب تو نام کی وہی ایک بہن رہ گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عافیت دارین نصیب کرے۔

سدق کا داخلہ بند ہونے کو کچھ نہ پوچھو جتنی تکلیف مجھے ہوئی اور اس کے سیکڑوں پاکستانی خریداروں کو بس میرا ہی دل جانتا ہے ؎

ملاتے ہو اسی کو خاک میں جو دل سے ملتا ہے

ادھر سے رسالے کتابیں اخبار سب مدت دراز سے بند ہیں آنکھیں ترس گئیں۔

لڑکوں کا حال لکھ دیا یہ بہت اچھا کیا۔ میاں تصدق کریم کا حال تو پہلے بھی نہیں معلوم ہوتا تھا اور اب مدت سے میاں توکل کریم اور میاں تصور کریم کا بھی کچھ حال نہیں معلوم۔

یہاں دو لڑکیوں کی صحت چوپٹ ہے چھوٹی مہینوں بلکہ برسوں سے بیمار چل رہی ہے کوٹھے پر چڑھنا بالکل بند بس معمولی سا چل پھر لیتی ہے۔ رافت بھی زیادہ بیمار رہنے لگی ہے۔ میرے ساتھ یہاں حمیرا رہتی ہیں ان کی صحت بھی خاصی خراب۔ زبیرا الحمد للہ علی گڑھ میں ہیں۔

۲۶ جنوری (یوم جمہوریت) کو اتفاق سے فوراً بارہ بنکی جانا پڑ گیا جلسہ گاہ سے گذر رہا تھا کہ جمیل میاں مل گئے اور چند منٹ بعد محسنہ بھی۔ یہ لوگ بارہ بنکی میں نہیں لکھنؤ میں تھے۔

یعنی اسی وقت مسافرانہ چلے آرہے تھے بڑا اصرار کرکے مجھے گھرلے گئے مجھ کو کہیں جگہ جانا تھا مگر بہ اصرار تمام کھانا تیار کردیا اور بغیر کھلائے نہ چھوڑا۔

میری رائلٹی کی رقم تاج کمپنی کے ذمہ اکتوبر سے واجب ہوگی جنوری میں میری یاد دہانی پر خط آیا کہ ہم رقم اسٹیٹ بینک کے ذریعہ بھیج رہے تھے مگر بینک نے لکھ دیا کہ ہندوستان کو کوئی رقم نہیں جا سکتی (بینک کا خط ملفوف ہے)

میں بھائی یہیں ہیں مع اپنے بہوؤں اور پوتوں کے۔ حسین کا قیام لکھنؤ میں رہتا ہے روزنامہ سیاست کانپور میں ہیں چھوٹے یعنی متین کلکتہ میں ایک تاجر کے یہاں کارگزار رہیں۔

آفتاب بے چارے گھٹنے کے درد کے مریض ہو گئے ہیں میں خود بحمداللہ اچھا ہوں سوا آنکھ کے روز افزوں ضعف کے اور مرحومہ کے غم کے جو روز بروز تازہ ہی رہتا ہے۔

دُعاگو
عبدالماجد

(۱) مکتوب الیہ کے چھوٹے ماموں مولوی تجمل کریم صاحب کے بڑے صاحب۔
(۲) تصدق کریم صاحب کے چھوٹے بھائی
(۳) مکتوب الیہ کے بڑے ماموں تفضل کریم صاحب کے صاحبزادے۔

بسم اللہ

دریاباد

۴؍اگست ۱۹۷۱ء

عزیزی سلمہ! السلام علیکم

میاں ضیاء[1] کی گمشدگی سے تم دونوں[2] پر جو کچھ گزری ہوگی اسے تو بس اللہ ہی جان سکتا ہے اور وہی اس کا پورا اجر بھی دے گا۔ باقی جب ہم لوگوں کا دل اتنا لگا ہوا ہے اور بہ قدر توفیق دعائیں بھی ہر شخص کر رہا ہے تو ظاہر ہے کہ تم لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ بجز دعا اور اجر بے نہایت کی امید کے اور انسان کے بس میں بھی کیا ہے۔ جب یعقوب پیغمبر تڑپ تڑپ کر رہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں[3]۔

دعاگو

عبدالماجد

مکتوب الیہ کے بڑے صاحب زادے جو چٹاگانگ میں چائے کے باغات میں بڑے اونچے عہدے پر تھے جب مشرقی پاکستان یعنی موجودہ بنگلہ دیش میں بغاوت شروع ہوئی تو اسی میں شہید ہوئے اور اس کا حال بھی عرصے کے بعد معلوم ہو سکا۔

(۲) یعنی مکتوب الیہ اور ان کی بیوی پر

(۳) یہ مکتوب الیہ کے نام آخری خط تھا ان کا انتقال دسمبر ۱۹۷۳ء میں ہوا۔